ماہنامہ

موازنۂ مذاہب

ISSN: 20491131

ایڈیٹر: محفوظ الرحمان

جولائی 2026ء | وفا 1405 ہجری شمسی | محرم 1448 ہجری قمری | جلد 15 نمبر 07

https://www.alislam.org/periodical/muwazna-e-madhahib

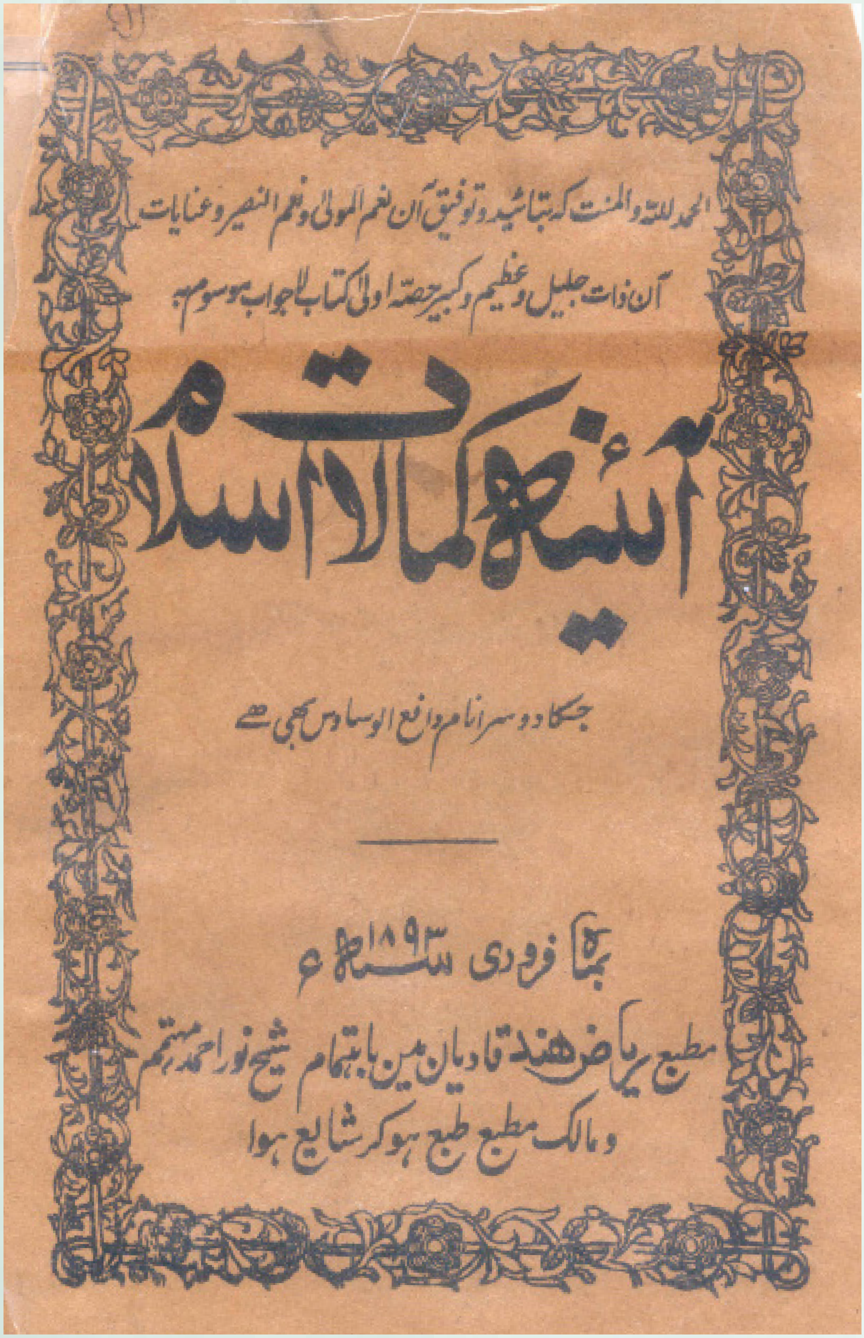

الحمد للہ والمنت کہ بتائید و توفیق آں نعم المولیٰ و نعم النصیر و عنایات
آں ذات جلیل و عظیم و کبیر حصہ اول کتاب لاجواب موسوم بہ

آئینہ کمالات اسلام

جسکا دوسرا نام دافع الوساوس بھی ہے

بماہ فروری سنہ ۱۸۹۳ء

مطبع ریاض ہند قادیان میں باہتمام شیخ نور احمد مہتمم
و مالک مطبع طبع ہو کر شایع ہوا

ٹائٹل طبع اول "آئینہ کمالات اسلام"
تفصیلی تعارف کے لئے دیکھیں صفحہ 13 رسالہ ہٰذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

اداریہ: تیسری شرط بیعت — 2

ارشادِ باری تعالیٰ: انفاق فی سبیل اللہ — 7

ارشاد نبوی ﷺ: خرچ کرنے والے کے حق میں فرشتوں کی دعا — 8

اِمَامُ الکلام علیہ الصلوٰۃ والسلام: نیکی کیا چیز ہے — 9

کَلَامُ الْاِمَام: زندگی کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ — 11

تعارف کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام: ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات + آئینہ کمالات اسلام (اے۔ولیم) — 13

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی عربی زبان میں فصیح و بلیغ معجزانہ تالیفات (اے۔ولیم) — 35

ملکہ وکٹوریہ کو دعوتِ اسلام (اے۔ولیم) — 53

آئینہ کمالات اسلام کے ایک شیریں پھل: اولُ ابدالِ الشام حضرت محمد سعید الشامی الطرابلسی رضی اللہ عنہ (اے۔ولیم) — 68

مستشرقین و دیگر کے اعتراضات اور ان کے جوابات
از افاضات حضرت مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ (ع۔س۔اختر) — 74

سیرت النبی ﷺ: تعارف کتاب عیون الاثر (ابو المالک) — 78

قرآن مجید کے حسن و جمال کا تذکرہ روحانی خزائن میں (قسط چہارم)
(سید میر محمود احمد ناصر صاحب۔ مرحوم) — 89

سیرت حضرت مسیح موعودؑ: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و سوانح پر 79 کے قریب لکھی جانے والی کتب کا تعارف (قسط دوم) (اے ولیم) — 104

اسلام کا پیش کردہ تصورِ خدا: بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں "واحد لاشریک" (ابن جرار) — 117

ماہنامہ

موازنۂ مذاہب

جولائی 2026ء | وفا 1405 ہجری شمسی

محرم 1448 ہجری قمری

جلد 15 نمبر 07

ISSN: 20491131

ایڈیٹر: محفوظ الرحمان

اداریہ

تیسری شرط بیعت

"یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول ؐ کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔"

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3، صفحہ 564)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے۔ بھلا بتاؤ تو سہی کہ اگر تم میں سے کسی ایک کے دروازے کے پاس ندی ہو جس میں وہ ہر روز پانچ دفعہ نہائے۔ تمہارا کیا خیال ہے یہ (نہانا) اس کی کچھ میل باقی رہنے دے گا؟ انہوں نے جواب دیا کہ کوئی میل بھی نہیں رہنے دے گا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ پانچوں نمازوں کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب الصلوات الخمس کفارۃ۔۔۔ حدیث نمبر 528 مترجم صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 628،629)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ارکانِ نماز دراصل روحانی نشست و برخاست کے دو حصے ہیں۔ انسان کو خدا تعالیٰ کے رُوبرو کھڑا ہونا پڑتا ہے اور قیام بھی آداب خدمت گاران میں سے ہے۔ رکوع جو دوسرا حصہ ہے بتلاتا ہے کہ گویا تیاری ہے کہ وہ تعمیل حکم کو کس قدر گردن جھکاتا ہے اور سجدہ کمالِ آداب اور کمالِ تذلل اور نیستی کو جو عبادت کا مقصود ہے ظاہر کرتا ہے۔ یہ آداب اور طُرق ہیں جو خدا تعالیٰ نے بطور یادداشت کے مقرر کر دیئے ہیں اور جسم کو باطنی طریق سے حصہ دینے کی خاطر ان کو مقرر کیا ہے۔ علاوہ ازیں باطنی طریق کے اثبات کی خاطر ایک ظاہری طریق بھی رکھ دیا ہے۔ اب اگر ظاہری طریق میں (جو اندرونی اور باطنی طریق کا ایک عکس ہے) صرف نقال کی طرح نقلیں اتاری جاویں اور اسے ایک بارِ گراں سمجھ کر اُتار پھینکنے کی کوشش کی جاوے۔ تو تم ہی بتاؤ۔ اس میں کیا لذت اور حظ آسکتا ہے؟ اور جب تک لذت اور سُرور نہ آئے۔ اُس کی حقیقت کیونکر متحقق ہو گی اور یہ اُس

وقت ہو گا جب کہ روح بھی ہمہ نیستی اور تذلل تام ہو کر آستانہ الوُہیت پر گرے اور جو زبان بولتی ہے، رُوح بھی بولے۔ اُس وقت ایک سُرور اور نور اور تسکین حاصل ہو جاتی ہے۔ مَیں اس کو اور کھول کر لکھنا چاہتا ہوں کہ انسان جس قدر مراتب طے کر کے انسان ہوتا ہے۔ یعنی کہاں نطفہ۔ بلکہ اس سے بھی پہلے نطفہ کے اجزاء یعنی مختلف قسم کی اغذیہ اور اُن کی ساخت اور بناوٹ۔ پھر نُطفہ کے بعد مختلف مدارج کے بعد بچہ۔ پھر جوان، بُوڑھا۔ غرض ان تمام عالموں میں جو اُس پر مختلف اوقات میں گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا معترف ہو اور وہ نقشہ ہر آن اس کے ذہن میں کھنچا رہے۔ تو بھی وُہ اس قابل ہو سکتا ہے کہ ربوبیت کے مدِمقابل میں اپنی عبودیت کو ڈال دے۔ غرض مدعا یہ ہے کہ نماز میں لذت اور سُرور بھی عبودیت اور ربوبیت کے ایک تعلق سے پیدا ہوتا ہے۔ جب تک اپنے آپ کو عدمِ محض یا مشابہ بالعدم قرار دے کر جو ربوبیت کا ذاتی تقاضہ ہے نہ ڈال دے۔ اُس کا فیضان اور پَر تو اس پر نہیں پڑتا اور اگر ایسا ہو تو پھر اعلیٰ درجہ کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ جس سے بڑھ کر کوئی حظ نہیں ہے۔

اس مقام پر انسان کی روح جب ہمہ نیستی ہو جاتی ہے تو وہ خدا کی طرف ایک چشمہ کی طرح بہتی ہے اور مَاسِوَی اللہ سے اُسے انقطاعِ تام ہو جاتا ہے۔

اُس وقت خدائے تعالیٰ کی محبت اُس پر گرتی ہے۔ اس اتصال کے وقت ان دو جوشوں سے، جو اُوپر کی طرف سے ربوبیت کا جوش اور نیچے کی طرف عبودیت کا جوش ہوتا ہے۔ ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس کا نام صلوٰۃ ہے۔ پس یہی وہ صلوٰۃ ہے جو سَیِّئَات کو بھسم کر جاتی ہے اور اپنی جگہ ایک نور اور چمک چھوڑ دیتی ہے۔ جو سالک کو راستہ کے خطرات اور مشکلات کے وقت ایک منور شمع کا کام دیتی ہے اور ہر قسم کے خس و خاشاک اور ٹھوکر کے پتھروں اور خار و خس سے جو اس کی راہ میں ہوتی ہیں، آگاہ کر کے بچاتی ہے اور یہی وہ حالت ہے جب کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ۔ (العنکبوت:46) کا اطلاق اس پر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے ہاتھ میں نہیں، اُس کے شمع دان دل میں ایک روشن چراغ رکھا ہوا ہوتا ہے اور یہ درجہ کامل تذلل، کامل نیستی اور فروتنی اور پوری اطاعت سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر گناہ کا خیال اُسے آ کیونکر سکتا ہے اور انکار اس میں پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ فحشاء کی طرف اس کی نظر اُٹھ ہی نہیں سکتی۔ غرض ایک ایسی لذت، ایسا سُرور حاصل ہوتا ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اُسے کیونکر بیان کروں۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 143 تا 145، ایڈیشن 2022)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیان فرماتے ہیں:

”فرمایا کہ احمدیت میں داخل ہو کر اس بات کا بھی عہد کرو کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی بھی پابندی کرنی ہے کہ نمازوں کو پانچ وقت اس کی تمام شرائط کے ساتھ ادا کرنا ہے۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

دس سال کے عمر کے بچے پر بھی نماز فرض ہے۔ پس والدین کو اس کی نگرانی کی ضرورت ہے اور اس نگرانی کا حق تبھی ادا ہو گا جب خود والدین نمازوں میں نمونہ ہوں گے۔ بہت ساری شکایتیں میرے پاس آتی ہیں۔ بعض بچے بھی کہتے ہیں کہ ہمارے والدین نماز نہیں پڑھتے یا بیویاں کہتی ہیں کہ خاوند نماز نہیں پڑھتے۔ بچے کیا نمونہ دیکھ رہے ہوں گے؟ مردوں کے لئے پانچ وقت کی نماز شرائط کے ساتھ ادا کرنے کا مطلب ہے کہ مسجد جا کر باجماعت نماز ادا کریں سوائے بیماری یا کسی بھی خاص جائز عذر کے۔ اگر اس پر عمل شروع ہو جائے تو ہماری مسجدیں نمازیوں سے بھر جائیں۔ صرف عہدیداران ہی اس پر عمل کرنا شروع کر دیں تو بہت فرق پڑ سکتا ہے۔ اس بارے میں مَیں وقتاً فوقتاً کہتا رہتا ہوں لیکن ابھی بھی بہت کمی ہے اور کوشش کی ضرورت ہے۔ جماعتی نظام اور ذیلی تنظیموں کو اس بارے میں بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ **”جو شخص نماز ہی سے فراغت حاصل کرنی چاہتا ہے اس نے حیوانوں سے بڑھ کر کیا کیا۔“**

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 254 ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر اس میں اور جانوروں میں کوئی فرق نہیں۔ پس اس طرف ہر احمدی کو بہت بڑھ کر کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

پھر یہ عہد ہم سے لیا کہ نماز تہجد کا بھی التزام کریں گے۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تمہیں نماز تہجد کا التزام کرنا چاہئے کیونکہ یہ گزشتہ صالحین کا طریق رہا ہے اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ یہ عادت گناہوں سے روکتی ہے اور برائیوں کو ختم کرتی ہے اور جسمانی بیماریوں سے بچاتی ہے“۔

(سنن الترمذی کتاب الدعوات باب 112 حدیث 3549)

پس نہ صرف روحانی علاج ہے بلکہ جسمانی علاج بھی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

”ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ تہجد کی نماز کو لازم کرلیں۔ جو زیادہ نہیں وہ دو ہی رکعت پڑھ لے کیونکہ اس کو دعا کرنے کا موقع بہر حال مل جائے گا۔ اس وقت کی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے“۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 245۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس اس طرف بھی ہمیں توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ پھر آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا ہم سے عہد لیا۔ (ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس شخص نے مجھ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس گنا رحمتیں نازل فرمائے گا۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب القول مثل قول المؤذن لمن سمعہ... حدیث 849)

پس بڑی اہمیت ہے درود کی اور دعاؤں کی قبولیت کے لئے بھی درود انتہائی ضروری ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہر جاتی ہے اور جب تک تو اپنے نبی پر درود نہ بھیجے اس میں سے کوئی حصہ بھی اوپر نہیں جاتا۔

(سنن الترمذی کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ حدیث 486)

پھر بیعت میں ایک عہد ہم یہ کرتے ہیں کہ استغفار میں باقاعدگی اختیار کریں گے۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص استغفار کو چمٹا رہتا ہے یعنی بہت زیادہ استغفار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے اور اس کی ہر مشکل سے اس کے لئے کشائش کی راہ پیدا کر دیتا ہے اور ان راہوں سے رزق دیتا ہے جن کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔

(سنن ابی داؤد۔ کتاب الوتر باب فی الاستغفار حدیث 1518)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ”بعض آدمی ایسے ہیں کہ ان کو گناہ کی خبر ہوتی ہے اور بعض ایسے کہ ان کو گناہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ استغفار کا التزام کرایا ہے کہ انسان ہر ایک گناہ کے لئے خواہ وہ ظاہر کا ہو خواہ باطن کا ہو، اسے علم ہو یا نہ ہو... استغفار کرتا رہے۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 275۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس اس اہمیت کو بھی ہمیں ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔

پھر ہم سے یہ عہد لیا کہ خدا تعالیٰ کے احسانوں کو ہم یاد رکھیں گے۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

اللہ تعالیٰ کے احسانوں میں سے سب سے بڑا احسان تو یہی ہے کہ اس نے ہمیں زمانے کے امام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان یاد رہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خالص تعلق جوڑنے کی کوشش بھی ہر وقت رہے گی اور آپ کی باتوں پر عمل کرنے کی طرف توجہ رہے گی۔

پھر یہ عہد ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا رہوں گا۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اہم کام اگر اللہ تعالیٰ کی حمد کے بغیر شروع کیا جائے تو وہ بے برکت اور بے اثر ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب النکاح باب خطبۃ النکاح حدیث نمبر 1894)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تھوڑے پر شکر نہیں کرتا وہ زیادہ پر بھی شکر نہیں کرتا اور جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کا بھی شکریہ ادا نہیں کر پاتا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 297 مسند نعمان بن بشیرؓ حدیث 18640 مطبوعہ بیروت 1998ء)

پس اللہ تعالیٰ کی حمد کو اس طرح کریں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بھی ممنون احسان رہیں۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ 2 جنوری 2015ء، خطبات مسرور جلد 13 صفحہ 7 تا 10)

ارشاد باری تعالیٰ

انفاق فی سبیل اللہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ۬ؕ وَ مَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ

(آل عمران:93)

ترجمہ از تفسیر صغیر: تم کامل نیکی کو ہرگز نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ اشیاء میں سے (خدا کے لئے) خرچ نہ کرو۔ اور جو کوئی چیز بھی تم خرچ کرو اللہ اسے یقیناً خوب جانتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”خدا کو راضی کرنے والی اس سے زیادہ کوئی قربانی نہیں کہ ہم درحقیقت اس کی راہ میں موت کو قبول کر کے اپنا وجود اس کے آگے رکھ دیں اسی قربانی کی خدا نے ہمیں تعلیم دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے: لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ (آل عمران:93) یعنی تم حقیقی نیکی کو کسی طرح پا نہیں سکتے جب تک تم اپنی تمام پیاری چیزیں خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو۔“

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 347)

ارشاد نبوی ﷺ

خرچ کرنے والے کے حق میں فرشتوں کی دعا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

”

عَنْ اَبِي الْحُبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ، إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا:

اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا

(صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ باب قول اللہ فأما من اعطی۔۔۔ حدیث:1442)

ترجمہ: ”ابو حباب نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی دن بھی ایسا نہیں کہ جس میں دو فرشتے جبکہ بندے صبح کو اٹھتے ہیں نازل نہ ہوتے ہوں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا کر اور دوسرا کہتا ہے: بخیل کا مال رائیگاں جائے۔“

(ترجمہ از صحیح بخاری مترجم جلد 3 صفحہ 66 شائع کردہ نظارت اشاعت)

“

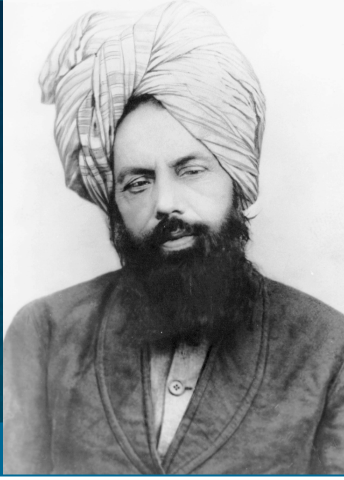

نیکی کیا چیز ہے؟

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانیٔ جماعت احمدیہ مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”نیکی ایک زینہ ہے اسلام اور خدا کی طرف چڑھنے کا لیکن یاد رکھو کہ نیکی کیا چیز ہے۔ شیطان ہر ایک راہ میں لوگوں کی راہ زنی کرتا اور ان کو راہ حق سے بہکاتا ہے۔ مثلاً رات کو روٹی زیادہ پک گئی اور صبح کو باسی بچ رہی۔ عین کھانے کے وقت کہ اس کے سامنے اچھے اچھے کھانے رکھے ہیں۔ ابھی لقمہ نہیں اُٹھایا کہ دروازہ پر آکر فقیر نے صدا کی اور روٹی مانگی۔ کہا کہ باسی روٹی سائل کو دے دو۔ کیا یہ نیکی ہو گی؟ باسی روٹی تو پڑی ہی رہنی تھی۔ تنعم پسند اسے کیوں کھانے لگے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَیُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّ یَتِیۡمًا وَّ اَسِیۡرًا (الدّھر:9) یہ بھی معلوم رہے کہ طعام کہتے ہی پسندیدہ طعام کو ہیں۔ سڑا ہوا باسی طعام نہیں کہلاتا۔ الغرض اگر اس رکابی میں سے جس میں ابھی تازہ کھانا اور لذیذ اور پسندیدہ رکھا ہوا ہے اور کھانا شروع نہیں کیا فقیر کی صدا پر نکال کر دے تو یہ تو نیکی ہے۔ بیکار اور نکمی چیزوں کے خرچ سے کوئی آدمی نیکی کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ نیکی کا دروازہ تنگ ہے پس یہ امر ذہن نشین کر لو کہ نکمی چیزوں کے خرچ کرنے سے کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ نص صریح ہے لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ (اٰل عمران:39) جب تک عزیز سے عزیز اور پیاری سے پیاری چیزوں کو خرچ نہ کرو گے اس وقت تک محبوب اور عزیز ہونے

کا درجہ نہیں مل سکتا۔ اگر تکلیف اٹھانا نہیں چاہتے اور حقیقی نیکی کو اختیار کرنا نہیں چاہتے تو کیونکر کامیاب اور بامراد ہو سکتے ہو۔ کیا صحابہ کرام مفت میں اس درجہ تک پہنچ گئے جو ان کو حاصل ہوا۔ دنیاوی خطابوں کے حاصل کرنے کے لئے کس قدر اخراجات اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں تو پھر کہیں جا کر ایک معمولی خطاب جس سے دلی اطمینان اور سکینت حاصل نہیں ہو سکتی، ملتا ہے۔ پھر خیال کرو کہ رضی اللہ عنہم کا خطاب جو دل کو تسلی اور قلب کو اطمینان اور مولیٰ کریم کی رضامندی کا نشان ہے کیا یونہی آسانی سے مل گیا؟

بات یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی رضامندی جو حقیقی خوشی کا موجب ہے حاصل نہیں ہو سکتی جب تک عارضی تکلیفیں برداشت نہ کی جاویں۔ خدا ٹھگا نہیں جاتا۔ **مبارک ہیں وہ لوگ جو رضائے الٰہی کے حصول کے لئے تکلیف کی پروانہ کریں** کیونکہ ابدی خوشی اور دائمی آرام کی روشنی اس عارضی تکلیف کے بعد مومن کو ملتی ہے۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 63-64 ایڈیشن 2022ء)

کَلَامُ الْاِمَام

زندگی کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”آج کل دنیا سمجھتی ہے کہ مال کو جمع کرنا اور اسے صرف اپنے آرام و آسائش کے لیے خرچ کرنا ہی ان کے لیے خوشی اور سکون کا باعث بن سکتا ہے۔ لیکن ایک مومن جس کو دین کا حقیقی ادراک اور شعور ہو سمجھتا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے دنیا کی نعمتیں اور سہولتیں انسان کے لیے پیدا فرمائی ہیں لیکن **زندگی کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، تقویٰ پر چلنا ہے۔** اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنا ہے اور اس کی مخلوق کا حق ادا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو اس آیت میں بیان فرمایا ہے جس کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے کہ اصل سکون تو نیکیاں کرنے سے ملتا ہے، مال جمع کرنے سے نہیں ملتا اور نیکی اس وقت تک اپنے معیار کو حاصل نہیں کر سکتی جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کا حق ادا کرنے کے لیے وہ چیز خرچ نہ کرو جس سے تمہیں محبت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مال و دولت ایسی چیز ہے جس سے انسان بہت محبت کرتا ہے۔

آج اگر ہم جائزہ لیں تو دنیا کے فساد اور فتنوں اور افراتفری کی وجہ دولت کی محبت اور ہوس ہے۔ پھر دنیادار کو تو یہ بھی نہیں پتا کہ اگر اس کے پاس بہت سی دولت آگئی ہے تو اسے خرچ کس طرح کرنا ہے۔ مغربی ممالک میں جو ترقی یافتہ ممالک کہلاتے ہیں بیشک ان میں بہت بڑے بڑے امیر لوگ بھی ہیں لیکن ان کے اخراجات کیا ہیں۔ یہاں خرچ کرنے کے لیے ان کے پاس جو چیزیں ہیں casino ہیں وہاں جا کر یہ عیاشیوں میں خرچ کرتے ہیں۔ جوؤں پہ رقم خرچ کرتے ہیں۔ بلکہ مسلمان ممالک کا بھی یہ حال ہے، مسلمانوں کا بھی کہ وہ لوگ بھی یہاں آکر یہ عیاشیاں کرتے اور خرچ کرتے ہیں بلکہ ان کے اپنے ممالک میں ایسی جگہیں ہیں جہاں کھلے خرچ کیے جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا میں نے ایک رسالے میں ایک آئس کریم کا اشتہار دیکھا جو دبئی کے ہوٹل کا

اشتہار تھا جس کے ایک کپ کی، جس میں دو یا تین سکوپ تھے، اس کی قیمت ساڑھے آٹھ سو ڈالر تھی کہ اس میں فلاں جگہ کا زعفران استعمال ہوا ہے اور فلاں جگہ کی فلاں چیز استعمال ہوئی ہے اور اس پر سونے کا ورق چڑھایا گیا ہے۔ ساڑھے آٹھ سو ڈالر میں ایک غریب ملک کے ایک پورے خاندان کا بہت اعلیٰ رنگ میں گزارہ ہو سکتا ہے لیکن یہ لوگ ایک کپ آئس کریم کھانے میں لگا دیتے ہیں۔ تو جن کے پاس پیسہ بے انتہا ہو ان کو پتا ہی نہیں کہ خرچ کس طرح کرنا ہے اور کس طرح اس سے سکون حاصل کیا جا سکتا ہے۔ خرچ تو بیشک یہ لوگ کرتے ہیں لیکن اپنی عیاشیوں کی تسکین کے لیے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور نیکیوں کے لیے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضاحت فرمائی ہے کہ حقیقی اتقاء اور ایمان کے حصول کے لیے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ایمان میں بڑھنے کے لیے ان لغویات اور عیاشیوں پر خرچ کرنے کی بجائے مخلوق الٰہی سے ہمدردی اور اس سے حسن سلوک پر خرچ کرو۔ اگر یہ نہیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں حاصل کر سکتے۔ مخلوق کی ہمدردی میں جہاں ضرورت مندوں کی ضرورت کا خیال رکھنا ہے وہاں ان کے دین و ایمان اور انہیں خدا تعالیٰ کے قریب لانے کا خیال رکھنا بھی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو بے چین رہتے تھے جس کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ لوگوں کی حالت دیکھ کر تو اپنے آپ کو ہلاک کر لے گا۔ وہ کیا حالت تھی جس کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے چین ہوتے تھے۔ وہ حالت ان لوگوں کی اللہ تعالیٰ سے دوری تھی، ایمان سے دوری تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو تکلیف میں اس لیے ڈالتے تھے کہ یہ لوگ ایمان نہ لا کر اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آجائیں گے۔ پس اس زمانے میں بھی علاوہ مادی ضروریات کے پورا کرنے کے جس کے لیے مال خرچ کرنا ضروری ہے، غریبوں کی مدد کرنا ضروری ہے۔ ہم احمدیوں کے لیے روحانی ضروریات پورا کرنے کے لیے مال خرچ کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ تکمیل اشاعت ہدایت کا کام اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کیا گیا ہے۔ وہ ہدایت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل انسانیت کے لیے لائے تھے اور جس کے پھیلانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے چین تھے اس کی تکمیل کا یہ زمانہ ہے جب سب ذرائع میسر ہیں۔ جس طرح یہ کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کیا گیا تھا اسی طرح اب یہ کام آپ کے ماننے والوں کے سپرد کیا گیا ہے۔ ان کے سپرد ہے جو یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔"

(خطبات مسرور جلد 14 صفحہ 584، 585 خطبہ جمعہ فرمودہ مؤرخہ 11 نومبر 2016ء)

تعارف کتاب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے

18- آئینہ کمالات اسلام

اے۔ولیم

> **حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:**
> **"سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں۔ کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔"**
> ("ملفوظات" حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جلد 7 صفحہ 224 ایڈیشن 2022ء)

"ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات" کتاب کے تفصیلی تعارف کے لئے دسمبر 2024ء کا شمارہ دیکھیں۔

تعارف کتاب "آئینہ کمالات اسلام"

اس کتاب کا دوسرا نام "دافع الوساوس" ہے۔ اور روحانی خزائن کی جلد 5 کے 660 صفحات پر مشتمل ہے۔ 358 صفحات تک اردو حصہ ہے۔ اس کے آخری صفحہ پر درج تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ 10 دسمبر 1892ء کو یہ مکمل ہوئی۔ اس کے بعد آپؑ نے ایک خاص الٰہی تحریک کے تحت ایک عربی مکتوب تحریر فرمایا جو التبلیغ کے نام سے آپؑ نے ہندوستان اور اسلامی دنیا کے سجادہ نشینوں اور صوفیاء وغیرہ کے نام لکھا۔

یہ عربی مکتوب روحانی خزائن جلد 5 میں صفحہ 364 تا 596 (یعنی کل 232 صفحات) پر مشتمل ہے۔ اس کے ساتھ فارسی ترجمہ بھی ہے۔ اس فارسی ترجمہ کا شرف حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو حضرت اقدسؑ کی اجازت سے حاصل ہوا۔ جس کا اس کے آغاز میں صفحہ 364 پر ذکر ہے۔ یہ کتاب 1400 کی تعداد میں شائع ہوئی۔ (لائف آف احمد صفحہ 341 حاشیہ)

یہ کتاب فروری 1893ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کی تالیف کا جہاں تک دستاویزی ثبوت ملتا ہے 1892ء کی دوسری ششماہی میں شروع ہوگئی تھی لیکن آپ کی دوسری دینی مصروفیات، واردین صادرین کی تربیت و مہمان نوازی اور مختلف اطراف سے آنے والے خطوط کے جوابات کے لمبے سلسلہ کی وجہ سے اس کی اشاعت نے آٹھ ماہ کے قریب عرصہ لیا۔ سب سے پہلی مرتبہ آپ نے 10 اگست 1892ء کو ایک اشتہار بعنوان "آئینہ کمالاتِ اسلام" کے ذریعہ اس کتاب کے متعلق اعلان فرمایا جس میں آپؑ نے تحریر فرمایا:

"یہ کتاب جس کا نام عنوان میں درج ہے میں نے بڑی محنت اور تحقیق اور تفتیش سے صرف اس غرض اور نیت سے تالیف کی ہے کہ تا اسلام کے کمالات اور قرآن کریم کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کروں اور مخالفین کو دکھلاؤں کہ فرقان حمید کن اغراض کے پورا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اور انسان کے لئے اس کا کیا مقصد ہے۔ اور اس مقصد میں کس قدر وہ دوسرے مذاہب سے امتیاز اور فضیلت رکھتا ہے اور باایں ہمہ اس کتاب میں ان تمام اوہام اور وساوس کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ جو کوتاہ نظر لوگ مدعیان اسلام ہو کر پھر ایسی باتیں منہ پر لاتے ہیں جو درحقیقت اللہ اور رسول اور قرآن کریم کی ان میں اہانت ہے۔ اسی وجہ سے اس کتاب کا دوسرا نام دافع الوساوس بھی رکھا گیا ہے۔ لیکن ہر مقام اور ہر محل میں زور کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا ایک دین اسلام ہی ہے جس کو دین اللہ کہنا چاہیے جو سچائی کو سکھلاتا اور نجات کی حقیقی راہیں اس کے طالبوں کے لئے پیش کرتا ہے اور اُخروی رستگاری کے لئے کسی بے گناہ کو پھانسی دینا نہیں چاہتا اور نہ انسان کو بخشایش الٰہی سے ایسا نومید کرتا ہے کہ جب تک ایسا گنہگار انسان کروڑہا کیڑوں مکوڑوں وغیرہ حیوانات کی جون میں نہ پڑے تب تک کوئی سبیل اور کوئی چارہ اور کوئی علاج اس کے گناہ بخشے جانے کا نہیں۔ گویا اس دنیوی زندگی میں ایک صغیرہ گناہ کرنے سے بھی تمام دروازے رحمت کے بند ہو جاتے ہیں اور آخر انسان ایک لاعلاج بیماری سے بڑے درد اور دکھ کے ساتھ اور سخت نومیدی کی حالت میں دوسرے عالم کی طرف کوچ کرتا ہے۔ بلکہ قرآن کریم میں نجات کی وہ صاف اور سیدھی اور پاک راہیں بتلائی گئی ہیں کہ جن سے نہ تو انسان کو خدا تعالیٰ سے نومیدی پیدا ہوتی ہے اور نہ خدائے تعالیٰ کو کوئی ایسا نالائق کام کرنا پڑتا ہے کہ گناہ تو کوئی کرے اور سزا دوسرے کو دی جاوے۔ غرض یہ کتاب ان نادر اور نہایت لطیف تحقیقاتوں پر مشتمل ہے جو مسلمانوں کی ذریّت کے لئے نہایت مفید

اور آج کل روحانی ہیضہ سے بچنے کے لئے جو اپنے زہرناک مادہ سے ایک عالم کو ہلاک کرتا جاتا ہے نہایت مجرب اور شفابخش شربت ہے اور چونکہ یہ کتاب بیرونی اور اندرونی دونوں قسم کے فسادوں کی اصلاح پر مشتمل ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے میں یقین کرتا ہوں کہ **یہ کتاب اسلام اور فرقان کریم اور حضرت سیدنا و مولانا خاتم الانبیاء ﷺ کی برکات دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے ایک نہایت عمدہ اور مبارک ذریعہ ہے۔**"

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 352-353 ایڈیشن 2019ء)

پھر اسی سلسلہ میں آپؑ نے ایک دوسرا اعلان کتاب آئینہ کمالات اسلام کی تکمیل اور اشاعت کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع کیا جس میں کتاب کے مقاصد اور اس کی برکات کی توضیح ہے۔ چنانچہ آپؑ نے لکھا:

"اشتہار کتاب آئینہ کمالات اسلام

واضح ہو کہ یہ کتاب جس کا نام نامی عنوان میں درج ہے ان دنوں میں اس عاجز نے اس غرض سے لکھی ہے کہ دنیا کے لوگوں کو قرآن کریم کے کمالات معلوم ہوں اور اسلام کی اعلیٰ تعلیم سے ان کو اطلاع ملے۔ اور میں اس بات سے شرمندہ ہوں کہ میں نے یہ کہا کہ میں نے اس کو لکھا ہے۔ کیوں کہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اوّل سے آخر تک اس کے لکھنے میں آپ مجھ کو عجیب در عجیب مددیں دی ہیں۔ اور وہ عجیب لطائف و نکات اس میں بھر دیئے ہیں کہ جو انسان کی معمولی طاقتوں سے بہت بڑھ کر ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اس نے یہ اپنا ایک نشان دکھلایا ہے تا کہ معلوم ہو کہ وہ کیونکر اسلام کی غربت کے زمانہ میں اپنی خاص تائیدوں کے ساتھ اس کی حمایت کرتا ہے اور کیوں کر ایک عاجز انسان کے دل پر تجلّی کر کے لاکھوں آدمیوں کے منصوبوں کو خاک میں ملاتا اور ان کے حملوں کو پاش پاش کر کے دکھلا دیتا ہے۔ مجھے یہ بڑی خواہش ہے کہ مسلمانوں کی اولاد اور اسلام کے شرفاء کی ذریّت جن کے سامنے نئے علوم کی لغزشیں دن بدن بڑھتی جاتی ہیں۔ اس کتاب کو دیکھیں اگر مجھے وسعت ہوتی تو میں تمام جلدوں کو مفت لِلّٰہ تقسیم کرتا۔ **عزیزو! یہ کتاب قدرت حق کا ایک نمونہ ہے اور انسان کی معمولی کوششیں خود بخود اس قدر ذخیرہ معارف کا پیدا نہیں کر سکتیں۔** اس کی ضخامت چھ سو صفحہ کے قریب ہے۔ اور کاغذ عمدہ اور کتاب خوشخط اور قیمت دو روپیہ اور محصول علاوہ ہے۔ اور یہ صرف ایک حصہ ہے اور دوسرا حصہ الگ طبع ہو گا۔ اور قیمت اس کی الگ ہو گی اور اس میں علاوہ حقائق و معارف قرآنی اور لطائف کتاب ربِّ عزیز کے ایک وافر حصہ ان پیشین گوئیوں کا بھی موجود ہے۔ جن کو اوّل سراج منیر میں شائع کرنے کا ارادہ تھا اور میں اس بات پر راضی ہوں کہ اگر خریداران کتاب میری اس تعریف کو خلاف واقعہ پاویں تو کتاب مجھے

واپس کردیں۔ مَیں بلا توقف ان کی قیمت واپس بھیج دوں گا۔ لیکن یہ شرط ضروری ہے کہ کتاب کو دو ہفتے کے اندر واپس کریں اور دست مالیدہ اور داغی نہ ہو۔ اخیر میں یہ بات بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ اس کتاب کی تحریر کے وقت دو دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت مجھ کو ہوئی اور آپ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرت ظاہر کی۔ اور ایک رات یہ بھی دیکھا کہ ایک فرشتہ بلند آواز سے لوگوں کے دلوں کو اس کتاب کی طرف بلاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ هٰذَا كِتَابٌ مُّبَارَكٌ فَقُوْمُوْا لِلْاِجْلَالِ وَ الْاِكْرَامِ یعنی یہ کتاب مبارک ہے اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اب گزارش مدعا یہ ہے کہ جو صاحب اس کتاب کو خریدنا چاہیں وہ بلا توقف مصمم ارادہ سے اطلاع بخشیں تا کہ کتاب بذریعہ ویلیو پے ایبل ان کی خدمت میں روانہ کی جائے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔ (مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 388۔389 ایڈیشن 2019ء)

آئینہ کمالات اسلام کی برکات ومقام

حضرت اقدسؑ کو دو مرتبہ اس کتاب کی تصنیف کے دوران حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی کہ آپؐ نے آئینہ کمالات اسلام کو اپنے ہاتھ میں لیا ہوا ہے۔ اور آئینہ کمالات اسلام کے اس مقام کو دیکھ کر (جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ کی تعریف ہے) فرمایا: هٰذَا لِيْ وَهٰذَا لِاَصْحَابِيْ [ترجمہ: یہ میرے لئے اور میرے ساتھیوں کے لئے ہے۔] آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ 216 حاشیہ پر آپؐ نے وہ مبارک اور مقدس رؤیا درج فرمائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آئینۂ کمالات اسلام سے متعلق یہ رؤیا اور کشوف اس کتاب کی جلالت وعظمت شان پر دلالت کرتے ہیں۔ اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تالیفات، سرمہ چشم آریہ، فتح اسلام، توضیح مرام، اور ازالہ اوہام کا ذکر کر کے فرماتے ہیں: "وَ كِتَابٌ آخَرُ سَبَقَ كُلَّهَا اَلَّفْتُهٗ فِيْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ اِسْمُهٗ دَافِعُ الْوَسَاوِسِ هُوَ نَافِعٌ جِدًّا لِلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّرَوْا حُسْنَ الْاِسْلَامِ وَ يَكُفُّوْنَ اَفْوَاهَ الْمُخَالِفِيْنَ۔" (آئینۂ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5، صفحہ 547)

کہ ایک اور کتاب ہے جو میں نے ان دنوں تالیف کی ہے۔ اور وہ ان سب مذکورہ کتب پر سبقت لے گئی ہے۔ اس کا نام دافع الوساوس ہے اور وہ ان لوگوں کے لئے حد درجہ نافع ہے۔ جو اسلام کا حسن دکھانا اور مخالفوں کا مُنہ بند کرنا چاہتے ہیں۔

کتاب کا اجمالی تعارف

اس کتاب میں آپؐ نے حقیقت اسلام اور وحی و نبوّت اور ملائکہ کے وجود اور ان کے کاموں پر

تفصیلی بحث کرتے ہوئے ان شبہات اور وساوس کا بھی جواب دیا جو موجودہ فلسفہ کی رو سے ان مسائل پر کئے جاتے تھے۔ قرآنی قسموں کی فلاسفی بھی بیان کی گئی ہے۔ اور مسلمان علماء کے ان عقائد کی بھی معقولی اور منقولی رنگ میں تردید فرمائی جن سے مسیح ناصری علیہ السلام کی آنحضرت ﷺ پر فضیلت ظاہر ہوتی تھی اور آنحضرت ﷺ کا سیّد الاوّلین والآخرین اور افضل الانبیاء ہونا ثابت کیا۔ اور ان مسلمان لیڈروں کو جو فلسفہ یورپ سے مرعوب تھے اور ایسا مدافعانہ رویّہ اختیار کر رہے تھے جیسے کوئی دشمن کے غلبہ اور اس کے رُعب سے مرعُوب ہو کر اور اپنے آپ کو عاجز اور درماندہ پا کر مصالحت کا خواہاں ہوتا ہے، ان کو دعوت دی کہ میں ان کے شبہات کا ازالہ کر سکتا ہوں، وہ میری طرف رجوع کریں۔ آپؑ نے فرمایا:

”اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بے دل نہیں ہونا چاہئے کہ اب کیا کریں۔ یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ **اب زمانہ اسلام کی رُوحانی تلوار کا ہے** جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہو گا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں۔ کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔ **میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے جس علم کی رُو سے مَیں کہہ سکتا ہوں** کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کو جہالتیں ثابت کر دے گا۔ اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہے ہیں۔ اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔ یہ اقبال رُوحانی ہے اور فتح بھی رُوحانی تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو اس کی الٰہی طاقت ایسا ضعیف کرے کہ کالعدم کر دے۔“

(آئینۂ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 255،254 حاشیہ)

کتاب کے آغاز میں ایک فارسی نظم ہے جو اپنی جماعت کے لئے چند اشعار بطور نصیحت اور دعوت اسلام کے عنوان سے ہے۔ اس میں خدمت دین کی اہمیت و افادیت کا بھی ذکر فرمایا۔

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ

قضائے آسمان اَسْت اِیں بَہر حالَت شَوَد پَیدا

کَرِیْمَا صَد کَرَم کُن بَر کَسَے کو نَاصِرِ دِیْن اَسْت

بلائے اُو بگَردَان گَر گھے آفت شَوَد پَیدا

ترجمہ: اے میرے بھائی! فتح کا اجر مفت میں دیا جارہا ہے، ورنہ آسمان سے فیصلہ ہے کہ یہ ہر حالت میں ہونا ہے۔ اے کریم! ہر اس شخص پر کرم فرما جو دین کا ناصر ہے۔ اگر تم پر کوئی مصیبت آئے تو اسے آزمائش سمجھو۔

کتاب کا آغاز عربی عبارت سے ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ساتھ امت مسلمہ کے عارف باللہ لوگوں اور دین کے لئے ان کی قربانیوں کا ذکر ہے، پھر اس کے مقابل پر علماء سوء کا ذکر ہے۔ حضورؑ اقدس کی اسلام کی خاطر کی جانے والی مساعی کی قبولیت کے لئے دعائیں ہیں، اور عیسائی اقوام کا اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف کاروائیوں کا ذکر ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کی محبت میں ڈوبی ہوئی اس قلبی کیفیت کا اظہار ہے جو چودہ سو سال میں شاید اس واحد دل کی تھی۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”وَجَعَلُوا اللّٰهَ الْوَحِيْدَ ذَا الْبَنَاتِ وَالْاَبْنَآءِ وَعَدَلُوْا بِاللّٰهِ عَبْدَهٗ وَاَوْقَعُوا النَّاسَ فِي اللَّيْلَةِ اللَّيْلَآءِ وَنَحَتُوْا لِلرَّسُوْلِ الْكَرِيْمِ بُهْتَانَاتٍ وَّاَضَلُّوْا خَلْقًا كَثِيْرًا بِتِلْكَ الْاِفْتِرَآءِ۔ وَمَا اٰذٰى قَلْبِيْ شَيْءٌ كَاسْتِهْزَآئِهِمْ فِيْ شَانِ الْمُصْطَفٰى۔ وَجَرْحِهِمْ فِيْ عِرْضِ خَيْرِ الْوَرٰى۔ وَوَاللّٰهِ لَوْ قُتِلَتْ جَمِيْعُ صِبْيَانِيْ وَاَوْلَادِيْ وَاَحْفَادِيْ بِاَعْيُنِيْ وَقُطِّعَتْ اَيْدِيْ وَاَرْجُلِيْ وَاُخْرِجَتِ الْحَدَقَةُ مِنْ عَيْنِيْ وَاُبْعِدْتُّ مِنْ كُلِّ مُرَادِيْ وَاَوْنِيْ وَاَرْنِيْ۔ مَا كَانَ عَلَيَّ اَشَقَّ مِنْ ذٰلِكَ۔“ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 15)

ترجمہ: اور انہوں نے وحید خدا کو بیٹیوں اور بیٹوں والا بنایا اور اللہ کا شریک اس کے ایک بندے کو ٹھہرایا۔ اور لوگوں کو سخت اندھیری رات میں گرادیا۔ انہوں نے رسول کریم ﷺ کے خلاف بے شمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اس افتراء کے ذریعہ ایک خلق کثیر کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے اس ہنسی ٹھٹھا نے پہنچایا ہے جو وہ مصطفیٰ ﷺ کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دل آزار طعن و تشنیع نے جو وہ حضرت خیرُ البشر کی ذات والا صفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے۔ اللہ کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور

میں اپنی تمام مرادوں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں سے محروم کر دیا جاؤں تو یہ سب میرے پر اس امر سے زیادہ گراں نہ گزرے گا کہ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔)

اس کے بعد اردو حصہ میں اسی کو قدرے زیادہ تفصیل سے بیان کرتے ہوئے مختلف آیات قرآنیہ کی پر معارف تفسیر اور آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ وارفع مقام کا بھی بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ آپؑ نے ایک جگہ رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں کیا ہی خوب فرمایا ہے:

”وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو وہ ملایک میں نہیں تھا نجوم میں نہیں تھا قمر میں نہیں تھا آفتاب میں بھی نہیں تھا وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 160،161)

آنحضرت ﷺ کے بالمقابل عیسائی حضرت مسیح ناصریؑ کو جو فضیلت دیتے ہیں کہ مسیحؑ نے کہا تھا قیامت اور زندگی میں ہی ہوں...... اس کے جواب میں نبی اکرم ﷺ کی فضیلت کا بیان ہے، جس میں حضورؑ بیان فرماتے ہیں:

”یہی روحانی زندگی ہے کہ یہ مراتب ثلاثہ توحید کے حاصل ہو جائیں۔ اب غور کر کے دیکھ لو کہ روحانی زندگی کے تمام جاودانی چشمے محض حضرت محمد مصطفی ﷺ کی طفیل دنیا میں آئے ہیں یہی اُمت ہے کہ اگرچہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کی مانند خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہو جاتی ہے اور اگرچہ رسول نہیں مگر رسولوں کی مانند خدا تعالیٰ کے روشن نشان اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور روحانی زندگی کے دریا اس میں بہتے ہیں اور کوئی نہیں کہ اس کا مقابلہ کر سکے۔ کوئی ہے کہ جو برکات اور نشانوں کے دکھلانے کے لئے مقابل میں کھڑا ہو کر ہمارے اس دعویٰ کا جواب دے !!!“(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 224)

کتاب کا ایک مقدمہ ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص القا اور الہام سے مثیل مسیح ہونے کے دعویٰ پر تین رسائل فتح اسلام، توضیح مرام اور ازالہ اوہام لکھے اور چاہیے تو یہ تھا کہ عین نعمت الٰہی پر لوگ سجدات شکر بجالاتے لیکن بعض علماء کی فتنہ اندازی کی وجہ سے معاملہ اس کے برعکس ہوا۔ اور اس

فتنہ کے بانی مبانی محمد حسین بٹالوی صاحب کو قرار دیتے ہوئے ان کی مغویانہ کارستانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اورانکے فتوئ کفر پر تبصرہ کرتے ہوئے فتاویٰ کفر کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھا:

’’یہ بات تو سچ ہے کہ قدیم سے علماء کا یہی حال رہا ہے کہ مشائخ اور اکابر اور ائمہ وقت کی کتابوں کے جب بعض بعض حقائق اور معارف اور دقائق اور نکات عالیہ ان کو سمجھ نہیں آئے اور ان کے زعم میں وہ خلاف کتاب اللہ اور آثار نبویہ پائے گئے تو بعض نے علماء میں سے ان اکابر اور ائمہ کو دائرہ اسلام سے خارج کیا اور بعض نے نرمی کر کے کافر تو نہ کہا لیکن اہلسنت والجماعت سے باہر کر دیا۔ پھر جب وہ زمانہ گذر گیا اور دوسرے قرن کے علماء پیدا ہوئے تو خدا تعالیٰ نے ان پچھلے علماء کے سینوں اور دلوں کو کھول دیا اور ان کو وہ باریک باتیں سمجھا دیں جو پہلوں نے نہیں سمجھی تھیں۔ تب انہوں نے ان گذشتہ اکابر اور اماموں کو ان تکفیر کے فتووں سے بَری کر دیا اور نہ صرف بری بلکہ ان کی قطبیّت اور غوثیت اور اعلیٰ مراتب ولایت کے قائل بھی ہو گئے اور اسی طرح علماء کی عادت رہی اور ایسے سعید ان میں سے بہت ہی کم نکلے جنھوں نے مقبولان درگاہ الٰہی کو وقت پر قبول کر لیا امام کامل حسین رضی اللہ عنہ سے لیکر ہمارے اس زمانہ تک یہی سیرت اور خصلت ان ظاہر پرست مدعیان علم کی چلی آئی کہ انہوں نے وقت پر کسی مرد خدا کو قبول نہیں کیا خدائے تعالیٰ نے یہودیوں کی نسبت قرآن کریم میں بیان فرمایا تھا کہ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ ۔ یعنی اے بنی اسرائیل کیا تمہاری یہ عادت ہو گئی کہ ہر ایک رسول جو تمہارے پاس آیا تو تم نے بعض کی ان میں سے تکذیب کی اور بعض کو قتل کر ڈالا۔ سو یہی خصلت اسلام کے علماء نے اختیار کر لی تا یہودیوں سے پوری پوری مشابہت پیدا کریں سو انہوں نے نقل اتارنے میں کچھ فرق نہیں رکھا اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کہ تا وہ سب باتیں پوری ہو جائیں جو ابتدا سے رسول کریم نے اس مشابہت کے بارہ میں فرمائی تھیں۔ ہاں علماء نے مقبولوں کو قبول بھی کیا اور بڑی ارادت بھی ظاہر کی یہاں تک کہ ان کی جماعت میں بھی داخل ہو گئے مگر اس وقت کہ جب وہ اس دنیا ناپائیدار سے گذر گئے اور جب کہ کروڑہا بندگان خدا پر ان کی قبولیت ظاہر ہو گئی۔‘‘

پھر زمانہ کی حالت کا بیان فرمایا اور اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا ذکر کیا اور حیات مسیح کے نقصانات بیان کرتے ہوئے اس کو مشرکانہ عقیدہ قرار دیا۔ اور دلائل سے ثابت فرمایا ہے کہ مسیح ناصری فوت ہو چکا ہے۔

اس زمانے کے علماء اور فقراء اور صوفیا کی حالت کا بیان ہے۔ کہ یہ تو یہود سے بھی بڑھ کر ہو رہے ہیں۔اور واضح فرمایاہے کہ یہ دجال کے ظہور کا وقت ہے ۔اور اس کے ساتھ یہ فرمایا کہ :

”سوچو کہ اس زمانہ میں ان بے راہیوں کا کچھ انتہا بھی ہے ان آفتوں نے اسلام کے دونوں بازؤں پر تبر رکھ دیا ہے اے سونے والو! بیدار ہو جاؤ، اے غافلو! اٹھ بیٹھو کہ ایک انقلاب عظیم کا وقت آ گیا۔ یہ رونے کا وقت ہے نہ سونے کا اور تضرّع کا وقت ہے نہ ٹھٹے اور ہنسی اور تکفیر بازی کا دعا کرو کہ خداوند کریم تمہیں آنکھیں بخشے تا تم موجودہ ظلمت کو بھی بتمام و کمال دیکھ لو اور نیز اُس نور کو بھی جو رحمت الٰہیہ نے اُس ظلمت کے مٹانے کیلئے تیار کیا ہے پچھلی راتوں کو اٹھو اور خدا تعالیٰ سے رو رو کر ہدایت چاہو اور ناحق حقّانی سلسلہ کے مٹانے کیلئے بد دعائیں مت کرو اور نہ منصوبے سوچو۔ خدا تعالیٰ تمہاری غفلت اور بھول کے ارادوں کی پیروی نہیں کرتا۔ وہ تمہارے دماغوں اور دلوں کی بے وقوفیاں تم پر ظاہر کرے گا اور اپنے بندہ کا مددگار ہو گا اور اس درخت کو کبھی نہیں کاٹے گا جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے کیا کوئی تم میں سے اپنے اس پودہ کو کاٹ سکتا ہے جس کے پھل لانے کی اس کو توقع ہے پھر وہ جو دانا و بینا اور ارحم الراحمین ہے وہ کیوں اپنے اس پودہ کو کاٹے جس کے پھلوں کے مبارک دنوں کی وہ انتظار کر رہا ہے۔ جب کہ تم انسان ہو کر ایسا کام کرنا نہیں چاہتے پھر وہ جو عالم الغیب ہے جو ہر ایک دل کی تہہ تک پہنچا ہوا ہے کیوں ایسا کام کرے گا۔ **پس تم خوب یاد رکھو کہ** تم اس لڑائی میں اپنے ہی اعضاء پر تلواریں مار رہے ہو سو تم ناحق آگ میں ہاتھ مت ڈالو ایسا نہ ہو کہ وہ آگ بھڑکے اور تمہارے ہاتھ کو بھسم کر ڈالے یقیناً سمجھو کہ اگر یہ کام انسان کا ہوتا تو بہتیرے اس کے نابود کرنے والے پیدا ہو جاتے اور نیز یہ اس اپنی عمر تک بھی ہرگز نہ پہنچتا جو بارہ برس کی مدت اور بلوغ کی عمر ہے۔ کیا تمہاری نظر میں کبھی کوئی ایسا مفتری گذرا ہے کہ جس نے خدا تعالیٰ پر ایسا افترا کر کے کہ وہ مجھ سے ہم کلام ہے پھر اس مدت مدید کے سلامتی کو پا لیا ہو۔ افسوس کہ تم کچھ بھی نہیں سوچتے اور قرآن کریم کی ان آیتوں کو یاد نہیں کرتے جو خود نبی کریم کی نسبت اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تو ایک ذرہ مجھ پر افترا کرتا تو میں تیری رگِ جان کاٹ دیتا۔ پس نبی کریم سے زیادہ تر کون عزیز ہے کہ جو اتنا بڑا افترا کر کے اب تک بچا رہے بلکہ خدائے تعالیٰ کی نعمتوں سے مالا مال بھی ہو۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 85)

اس کے بعد دین اسلام کی عرفان انگیز حقیقت بیان فرماتے ہوئے فنا، بقا اور لقا کا مرتبہ بیان فرمایا ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام،روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 106)

اوراس ضمن میں نبی اکرم ﷺ کے اعلیٰ وارفع مقام کاذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ کے اقتداری معجزات کاذکر ہے۔اور اس کے ساتھ ہی اس بات کی تردید بھی ہے کہ ان معجزات سے کہیں کم تر معجزات کی بناء پر عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو خدا بنائے بیٹھے ہیں۔اسی ضمن میں روح القدس جبرئیل کے ہر دم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہنے اور ان فرشتوں کے کبھی جدا نہ ہونے کا مضمون بیان کیا گیاہے۔مختلف قرآنی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کے ارفع مقام کا بیان ہے۔

سورۃ الطارق اور سورۃ النجم کی عارفانہ تفسیر بیان کرتے ہوئے قرآنی قسموں کا ایسازبردست مضمون بیان کیا گیا ہے کہ پچھلے چودہ سوسالوں کی تفسیریں ان معارف سے تہیدست تھیں۔

فرشتوں کی ضرورت اوراہمیت اور فرشتوں کے اترنے اور آسمانوں پر چڑھنے ان کے کاموں کی فلاسفی کا بیان ہے۔

شہب ثاقبہ اور دمدارستاروں کا بیان، آسمان کی ھیئت اور اس کے پھٹنے سے کیا مراد ہے،سات آسمانوں اور سات زمینوں سے کیا مراد ہے اور کیوں ان کو سات میں محدود کیا،ان کو چھ دنوں میں پیدا کرنا کیا اس کے ضعف پر دلالت کرتا ہے؟ آفتاب 365صورتوں میں 365قسم کی تاثیریں دنیامیں ڈال رہاہے۔اور زمین وآسمان کی تاثیرات کاذکر، تخلیق انسان کے چھ مراتب کی عارفانہ تشریح،اس ضمن میں انسان کی روحانی پیدائش کے بھی چھ مراتب بیان کئے گئے ہیں،اوراسی طرح چھ مراتب خداتعالیٰ کی پاک کلام میں بھی ہیں اور ہر یک عاقل اور فصیح منشی کے کلام میں یہی چھ مراتب جمع ہوسکتے ہیں۔

عیسائی اخبار نورافشاں 13اکتوبر 1892ء میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول لکھا گیا کہ قیامت اور زندگی میں ہی ہوں۔۔۔اس پر اخبار نے دعویٰ کیا کہ کوئی اور ہستی ہے جس نے ایسا دعویٰ کیاہو،؟اس کا جواب دیا گیاہے۔[صفحہ 199] کہ یہ محض دعویٰ بے دلیل اور خیال محال ہے۔اوراصل روحانی حیات بخشنے والی ہستی محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔

اوراس زمانہ میں دنیامیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی اوراپنا چہرہ دکھانے کے لئے حضور علیہ السلام کو مبعوث کیاہے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”اب اتمام حجت کے لئے میں یہ ظاہر کرناچاہتاہوں کہ اسی کے موافق جو ابھی میں نے ذکر کیاہے خدائے تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک پاکر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر

ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راستبازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے کہ تا وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملہ سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ سواے حق کے طالبو سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ وقت وہی وقت نہیں ہے جس میں اسلام کے لئے آسمانی مدد کی ضرورت تھی۔"(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد5 صفحہ 251)

ایسا ہی موجودہ زمانہ کے جدید علوم اور فلسفہ کے حملوں کے وقت اسلام کی یقینی فتح کی خوشخبری سناتے ہوئے آپ اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

"اِس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بے دل نہیں ہونا چاہیئے کہ اب کیا کریں یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلّت کے ساتھ پسپا ہو گا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں۔ کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔ میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے جس علم کی رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کو جہالتیں ثابت کر دے گا اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہے ہیں اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔ یہ اقبال روحانی ہے اور فتح بھی روحانی تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو اس کی الٰہی طاقت ایسا ضعیف کرے کہ کالعدم کر دیوے میں متعجب ہوں کہ آپ نے کس سے اور کہاں سے سن لیا اور کیونکر سمجھ لیا کہ جو باتیں اس زمانہ کے فلسفہ اور سائنس نے پیدا کی ہیں وہ اسلام پر غالب ہیں حضرت خوب یاد رکھو کہ اس فلسفہ کے پاس تو صرف عقلی استدلال کا ایک ادھورا سا ہتھیار ہے اور اسلام کے پاس یہ بھی کامل طور پر اور دوسرے کئی آسمانی ہتھیار ہیں پھر اسلام کو اس کے حملہ سے کیا خوف۔"

سر سید احمد خان صاحب پر جو وحی و الہام کے منکر تھے اتمام حجت کرتے ہوئے وحی و الہام کی کیفیت کا

بیان ہے۔

اس کے علاوہ مباہلہ کا اشتہار ہے جو پہلی بار اس کتاب میں شائع ہوا ہے۔

پیشگوئی احمد بیگ جو محمدی بیگم کے نام سے معروف ہے۔اس کا پہلی بار تفصیل سے بیان اسی کتاب میں ہے۔

محمد حسین بٹالوی صاحب کے نام کچھ خط و کتابت ہے جو حضرت اقدس علیہ السلام کے سوانح اور سیرت کے بھی غماز ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت ﷺ کی روحانی طور پر بعثت اور ظہور کا عارفانہ بیان ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 346)

نواب محمد علی خان صاحب کے ایک خط کا تفصیلی جواب بھی ہے جو بہت سے معارف اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔اور اسی خط میں بڑے جلال کے ساتھ ایک جگہ فرماتے ہیں:

”خدائے تعالیٰ غنی بے نیاز ہے جب تک کسی میں تذلل اور انکسار نہیں دیکھتا اس کی طرف توجہ نہیں فرماتا۔ لیکن وہ اس عاجز کو ضائع نہیں کرے گا اور اپنی حجت دنیا پر پوری کر دے گا اور کچھ زیادہ دیر نہیں ہو گی کہ وہ اپنے نشان دکھاوے گا لیکن مبارک وہ جو نشانوں سے پہلے قبول کر گئے وہ خدائے تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں اور وہ صادق ہیں جن میں دغا نہیں۔ نشانوں کے مانگنے والے حسرت سے اپنے ہاتھوں کو کاٹیں گے کہ ہم کو رضائے الٰہی اور اس کی خوشنودی حاصل نہ ہوئی جو ان بزرگ لوگوں کو ہوئی جنہوں نے قرائن سے قبول کیا اور کوئی نشان نہیں مانگا۔ سو یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے اس سلسلہ کو بے ثبوت نہیں چھوڑے گا۔ وہ خود فرماتا ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا۔ جن لوگوں نے انکار کیا اور جو انکار کیلئے مستعد ہیں ان کیلئے ذلت اور خواری مقدر ہے۔ انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر یہ انسان کا افترا ہوتا تو کب کا ضائع ہو جاتا کیونکہ خدا تعالیٰ مفتری کا ایسا دشمن ہے کہ دنیا میں ایسا کسی کا دشمن نہیں وہ بیوقوف یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ کیا یہ استقامت اور جرأت کسی کذاب میں ہو سکتی ہے۔ وہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ جو شخص ایک غیبی پناہ سے بول رہا ہے وہی اس بات سے مخصوص ہے کہ اس کے کلام میں شوکت اور ہیبت ہو۔ اور یہ اسی کا جگر اور دل ہوتا ہے کہ ایک فرد تمام جہان کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو جائے۔ یقیناً منتظر رہو کہ وہ دن آتے ہیں بلکہ نزدیک ہیں کہ دشمن روسیاہ ہو گا اور دوست نہایت ہی بشاش ہوں گے۔ کون ہے دوست؟ وہی جس نے نشان دیکھنے سے پہلے مجھے قبول کیا اور جس نے

اپنی جان اور مال اور عزت کو ایسا فدا کر دیا ہے کہ گویا اس نے ہزار ہا نشان دیکھ لئے ہیں۔ سو یہی میری جماعت ہے اور میرے ہیں جنہوں نے مجھے اکیلا پایا اور میری مدد کی۔ اور مجھے غمگین دیکھا اور میرے غم خوار ہوئے۔ اور ناشناسا ہو کر پھر آشناؤں کا سا ادب بجالائے خدا تعالیٰ کی اُن پر رحمت ہو۔ اگر نشانوں کے دیکھنے کے بعد کوئی کھلی صداقت کو مان لے گا تو مجھے کیا اور اس کو اجر کیا اور حضرت عزت میں اس کی عزت کیا۔ مجھے در حقیقت انہوں نے ہی قبول کیا ہے جنہوں نے دقیق نظر سے مجھ کو دیکھا اور فراست سے میری باتوں کو وزن کیا اور میرے حالات کو جانچا اور میرے کلام کو سنا اور اس میں غور کیا تب اسی قرائن سے خدا تعالیٰ نے ان کے سینوں کو کھول دیا اور میرے ساتھ ہو گئے۔ میرے ساتھ وہی ہے جو میری مرضی کیلئے اپنی مرضی کو چھوڑتا ہے اور اپنے نفس کے ترک اور اخذ کیلئے مجھے حکم بناتا ہے اور میری راہ پر چلتا ہے اور اطاعت میں فانی ہے اور انانیت کی جلد سے باہر آگیا ہے۔ مجھے آہ کھینچ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ کھلے نشانوں کے طالب وہ تحسین کے لائق خطاب اور عزت کے لائق مرتبے میرے خداوند کی جناب میں نہیں پاسکتے جو ان راستبازوں کو ملیں گے جنہوں نے چھپے ہوئے بھید کو پہچان لیا اور جو اللہ جل شانہ کی چادر کے تحت میں ایک چھپا ہوا بندہ تھا اس کی خوشبو ان کو آگئی۔ انسان کا اس میں کیا کمال ہے کہ مثلاً ایک شہزادہ کو اپنی فوج اور جاہ و جلال میں دیکھ کر پھر اس کو سلام کرے۔ باکمال وہ آدمی ہے جو گداؤں کے پیرایہ میں اس کو پاوے اور شناخت کر لیوے۔ مگر میرے اختیار میں نہیں کہ یہ زیرکی کسی کو دوں۔ ایک ہی ہے جو دیتا ہے وہ جس کو عزیز رکھتا ہے ایمانی فراست اس کو عطا کرتا ہے انہیں باتوں سے ہدایت پانے والے ہدایت پاتے ہیں اور یہی باتیں ان کیلئے جن کے دلوں میں کجی ہے زیادہ تر کجی کا موجب ہو جاتی ہیں۔" (آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 349 تا 350)

التبلیغ

حضرت اقدسؑ نے اس کتاب کا عربی حصہ جو ''التبلیغ'' کے عنوان سے تحریر فرمایا تھا روحانی خزائن جلد 5 کے صفحہ 364 تا 596 پر موجود ہے۔ حضورؑ کی یہ پہلی عربی تصنیف ہے۔ اس عربی رسالہ میں جو پنجاب اور ہندوستان اور ممالک عرب اور فارس اور روم اور مصر اور ایران اور ترکستان اور دیگر بلاد کے پیرزادان اور سجادہ نشینوں اور بدعتی فقیروں اور زاہدوں اور صوفیوں اور خانقاہوں کے گوشہ گزینوں کی طرف لکھا گیا۔ اس کو عربی زبان میں لکھنے کی ایک حکمت حضورؑ نے یہ بھی بیان فرمائی کہ دراصل اس زمانہ کے پیروں فقیروں کی دینی حالت بہت ابتر ہے اور حقیقت میں ان کو عربی زبان اور قرآن کا فہم ہی نہیں ہے۔ اگر ان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور قرآن سے محبت ہوتی تو وہ سب سے پہلے قرآن کا علم حاصل کرتے اور عربی زبان سیکھنے کی طرف توجہ کرتے لیکن ایسا نہیں ہے۔ جو کہ ان کی منافقت کی دلیل ہے۔ حضورؑ نے لکھا کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ان کے بالمقابل انگریز عیسائی پادریوں نے پچاس پچاس سال کی بڑی عمر میں عربی زبان سیکھی اور قرآن کو سیکھنے کی کوشش کی۔ اور جس شخص کو قرآن کی محبت کا دعویٰ ہو اور پیر اور شیخ کہلواتا ہو اس میں محبت کے یہ آثار ہی نہ پائے جائیں تو یہی ایک دلیل کافی ہے کہ فقر کے دعویٰ میں وہ دھوکے باز ہے۔

اس کے بعد حضورؑ نے اپنی بعثت کے بنیادی مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے پہلی امتوں خصوصاً نصاریٰ کی آزمائش اور ان کی دین سے دوری اور دنیا میں ترقی کے اسباب کا مختصر طور پر ذکر فرمایا ہے۔ پھر آنے والے کو مسیح کا نام دینے کی وجہ بیان فرمائی۔ چونکہ مخاطب صوفیاء اور اولیا اور پیر فقیر تھے اس لئے آپؑ نے ان سب کو چیلنج دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں تو اپنے خدا کی طرف رجوع کرو اور اپنے خدا سے اپنے لئے فتح مانگو اور تم پھر جلد جان لوگے کہ کون ہلاک ہوتا ہے اور کس کی وہ خدا حفاظت فرماتا ہے۔ پھر اپنے عقائد کو کھول کر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''ہم یقین رکھتے ہیں کہ جنت و دوزخ حق ہیں۔ مُردوں کا دوبارہ اٹھایا جانا حق ہے اور انبیاء کے معجزات بھی حق ہیں۔ ہمارا یہ بھی اعتقاد ہے کہ نجات صرف اسلام اور ہمارے نبی سردارِ مخلوق کی اتباع میں ہے۔ ہر وہ چیز جو اسلام کے خلاف ہے ہم اس سے بری ہیں۔ ہم ہر اس چیز پر ایمان رکھتے ہیں جو ہمارے رسول کریم لائے ہیں گو اس کی بلند حقیقت کو ہم نہ سمجھتے ہوں۔ جس نے اس کے خلاف ہمارے بارے میں کچھ کہا تو اس نے یقیناً ہم پر کذب اور افترا کیا۔ پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر ذلیل بخیل کی باتوں کی تصدیق مت کرو جو کہ ہماری طرف سانپ کی طرح دوڑ کر آتا ہے۔ وہ میری تکفیر کی طرف مائل ہے اپنی کمزور رائے کی بنا پر اور وہ صرف خواہش کی پیروی کرتا ہے۔ اور جان لو کہ میرا دین اسلام ہے اور توحید باری تعالیٰ پر میرا یقین ہے۔ میرا دل نہ تو گمراہ ہوا اور نہ ہی سرکش۔ اور جس نے قرآن کو ترک کیا اور قیاس کی پیروی کی تو وہ اس انسان کی مانند ہے جو کہ درندے کی درندگی کا شکار ہو گیا ہے اور مہلک گڑھے میں گر گیا

اور ہلاک ہو کر فنا ہو گیا۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میں عاشق اسلام ہوں اور حضرت محمد مصطفیٰ کا فدائی ہوں اور احمد مصطفیٰ کا غلام ہوں۔"

اسی طرح آپؑ نے بیان فرمایا کہ :"جوں ہی بچپن سے جوانی میں قدم رکھا تو اللہ تعالیٰ کی توفیق نے میری رہنمائی کی کہ میں کتابیں لکھوں اور مخالفوں کو اللہ کے روشن دین کی طرف بلاؤں۔ پس میں نے ہر ایک مخالف کو کتاب بھیجی۔ میں نے ہر بوڑھے اور جوان کو اسلام کی دعوت دی۔ اور میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں ہر طالب کو نشانات دکھاؤں گا۔ اور ان سے وعدہ کیا کہ اگر میں جواب دینے سے عاجز رہا تو دنیا کا کثیر مال و دولت ان کو دوں گا۔ پس ان کے چہرے پھیکے پڑ گئے اور انہوں نے انکار کیا۔ کوئی مقابلے کیلئے نہ نکلا اور نہ ہی نکلنے والا تھا۔ کسی نے میری آواز کا جواب نہیں دیا۔ نہ ہاں میں نہ ناں میں۔ نہ ان میں سے کوئی سوار ہو کر آیا اور نہ ہی پیدل۔ پس یہ فکر کرنے والوں کیلئے میری سچائی اور راستی کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔ جس نے مجھے پہچان لیا یقیناً اس نے میری تصدیق کی اور جس نے نہیں پہچانا اس نے تصدیق نہیں کی۔ جس نے میرے معاملے میں کوشش کی تو اللہ نے اس پر یہ امر کھول دیا۔ یقیناً خوشخبری ہے ان دلوں کیلئے جو کہ کوشش کرتے ہیں۔ درخت سے پھل بیٹھنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ جو راستے کی جدوجہد کو ترجیح نہیں دیتا وہ ایک چھلکے کا بھی مالک نہیں بن سکتا۔ جو لوگ طلب کرتے ہیں وہ پا لیتے ہیں۔ پس اے میری قوم بغیر عرفان کے میری تکفیر مت کرو اور بغیر دلیل کے میری تکذیب مت کرو۔ مجھ پر گالیوں کی بوچھاڑ اور مجھے اپنے عتاب سے دکھیا مت کرو۔ اور اللہ کے غیب میں دخل مت دو۔ اور جو تم نہیں جانتے ہو اس پر اصرار مت کرو۔ ہو سکتا ہے کہ تم ایک شخص کی تکفیر کرو اور وہ اللہ کے نزدیک مومن ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی کو فاسق قرار دو اور وہ اللہ کے نزدیک نیک صالح ہو۔ اور اللہ اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھتا ہے اور تم نہیں دیکھ سکتے۔ اے میری قوم! اگر میں باطل پر ہوں تو اللہ میری بیخ کنی کیلئے کافی ہے اور اگر میں حق پر ہوں تو میں ڈرتا ہوں کہ تم اپنی زیادتیوں کے باعث پکڑے نہ جاؤ۔"

پھر اس زمانہ کے علماء و اولیاء کی ابتر حالت کا ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ اب ہر طرح کی برکت مجھ سے وابستہ ہے اگر وہ برکات چاہتے ہو تو میری طرف رجوع کرنا ہو گا کیونکہ خدا نے اب مجھے بھیجا ہے۔

اس کے بعد عرب کے مشائخ اور علماء کو مخاطب کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ اور ان سے مخاطب ہوتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی محبت میں از خود رفتہ ہو کر وہ محبت بے ساختہ جس طرح الفاظ سے نکلتی ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ان الفاظ کی روشنی میں ہم اس دل کی کیفیت کو کچھ جان سکتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے عشق میں کس قدر بے چین دل تھا۔ چنانچہ آپؑ لکھتے ہیں:" السلام علیکم اے خالص عرب کے نیک اور بزرگ لوگو! سلام اے نبی کریمؐ کی زمین اور بیت اللہ عظیم کے پڑوس میں رہنے والو۔ تم اسلام کی بہترین امت ہو۔ اور اس بلند خدا کا سب سے بہتر گروہ ہو۔ کوئی قوم تمہاری شان کو نہیں پہنچ سکتی۔ یقیناً تم شرف، بزرگی اور منزلت

میں بڑھ کر ہو۔ تمہارے لئے یہی فخر کافی ہے کہ اللہ نے حضرت آدمؑ سے جو وحی شروع کی اس کو اس نبیؐ پر ختم کیا جو تم میں سے تھے اور تمہاری زمین ان کا وطن، ان کی پناہ اور جائے پیدائش تھی۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ نبیؐ کون ہے!! وہ محمد مصطفیٰؐ برگزیدوں کا سردار، انبیاء کا فخر، خاتم الرسل اور سب مخلوق کا امام ہے۔ ان کا احسان زمین پر چلنے والے ہر انسان پر ثابت ہے۔ آپؐ کی وحی نے رموز، معانی اور بلند نکات جو گمشدہ تھے ان سب کو پالیا۔ یقیناً آپؐ کے دین نے معارف حق کے راستے اور ہدایت کے طریقے جو ناپید ہو گئے ان کو از سر نو زندہ کیا۔ اے اللہ تو ان پر اپنا اتنا درود و سلام اور برکات نازل فرما جتنے کہ زمین کے قطرے، زمین کے ذرے، جتنے اس میں رہنے والے زندہ اجسام اور جتنے اس میں مدفون ہیں۔ آپؐ کو اتنی برکتیں عطا کر جتنے آسمانوں میں ذرے جو ظاہر اور جو مخفی ہیں۔ ان کو ہماری طرف سے اتنا سلام پہنچا جس سے آسمان کے کنارے بھر جائیں۔ خوش قسمت ہے وہ قوم جس نے محمد ﷺ کا جُوا اپنے کندھے پر رکھ لیا۔ مبارک ہے وہ دل جو ان تک پہنچا اور ان سے مل گیا اور ان کی محبت میں فنا ہو گیا۔ اے اس سرزمین کے باسیو! جس کو محمد مصطفیٰؐ کے قدموں نے رونق بخشی اللہ تم پر رحم کرے اور تم سے راضی ہو اور تم کو راضی رکھے۔ میں تمہارے بارے میں اچھا ظن رکھتا ہوں۔ اے اللہ کے بندو! میری روح میں تمہاری ملاقات کیلئے بڑی تشنگی ہے۔ میں تمہارے ملکوں کی اور تمہاری جمعیت کی برکات دیکھنے کا مشتاق ہوں۔ تا اس زمین کو دیکھوں جس کو مخلوق کے سردار کے قدموں نے چھوا اور اس مٹی کا سرمہ اپنی آنکھوں میں لگاؤں۔ اس زمین کی صلاحیتوں اور صلحاء کو ملوں، اس خطے کے مقدس مقامات اور علماء کو دیکھوں اور اس کے اولیاء اور اس کے بڑے بڑے نظاروں سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کروں۔ پس میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے تمہاری مٹی دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اپنی بڑی عظمت کے ذریعہ تمہاری زیارت سے مجھے خوش کرے۔ اے میرے بھائیو! میں تم سے، تمہارے ملکوں سے، تمہارے رستے کی ریت سے اور تمہاری گلیوں کے پتھروں سے بھی محبت کرتا ہوں۔ اور تمہیں جو کچھ اس دنیا میں ہے اس پر ترجیح دیتا ہوں۔ اے عرب کے جگرو! تمہیں اللہ نے سابقہ برکات کے علاوہ دوسری کثیر عنایات اور بڑی رحمتوں سے نوازا ہے۔ تمہارے پاس وہ بیت اللہ ہے جس کی وجہ سے بستیوں کی ماں (مکہ) کو برکت دی گئی ہے۔ تم میں اس مبارک نبی کریم کا روضہ ہے جس نے دنیا کے تمام کناروں میں توحید کو پھیلایا اور اللہ کے جلال کو ظاہر کیا اور روشن کیا۔ تم میں وہ قوم تھی جس نے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی پوری جان و دل، پوری روح اور پوری عقل سے۔ انہوں نے دین اللہ اور اس کی پاک کتاب کی اشاعت کے لئے اپنے مال اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ صرف تم ہی ان فضائل سے مخصوص کئے گئے ہو۔ جو تمہاری عزت نہیں کرتا وہ یقیناً زیادتی اور ظلم کرتا ہے۔ اے میرے بھائیو! میں تمہیں یہ خط اپنے ریزہ ریزہ جگر اور بہتے آنسوؤں کے ساتھ لکھ رہا ہوں۔ پس میری بات سنو۔ اللہ تمہیں سب سے بہتر جزا دے۔"

پھر اپنی بعثت اور صداقت کے دلائل اور پس منظر تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ جس میں وفات مسیح اور دجال کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔ اور اس ضمن میں امت مسلمہ میں جو خیالات چلے آرہے تھے ان کی وضاحت فرمائی ہے۔ اور آئندہ زمانہ کی علامات کی ایمان افروز بصیرت انگیز تشریح و توضیح فرمائی ہے۔

اس تفصیلی بیان کے بعد ضمیمہ کے طور پر حضورؑ نے اپنی سوانح کا بیان فرمایا ہے جو حضورؑ کی کسی بھی کتاب میں سب سے تفصیلی سوانح ہیں۔ آغاز میں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

”اے میرے بھائیو! جب میں اپنا یہ خط لکھ چکا اور میں نے اپنا مقالہ مکمل کر لیا تو میرے دل میں خیال آیا کہ میں اپنی اور اپنے آباؤ اجداد کی سوانح پر سے کچھ پردہ ہٹاؤں تا کہ تم جان لو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھ پر عنایت کی ہے اور مجھے احسانات اور نعمتوں کے ساتھ نوازا ہے۔ تا تمہیں میرے معاملات اور میری مہمات کے بارے میں مکمل بصیرت حاصل ہو جائے۔ تا کہ تم پر میرا مسکن اور میرا ٹھکانہ کھل کر واضح ہو جائے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تمہارے دلوں کو پھیر دے اور تم میرے پاس رشد و ہدایت کیلئے آؤ۔ یا تم مجھ سے خط و کتابت کے ذریعہ رابطہ رکھو اور سوال کرو۔

پس جان لو! اللہ تمہاری تائید کرے کہ میرے آبا و اجداد اصل میں فارسی النسل تھے اور قوم کے سرداروں اور امراء میں سے تھے۔ پھر خدائے رحمن کی قضا انہیں سمرقند کی طرف کھینچ کر لے گئی اور وہ وہاں کچھ عرصہ رہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ وہاں کتنا عرصہ رہے میرے پاس اس کا کوئی علم نہیں سوائے ان صفحات کے جو انہوں نے لکھے تھے۔ پھر ان کو یہ سوجھی کہ وہ ارض ہند کی طرف سفر کریں۔ پس وہ اپنے وطن سے نکلے اور پنجاب کے بعض اضلاع میں آکر پڑاؤ کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ اس کے بعض علاقوں کی زمین بہت زرخیز اور سرسبز ہے اور اس کی ہوا بھی صاف ستھری ہے اور پانی بھی میٹھا ہے۔ اس لئے انہوں نے یہیں ڈیرے ڈال دیئے اور یہاں مستقل رہنے کی نیت کر لی۔ وہ اپنی قوم کے مختلف لوگوں کے ساتھ سفر کر رہے تھے جن میں سردار بھی شامل تھے اور خادم بھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں اس زمین میں پناہ دی اور ان کو عزت کا ٹھکانا عطا کیا۔ انہوں نے یہاں پر ایک بستی کی بنیاد ڈالی جس کا نام اسلام پور رکھا (جو اب قادیان کے نام سے مشہور ہے) انہوں نے یہ بستی اس ارادے سے بنائی تھی کہ اس میں مسلمانوں کی جماعت رہے گی جو کہ ان کے عزیز و اقارب پر مشتمل تھی۔ تا کہ وہ ایک دوسرے کا سہارا بن سکیں اور اپنے آپ کو دشمنوں سے محفوظ رکھ سکیں اور جب ان کے خلاف کوئی بغاوت کرے تو ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔ اس طرح انہوں نے یہاں سکونت اختیار کی۔ اور اس علاقے کی زمین خرید لی۔ وہ خوب پھلے پھولے اور انہیں یہاں بہت برکت ملی۔ یہ واقعہ چغتائی بادشاہوں کے وقت کا ہے جو کہ اسی نسل کے لوگ تھے اور اس وقت پورے ہند کا اقتدار بابر بادشاہ کے پاس تھا وہ شرفاء کی عزت اور تعظیم کرنے والا تھا۔ اس نے انہیں عزت دی، ان کی مہمان نوازی کی اور انہیں ایک بہت بڑی بستی عطا کی۔ اور

انہیں اس علاقے کے امراء میں سے بنایا اور انہیں صاحب جائید اد بنایا اور زمینداروں کا سردار مقرر کر دیا اور انہیں اس علاقے کی بادشاہت عطا کی۔ اس طرح وہ عزت کے درجات میں بلند ہوتے چلے گئے۔ ان کی دولت، زمین اور امارت بڑھتی گئی۔ لیکن باوجود اپنی دولت اور امارت کے وہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے والے تھے۔ اور نیکی کے کاموں میں قدم بڑھانے والے تھے۔ ان کی امارت کے دنوں میں اسلام کا چہرہ ان کی رعایا اور قوموں میں چمک اٹھا۔ وہ اس قدر متقی تھے کہ ان کی رعایا ان کے سامنے عاجزی اختیار کرتی تھی۔ وہ نیکیوں کی ترغیب دیتے تھے اور خیراتی کاموں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ وہ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑنے والے تھے۔ وہ اللہ کے دین کے مددگار تھے۔ وہ حادثات میں مصیبت زدہ لوگوں کیلئے آگے بڑھ کر مدد کرنے والے تھے۔ مگر ان ایام کے بعد اسلامی سلطنت کے معاملات پر انقلاب آگیا اور اس کے طریقوں میں خلل اور کمزوری واقع ہوگئی تاکہ بدکردار بادشاہوں کو اللہ کی طرف سے ان کے جرموں کی سزا ملے۔ ان پر شدید عذاب آیا کیونکہ انہوں نے حدود اللہ کو بھلا دیا اور وہ حد سے بڑھے والے ہوگئے۔ ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا اور ان کے راستے جدا جدا ہوگئے۔ بعض بعض سے بغاوت کرنے لگ پڑے اور انہوں نے اپنے ہی لوگوں کو قتل کرنا اور فساد کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے ہدایت اور اصلاح کو مکمل طور پر ترک کر دیا اور وہ ان باتوں کی طرف مائل ہوگئے جو خلاف تقویٰ تھیں۔ اور وہ اپنے اعمال میں زیادتی کرنے والے ہوگئے۔ ان میں کوئی بھی ایسا باقی نہ رہا جو کہ نیکی سے پیش آتا اور مصیبت زدوں اور کمزوروں پر رحم کرتا بلکہ اسکے برعکس انہوں نے ایک دوسرے کا پیچھا تلواروں کے ساتھ کیا اور انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے شریکوں کو کھا جائیں اور اپنے بھائیوں، بڑوں اور آباؤ اجداد کی بیخ کنی کریں۔ اور ان کے بعد وہ ایسے ہو جائیں کہ ان کا بادشاہت میں کوئی شریک نہ رہے اور وہ بلا شرکت غیرے اس کے مالک ہوں۔ اور ان میں سے اکثر برائی کے کام کرتے تھے اور اپنی باریک شہوات کو پورا کرنے والے تھے۔ وہ اللہ کے فرائض اور اس کی حدود کو ترک کرنے والے تھے اور وہ خواہشات کے جال کی طرف دوڑ کر جانے والے تھے اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ وہ اس دنیا سے خوش تھے جو ان کے پاس تھی۔ وہ برائی، بغاوت اور ٹیڑھے پن کے نئے نئے راستے تلاش کرتے تھے۔ ان کا کام محض فساد ڈالنا رہ گیا تھا۔ پس وہ اپنی شان و شوکت سے ذلت کے گڑھے میں جا گرے۔ اس لئے زمانہ ان کیلئے بدل گیا اور ان کا دور الٹ گیا۔ یہ سب اس لئے ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ فاسق اس کی زمین کے وارث بنیں۔ ان میں سے بعض ایسے تھے جیسے وہ لوگ جو دین اسلام سے مرتد ہوگئے۔ انہوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اعلیٰ اسوہ حسنہ کی چادر کو اتار دیا۔ وہ اللہ کی نعمتوں کو نہ پہچان سکے اور نہ ہی اس کا شکر ادا کیا۔ پس اللہ نے اپنا غضب ان پر اتارا، ان کی بادشاہت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس کا شیرازہ بکھر گیا۔ اللہ نے ایسی قومیں ان پر مسلط کر دیں جنہوں نے اپنے ہاتھ ان کی بادشاہت کی طرف بڑھانے شروع کئے اور اس کو تقسیم کر دیا۔ یہ طوائف الملوکی

کا زمانہ تھا اور ہر ایک اپنے اپنے علاقے پر حکومت کرنے لگا۔ اور میرے آباواجداد بھی انہی میں سے تھے جو کہ اپنی ریاست پر حکم چلاتے تھے اور بادشاہوں کی طرح ان بستیوں پر ان کو اقتدار حاصل ہو گیا تھا۔ ان کی رعایا میں جو بھی واقعہ ہوتا اس کا فیصلہ میرے آباواجداد کرتے تھے۔ اور وہ جس طرح چاہتے تھے فیصلہ دیتے تھے۔ وہ سوائے اللہ کے کسی سے نہ ڈرتے تھے۔ نہ ہی وہ کسی سے اجازت لیتے تھے اور نہ ہی وہ اس میں تجاوز کرتے تھے۔ پھر میرے آباواجداد میں سے نیک بزرگ اللہ کو پیارے ہو گئے اور ان کے بعد نااہل لوگوں کا تسلط ہو گیا۔ جنہوں نے مسنون نیکیوں کو ضائع کر دیا۔ وہ نیکیوں کو کما حقہ ادا نہیں کرتے تھے جیسا کہ اس کا حق تھا۔ پس وہ بدعات اور رسوم میں پڑ گئے اور ان سے نفرت نہ کی۔ اور ان کے دل دنیا کیلئے پریشان ہو گئے۔ ان دنوں میں اسی طرح کی ہوا تمام مسلمان امراء میں چل پڑی اور طوائف الملوکی کا راج ہو گیا۔

وہ اللہ کی فرمانبرداری سے اور اس کے سامنے عاجزی کے ساتھ جھکنے سے غافل ہو گئے۔ انہوں نے قرآن کے احکام کی نافرمانی کی۔ جب بھی نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو کاہلی اور سستی سے کھڑے ہوتے۔ وہ محض دکھاوا کرتے اور خلوص دل سے ایسا نہ کرتے تھے۔ پس اللہ نے ان کی طرف دیکھا تو ان کو ایسے جسموں کی طرح پایا جس میں کوئی روح نہیں۔ وہ ایسے تھے جو دنیا پر ٹوٹ پڑے اور دنیا کے علاوہ ہر چیز سے وحشت کرنے والے تھے۔ وہ اپنی دنیا کی مہمات کیلئے تو ڈر رکھتے تھے مگر دین کی ان کو کوئی پرواہ نہ تھی۔ وہ نشاۃ اول کی جہالت کی غلاظت میں لتھڑے ہوئے تھے مگر نشاۃ ثانیہ کی روحانی زندگی سے غافل تھے۔ نہ انہیں اس کی طلب تھی اور نہ ہی وہ اس کو طلب کرنے والے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ کی حکمت نے تقاضا کیا کہ ان کو تنبیہ کرے۔ اس نے ارادہ کیا کہ ان سے بادشاہت کو چھین لے اور یہ بادشاہت ان لوگوں کو دے جو کہ بتوں کی پوجا کرنے والے تھے جو اپنے آپ کو خالصہ (سکھ) کہتے ہیں۔"

اس تفصیلی بیان میں قادیان کی تاریخ اور اس وقت کے سیاسی حالات کا تاریخی بیان کیا گیا ہے۔ اور اسکے بعد سکھ حکومت کے زوال اور انگریز حکومت کے تسلط اور امن وامان کی کیفیت کا بیان کیا گیا ہے۔ جس میں آپؑ نے لکھا کہ: "اس کی حکومت ہمارے لئے تروتازہ جھونکا لے کر آئی۔ جیسے کہ تیز بارش کے دنوں میں زمین تروتازہ ہو جاتی ہے۔ یہ ملکہ قیصرہ ہے جو ہر لحاظ سے قابل عزت ہے۔ اس کی بادشاہت اور اس کی حکومت ملکہ سبا سے بڑھ کر ہے۔" اور اسی ضمن میں حضورؑ علیہ السلام نے ملکہ وکٹوریہ کو مخاطب کرتے ہوئے اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہوئے گویا اس پر حجت تمام فرما دی۔ حضورؑ نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "اے ملکہ برطانیہ! تو توبہ کر اور میری بات سن۔ میری پکار سن اللہ تجھے تیری بادشاہی میں برکت دے تمہارے مال وحال میں۔ اور تو ان میں سے ہو جائے جن پر رحم کیا جاتا ہے۔ اگر امتحان کے وقت میرا جھوٹ ظاہر ہو جائے تو اللہ کی قسم میں راضی ہوں کہ مجھے قتل کر دیا جائے یا صلیب دے دی جائے یا میرے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔ اور

ان لوگوں کے ساتھ ملا دیا جاؤں جنہیں ذبح کیا جاتا ہے۔ اور اگر میری سچائی ظاہر ہو جائے تو میں تجھ سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے تیرے رجوع کرنے کے اس ذات کی طرف جس نے تجھے پیدا کیا اور تیری ربوبیت کی اور تجھے عزت دی۔ اور تجھے وہ سب عطا کیا جو تم نے مانگا۔ پس تو میری دعوت کو سن۔

اے مملکت عظیمہ کی ملکہ قیصرہ ہند! ان لوگوں میں سے مت ہو جن کے دل حق کے ذکر کے وقت تنگ ہو جاتے ہیں اور وہ اعراض کرتے ہیں۔

اے معزز ملکہ برطانیہ! اللہ تیرے غموں کو دور کرے اور تیری عمر اور تیری نسل کو دراز کرے۔ اللہ تجھے عافیت میں رکھے اور دشمنوں اور حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ میں نے یہ وصایا محض خالصتاً اللہ کی خاطر تجھ پر رحم کھاتے ہوئے اور تیری آخرت کو سنوارنے کیلئے کی ہیں۔ میں تیرے لیے دن رات کی برکات مانگتا ہوں۔ میں تیری حکومت اور تیرے لئے ہر میدان کی برکات کیلئے دعا گو ہوں۔

اے زمین کی ملکہ! اسلام قبول کر لے تو امن میں آ جائے گی۔ تو اسلام قبول کر لے تو اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن تک رفع عطا کرے گا۔ اللہ تجھے دشمنوں سے سلامت اور محفوظ رکھے۔ اللہ تیری حفاظت ان کے ذریعے کرے جو اس کی طرف سے حفاظت کیلئے مقرر کئے جاتے ہیں۔

اے ملکہ! میں وہ شخص ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا سے آخرت کی طرف کھینچ لیا ہے۔ مجھے اس دنیا میں سوائے دو روٹیوں اور پانی کے کوزے کے علاوہ کچھ نہیں چاہئے۔ اللہ نے میرے دل کو دنیا کی خواہشات سے پھیر دیا ہے۔ نہ مجھے مرتبہ چاہئے نہ دنیا کی چمک اور زینت۔ میں چاہتا ہوں کہ میں ان لوگوں میں سے ہو جاؤں جن کیلئے جنت میں عزت کے تخت بچھائے جاتے ہیں اور وہ اس کی نعمتوں سے رزق دیئے جاتے ہیں۔ اور وہ خدا کے مقدس باغوں میں سیر کرتے ہیں۔" [اس کا تفصیلی ذکر اسی شمارہ میں الگ موجود ہے۔ مدیر]

مضمون کے آخر پر ایک مرتبہ پھر اپنے سوانح اور آباؤاجداد کا تفصیلی تعارف آپ نے لکھا ہے۔ اور اس ساری تفصیل میں آپؑ نے قادیان سے ایک مرتبہ پھر نکالے جانے کے مصائب کا ذکر کرتے ہوئے اپنے والد ماجد کی تکالیف کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ بیان کرتے ہیں کہ

"پھر کچھ زمانہ گزرنے کے بعد اور پریشانی دیکھنے کے بعد انہوں نے اسباب معاش کی تلاش میں کشمیر کی طرف رخ کیا کہ شاید اللہ ان کی اس مصیبت کو دور کر دے۔ اور اس مرض کو دفع کر دے۔ اور شاید کہ خدا اپنی قضا سے ان کے دن جلد پھیر دے اور وہ پھر سے خوشحال ہو جائیں اتفاق سے انہیں دنوں میں پیدا ہوا اور اللہ تعالیٰ مجھے پوشیدہ کونے سے نکال کر منظر عام پر لے آیا۔ اور میں اپنے وطن پر سربسجود ہو گیا۔ یہ وہ ایام تھے جب اللہ نے میرے والد کے دن پھیر دیئے وہ خوف کے بعد امن میں آ گئے۔ اور تنگی کے بعد فراخی آ گئی اور وہ انعام یافتہ لوگوں کی طرح ہو گئے۔ والی کشمیر نے انہیں پناہ دی۔ اس کا دل ان کی مصیبت پر فوراً نرم ہو گیا۔ پس جب

اس نے میرے والد صاحب سے باتیں کیں تو والی کشمیر نے دیکھا کہ اللہ نے کیا علم، عقل اور اعلیٰ طبیعت میرے والد صاحب کو عطا کی ہے اور اس نے علامات سے پہچان لیا کہ یہ تو بہت قیمتی موتی ہے۔ پس وہ ان کی ضروریات کو پوری کرنے اور ان کو خصوصی مقام دینے کی طرف مائل ہو گیا۔ اور انہیں اپنے خاص لوگوں کے دائرہ سے منسلک کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اس نے کہا کہ آپ خوف نہ کریں آپ ہمارے خاص معزز معاونین میں سے ہوں گے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے میرے والد کو بسایا اور انہیں لوگوں کی نظر میں محبوب بنایا۔ انہیں عزت، قبولیت اور آسانی عطا کی۔ ان کی طرف اللہ نے انعام اور دوسری آسانیوں کے ساتھ نظر کی۔ یہ محض اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تھی اور وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ میں نے اپنی والدہ کو کئی مرتبہ کہتے سنا وہ مجھے کہا کرتی تھیں کہ تمہاری ولادت کے دن سے ہمارے ایام پھر گئے۔ اور اس سے قبل ہم شدید مصائب اور انواع و اقسام کے دکھوں میں مبتلا تھے۔ اور ہمیں محنت و مشقت نے آلیا تھا۔ تمہارے آنے کے ساتھ ہر بھلائی ہمیں مل گئی اور تو بابرکت لوگوں میں سے تھا۔ میرے والد رتبے میں ترقی کرتے چلے گئے اور بلند سے بلند ترین مقام کی طرف بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ بلندی کی عروج تک پہنچ گئے۔ اللہ نے انہیں عزت اور جلال والا لباس عطا کیا اور کسی چیز کی کمی نہیں رہنے دی اور وہ متمول لوگوں میں ہو گئے۔

پھر ان پر وطن کی یاد غالب آگئی انہیں شوق ہوا کہ وہ اپنی پرانی جگہ جسے وہ چھوڑ آئے تھے اور اپنے گھر اور وطن کو واپس جائیں۔ پس انہوں نے دوری اور غربت کے خیموں کو اکھیڑ دیا اور اپنے اہل اور خاندان کی طرف واپس جانے کیلئے گھوڑے پر زین ڈال دی۔ وہ اپنے اہل و عیال کے پاس صحیح سلامت، امیر ہو کر، ترو تازہ چہرے کے ساتھ، کشادہ رزق کے ساتھ اور وسیع بازو کے ساتھ واپس لوٹے۔ یہ اس اللہ کا فضل تھا جس نے ہم سے غم کو دور کیا۔ اور ہم سے ہماری تکلیف دور کر دی۔ اس نے ہماری کفالت کی اور وہ خود ہمارا متولی ہوا۔ اس نے ہم پر احسان کیا اور وہ سب سے بڑھ کر احسان کرنیوالا ہے۔

پھر میرے والد صاحب نے عزم کیا کہ وہ اپنی قسمت کو زراعت کے ذریعے آزمائیں تا کہ وہ کاٹنے والے سفر سے اور ہلاک کرنے والی جدائی سے نجات پائیں جو انہیں اہل و عیال سے اور بیٹے بیٹیوں سے دور رکھتی تھی۔ پس انہوں نے اپنے لئے پسند کیا کہ وہ زمین خریدیں اور کھیتی باڑی کریں۔ پس اللہ کے فضل سے ان کی معیشت بہتر ہو گئی۔ اور ان کی زندگی بافراغت ہو گئی۔ ان کے چند دیہات ان کو لوٹا دیئے گئے جو کہ گزرے زمانوں میں ان کے آباؤ اجداد سے چھین لئے گئے تھے۔ شدید کمزوری کے بعد اللہ نے ان کو پھر قوت عطا کی۔ اللہ نے ان اشیاء میں برکت رکھ دی جو اس سے قبل ممنوع اور نایاب تھیں۔ یہ سب اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے ہوا۔ اگرچہ لوگ اس کو ایسا نہ سمجھیں۔ تا کہ رسول کریمؐ کا یہ قول پورا ہو کہ موعود مسیح کسانوں میں سے ہو گا۔'' اور اس کے بعد پھر حضورؑ اپنے سوانح مبارکہ کا بیان فرماتے ہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی عنایات اور

الہام وکلام کا تفصیل سے تذکرہ بھی فرمایا ہے۔

اس ضمن میں حضورؑ نے اپنے خاندان کے ایک حصہ کی گمراہی اور بدعملیوں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ جو بعد میں پیشگوئی احمد بیگ کے پس منظر کی تفصیلات کے طور پر سامنے آتی ہیں۔ اسی طرح متعدد رؤیا و کشوف اور پیشگوئیوں کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ اسکے بعد حضورؑ سے دلی محبت کرنے والے بعض مخلصین کا بھی ذکر ہے۔

آخر پر نبی اکرم ﷺ کی شان میں کہا گیا عظیم الشان نعتیہ قصیدہ بھی ہے۔ جس کا پہلا شعر ہے

يَا عَيْنَ فَيْضِ اللهِ وَالْعِرْفَانِ

يَسْعٰى اِلَيْكَ الْخَلْقُ كَالظَّمْاٰنِ

ترجمہ: (اے اللہ کے فیض اور اس کی معرفت کے چشمے! مخلوق تیری طرف اس طرح دوڑی چلی آتی ہے جیسے کوئی پیاسا پانی کی طرف دوڑتا ہے۔)

اس کے بعد ایک اور عربی قصیدہ ہے۔ اس عربی حصہ کے بعد محمد حسین بٹالوی صاحب کے کچھ اعتراضات کے جواب، جلسہ سالانہ کے بارہ میں ایک امام مسجد مولوی رحیم بخش صاحب نے اس کو بدعت قرار دیتے ہوئے اعتراض کیا تھا، اس کا جواب ہے۔

جلسہ سالانہ 1892ء کی تفصیلی رپورٹ اور شاملین جلسہ کے نام ہیں۔

ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر یکم مارچ 1886ء میں شائع شدہ پیشگوئی [جو پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے معروف ہے وہ] یہاں شامل اشاعت کی گئی ہے جو پہلی بار حضورؑ کی کسی کتاب میں شائع ہوئی۔ اور اسی طرح پہلی بار حضورؑ نے پنڈت لیکھ رام کے متعلق دردناک موت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پیشگوئی شائع فرمائی۔ اور کتاب آئینہ کمالات اسلام کی بابت ایک اشتہار اور شیخ مہر علی صاحب کی بابت ایک اشتہار کے علاوہ براہین احمدیہ کی بابت وہ معروف و مشہور اشتہار ہے جو کہ بیس ہزار کی تعداد میں چھپوا کر ساری دنیا میں اردو اور انگریزی تقسیم کیا گیا تھا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی
عربی زبان میں فصیح و بلیغ معجزانہ تالیفات

(اے۔ولیم)

''التبلیغ'' حضرت اقدس علیہ السلام کی چونکہ پہلی باقاعدہ عربی تصنیف ہے اس لئے حضورؑ کو عربی زبان کے معجزہ کے عطا کئے جانے کی بابت کچھ گزارشات ہدیۂ قارئین ہے۔

[نوٹ: اس مضمون کی تیاری میں حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ کے اس نوٹ سے بھی اقتباس کیا گیا ہے جو انہوں نے روحانی خزائن جلد 7 کے شروع میں دیا تھا]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی کالج یا مشہور و معروف مدرسہ میں یا کسی مشہور اُستاد سے دینی یا عربی علمِ ادب کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی بلکہ بعض غیر معروف اساتذہ سے عربی کی چند کتب پڑھی تھیں۔۔۔اُس زمانہ میں سب سے بڑا مرکز علومِ شرقیہ کے حاصل کرنے کا دہلی تھا جہاں اور بہت سے معروف و مشہور اکابر علماء کے علاوہ شیخ الکل مولوی نذیر حسین صاحب سکونت پذیر تھے جن کی شاگردی کا فخر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو حاصل تھا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مذکورہ بالا تین غیر معروف اساتذہ سے مروجہ علوم کی چند کتابیں اور اپنے والد ماجد سے چند کتابیں علمِ طب کی پڑھنے کے علاوہ اور کہیں تعلیم نہ پائی تھی۔ اس لئے کسی شخص کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ آپ معمولی عربی زبان میں کوئی کتاب یا رسالہ تالیف کر سکتے ہیں چہ جائیکہ فصیح و بلیغ عربی میں پُر از معارف و حقائق ضخیم کتب لکھ سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور دیگر مولویوں نے آپ سے متعلق یہ مشہور کر دیا کہ آپ علومِ عربیّہ سے جاہل ہیں اور حقیقت یہی تھی کہ آپ کا اکتسابی علم ایسا نہ تھا کہ آپ فصیح و بلیغ عربی میں کوئی مضمون یا رسالہ یا کتاب تحریر فرما سکیں۔ مگر عربی زبان کا علم آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا اور اعجازی رنگ میں ہوا تھا۔ اِس لئے آپ نے نہایت فصیح و بلیغ عربی میں بیس سے زیادہ رسالے اور کتابیں لکھیں اور مخالفین علماء کو ہزار ہا روپیہ کے انعامات مقرر کر کے مقابلہ کے لئے بلایا۔ لیکن کسی کو بالمقابل کتاب یا رسالہ لکھنے کی جرات نہ ہوئی۔

’’ضرورۃ الامام‘‘ میں فرماتے ہیں:۔

’’مَیں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔‘‘ (ضرورۃ الامام، روحانی خزائن جلد 31 صفحہ 694)

’’ لُجّۃُ النور ‘‘میں تحریر فرماتے ہیں:۔

’’کُلَّمَا قُلْتُ مِنْ کَمَالِ بَلَاغَتِیْ فِی الْبَیَانِ فَھُوَ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ الْقُرْاٰنِ۔‘‘

(لُجّۃ النور۔ روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 464)

یعنی جو کچھ مَیں نے اپنی کمال بلاغتِ بیانی سے کہا ہے تو وہ کتاب قرآن مجید سے دوسرے درجہ پر ہے۔

پھر انشا پردازی کے وقت تائید الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

’’یہ بات بھی اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے کہ مَیں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب مَیں عربی میں یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو مَیں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے اور ہمیشہ میری تحریر گو عربی ہو یا اردو یا فارسی دو حصّہ پر منقسم ہوتی ہے۔

(1) ایک تو یہ کہ بڑی سہولت سے سِلسلہ الفاظ اور معانی کا میرے سامنے آجاتا ہے اور مَیں اُس کو لکھتا جاتا ہوں اور گو اس تحریر میں مجھے کوئی مشقت اٹھانی نہیں پڑتی مگر دراصل وہ سِلسلہ میری دماغی طاقت سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا یعنی الفاظ اور معانی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کی ایک خاص رنگ میں تائید نہ ہوتی تب بھی اس کے فضل کے ساتھ ممکن تھا کہ اس کی معمولی تائید کی برکت سے جو لازمۂ فطرت خواص انسانی ہے کسی قدر مشقت اٹھا کر اور بہت سا وقت لے کر اُن مضامین کو مَیں لکھ سکتا۔ واللہ اعلم۔

(2) دوسرا حصہ میری تحریر کا محض خارق عادت کے طور پر ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مَیں مثلاً ایک عربی عبارت لکھتا ہوں اور سلسلہ عبارت میں بعض ایسے الفاظ کی حاجت پڑتی ہے کہ وہ مجھے معلوم نہیں ہیں تب اُن کی نسبت خدا تعالیٰ کی وحی رہنمائی کرتی ہے اور وہ لفظ وحی متلو کی طرح رُوح القدس میرے دل میں ڈالتا ہے اور زبان پر جاری کرتا ہے اور اُس وقت مَیں حِسّ سے غائب ہوتا ہوں مثلاً عربی عبارت کے سِلسلۂ تحریر میں مجھے ایک لفظ کی ضرورت پڑی جو ٹھیک بسیاریٔ عیال کا ترجمہ ہے اور وہ مجھے معلوم نہیں اور سِلسلۂ عبارت اس کا محتاج ہے تو فی الفور دل میں وحی متلو کی طرح لفظ ضفف ڈالا گیا جس کے معنے ہیں بسیاریٔ عیال۔ یا مثلاً سِلسلۂ تحریر میں مجھے ایسے لفظ کی ضرورت ہے جس کے معنے ہیں غم وغصہ سے چُپ ہو جانا اور مجھے وہ لفظ معلوم

نہیں تو فی الفور دل پر وحی ہوئی کہ ”وجوہ“ ایسا ہی عربی فقرات کا حال ہے۔ عربی تحریروں کے وقت میں صدہا بنے بنائے فقرات وحی متلو کی طرح دل پر وارد ہوتے ہیں اور یا یہ کہ کوئی فرشتہ ایک کاغذ پر لکھے ہوئے وہ فقرات دکھا دیتا ہے اور بعض فقرات آیاتِ قرآنی ہوتے ہیں یا اُن کے مشابہ کچھ تھوڑے تصرّف سے۔“
(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد18 صفحہ 434،435)

مخالف علماء کو مقابلہ کی دعوت اور ان کا جواب

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مخالف علماء کو جو آپؑ کو جاہل اور خود کو عالم خیال کرتے تھے مقابلہ کے لئے دعوت پر دعوت دی اور چیلنج پر چیلنج کیا تو اُن کا جواب بھی وہی تھا جو مخالفینِ قرآن مجید نے دیا تھا۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عربی کلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

”حقیقت شناس اس عبارت سے اس کا جاہل ہونا اور کوچۂ عربیت سے اس کا نابلد ہونا اور دعویٰ الہام میں کاذب ہونا نکالتے ہیں اور وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ عبارت عرب کی عربی نہیں اور اس کی فقرہ بندی محض بے معنی تک بندی ہے۔ اِس میں بہت سے محاورات و الفاظ کادیانی نے از خود گھڑ لئے ہیں۔ عرب عرباء سے وہ منقول نہیں اور جو اس کے عربی الفاظ و فقرات ہیں اُن میں اکثر صرف و نحو و ادب کے اصول و قواعد کی رُو سے اس قدر غلطیاں ہیں کہ ان اغلاط کی نظر سے اُن کو مسخ شدہ عربی کہنا بے جا نہیں۔ اور ان کے راقم کو عربی سے جاہل اور الہام و کلامِ الٰہی سے مشرف و مخاطب ہونے سے عاطل کہنا زیبا ہے۔“
(اشاعۃ السنّۃ۔ جلد15 نمبر13 صفحہ 316 نیز دیکھو اشاعۃ السنّۃ۔ جلد15 نمبر8 صفحہ 191)

وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ کا اعتراض

پھر مخالفین نے آپؑ پر یہ اعتراض بھی کیا کہ جو کتابیں عربی زبان میں آپ تصنیف فرماتے ہیں۔ وہ دوسروں سے لکھواتے ہیں اور ایک شامی عرب اپنے پاس رکھا ہے جو آپ کو لکھ کر دیتا ہے اور آپ اپنے نام پر شائع کر دیتے ہیں۔ اور یہ اعتراض جس بے ہودہ رنگ میں انہوں نے کیا یقینا مخالفینِ اسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس رنگ میں نہیں کیا ہو گا۔ جھوٹ بولنا آسان ہوتا ہے لیکن اُس جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے کئی اور جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔

مَیں اس جگہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے اصل الفاظ نقل کر دیتا ہوں تا آئندہ آنے والے لوگ آپ کے مخالفین کی اِن مذبوحی حرکات اور اِن افتراؤں کا اندازہ لگا سکیں جو وہ مقابلہ سے بچنے اور عوام الناس کو آپ سے دُور رکھنے کے لئے تراشا کرتے تھے۔ نیز اُن کے پاس اِس اعتراض کا جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی متعدد کُتب میں کیا ہے۔ ایک ثبوت ہو جائے۔ شیخ بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

”امرتسر کے گلی کوچہ میں یہ خبر مشہور تھی کہ اس قصیدۂ ہمزیہ [کرامات الصادقین میں مذکور قصیدہ] کے صِلہ میں کادیانی نے شامی صاحب کو دو سو روپے دیئے ہیں۔ مَیں نے شامی صاحب سے اس خبر کی حقیقت دریافت کی تو انہوں نے اِس سے انکار کیا اور ان کے بیان سے یہ معلوم ہوا کہ اس مدح و تائید کے صلہ میں کادیانی نے کسی خوبصورت عورت سے نکاح کرا دینے کا ان کو وعدہ دیا تھا وہ اس وعدہ کے بھروسہ پر قادیان میں چار مہینے کے قریب رہے۔ اس عرصہ میں کادیانی نے اُن سے عربی نظم و نثر میں بہت کچھ لکھوایا اور گو دودھ بالائی آم مرغ کھلانے سے اُن کی اچھی مدارات کی مگر اُن کے اصل مطلوب نکاح سے اُن کو محروم رکھا اور وہ وعدہ پورا نہ کیا۔ ایک عورت فاحشہ سے اُن کا نکاح کرانا چاہا مگر اُس کے فاحشہ ہونے کا اُن کو علم ہو گیا اِس لئے اُس کے نکاح سے انہوں نے انکار کیا اور دو تین عورتیں اور اُن کو دکھائیں مگر وہ خوبصورت نہ ہونے کی وجہ سے اُن کو پسند نہ آئیں آخر وہ قادیان سے سخت ناراض ہو کر چلے گئے جاتے ہوئے خاکسار کو ملے تو کادیانی پر بہت ناراضگی ظاہر کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اب میں ایک رسالہ موسومہ بکراماتِ کادیانی لکھوں گا۔ اس میں کادیانی کی مکّاری کا خوب اظہار کروں گا اور انہوں نے مجھ سے اس امر کی درخواست کی کہ مَیں اُن کی یہ سرگذشت و پرحسرت کیفیت مشتہر کر دوں اور اِس پر کادیانی کی اس بے وفائی اور وعدہ خلافی پر افسوس ظاہر کروں۔ اس درخواست کی وجہ سے یہ چند سطور لکھے گئے ہیں اور نیز اس سے عامہ خلائق کی ہدایت و صیانت مقصود مدّ نظر ہے تا کہ عام لوگ کادیانی کے دامِ فریب سے واقف ہو جائیں اور اس دام سے اپنے آپ کو بچائیں۔“

یاد رہے کہ جس شامی عرب سے متعلق بٹالوی صاحب نے مذکورہ بالا بے ہودہ خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ وہ شخص ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عربی تالیف ”التبلیغ“ کو پڑھ کر بے ساختہ کہا ”واللہ ایسی عبارت عرب بھی نہیں لکھ سکتا“ اور جب اس کے آخر میں شائع شدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں مدحیہ قصیدہ دیکھا تو وہ پڑھ کر بے اختیار رونے لگے۔ اور کہا ”خدا کی قسم! مَیں نے اس زمانہ کے عربوں کے اشعار کو کبھی پسند نہیں کیا... مگر اِن اشعار کو حفظ کروں گا۔“ اور اتنے متاثر ہوئے کہ آخر کار قادیان آکر آپ کی بیعت کر لی۔

اِسی طرح اعتراض کا ذکر کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

”پھر ان علماء کے اعتراضات اور شبہات میں سے جو انہوں نے جاہلوں میں پھیلا رکھے ہیں ایک یہ ہے ”اِنَّ ھٰذَا الرَّجُلَ لَا یَعۡلَمُ شَیۡئًا مِنَ الۡعَرَبِیَّۃِ“ کہ یہ شخص عربی کا ذرہ علم نہیں رکھتا بلکہ وہ تو فارسی زبان سے بھی کوئی حصہ نہیں دیا گیا اور اپنے متعلق کہتے ہیں کہ ہم متبحر علماء ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے جو عمدہ، رنگین، دلکش عبارات اور اچھوتے قصائد عربی زبان میں لکھے ہیں وہ اس کے اپنے نہیں ”بَلۡ اَلَّفَھَا رَجُلٌ مِنَ الشَّامِیِّیۡنَ وَ أَخَذَ عَلَیۡہِ کَثِیۡرٌ مِنَ الۡمَالَ کَالۡمُسۡتَأۡجِرِیۡنَ فَلۡیَکۡتُبۡ اَلۡاٰنَ بَعۡدَ ذَھَابِہٖ اِنۡ کَانَ مِنَ الصَّادِقِیۡنَ“ بلکہ ایک شامی عرب نے تالیف کئے ہیں اور بہت سامال اس کے عوض میں اُجرت کے طور پر لیا ہے۔ پس اگر وہ صادق ہے تو اُس کے چلے جانے کے بعد اب لکھ کر دکھائے۔“

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 231۔ ترجمہ از عربی عبارت)

آپ نے ”انجام آتھم“ کے عربی حصّہ کے مقابلہ میں لکھنے کے لئے بھی علماء کو بُلایا اور اس پر انعام مقرر کیا لیکن کسی کو مقابل پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ تجویز کہ ”میرے مخالف میرے مقابل پر تفسیر لکھنے کے لئے ایک مجلس میں بیٹھ جاتے تا دروغ گو بے حیا کا منہ ایک ہی ساعت میں سیاہ ہو جاتا۔“ ایسی تجویز ہے جس سے معترضین کے تمام اعتراضات لغو اور باطل ہو جاتے ہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فی الواقع عربی زبان کا علم نہ رکھتے اور دوسروں سے لکھواتے اور اپنے نام پر شائع کرتے تھے تو آپ مجلس میں بیٹھ کر فصیح و بلیغ عربی زبان میں نئے حقائق و معارف پر مشتمل تفسیر ہر گز نہ لکھ سکتے۔ اور اس طرح مخالف علماء کے اعتراضوں کی صداقت بآسانی لوگوں پر واضح ہو جاتی لیکن اُن کے اِس طرف رُخ نہ کرنے اور ہر دفعہ عذر اور بہانے بنا کر دعوتِ مقابلہ کو قبول نہ کرنے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اُن کے تمام اعتراضات لغو اور باطل تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان کا علم عطا فرمایا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ مخالفین کو آپ کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک رات میں عربی کے چالیس ہزار مادے سکھائے جانا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عربی زبان کا معجزہ ایک نشان کے طور پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے کب اور کیسے عطا فرمایا گیا۔ اب اس کے بارہ میں کچھ تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ نیز اس امر کا بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ کون سی مبارک رات ہو سکتی ہے جب خدا تعالیٰ نے اپنے اس زمانے کے اِمام کو 40ہزار لغات یامادے سکھائے۔ حضرت اقدسؑ اپنی ایک تصنیف لطیف میں بیان فرماتے ہیں:

”وَإِنَّ كَمَالِيْ فِي اللِّسَانِ الْعَرَبِيِّ مَعَ قِلَّةِ جُهْدِيْ وَ قُصُوْرِ طَلَبِيْ اٰيَةٌ وَاضِحَةٌ مِّنْ رَبِّيْ لِيُظْهِرَ عَلَى النَّاسِ عِلْمِيْ وَ اَدَبِيْ...وَاِنِّيْ مَعَ ذٰلِكَ عُلِّمْتُ اَرْبَعِيْنَ اَلْفًا مِنَ اللُّغَاتِ الْعَرَبِيَّةِ۔ وَاُعْطِيْتُ بَسْطَةً كَامِلَةً فِي الْعُلُوْمِ الْاَدَبِيَّةِ۔“ (انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 432)

یعنی عربی زبان میں باوجود میری کمی کوشش اور کوتاہی جستجو کے جو مجھے کمال حاصل ہے وہ میرے ربّ کی طرف سے ایک کھلا نشان ہے تا وہ لوگوں پر میرے علم اور میرے ادب کو ظاہر کرے۔ پس کیا مخالفوں کے گروہوں میں سے کوئی ہے جو میرے مقابلہ پر آوے؟ اور اس کے ساتھ مجھے یہ فخر بھی حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے چالیس ہزار مادہ عربی زبان کا سکھایا گیا ہے۔ اور مجھے ادبی علوم پر پوری وسعت عطا کی گئی ہے۔

عربی زبان کا علم آپ کو خدا تعالیٰ نے کتنی مدت میں سکھایا، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی مجالس میں بارہا بیان فرمایا۔ چنانچہ آپؓ نے جلسہ سالانہ قادیان 1921ء کے موقع پر ہستی باری تعالیٰ کے عنوان سے تقریر کی، اس میں آپؓ فرماتے ہیں:

”علم کے متعلق مخالفوں نے آپؑ کو کہا کہ جاہل ہے عربی کا ایک صیغہ نہیں جانتا، مگر آپؑ نے کہا مجھے پتہ ہے کہ علم کا خزانہ کہاں ہے میں وہاں سے علم لے آؤں گا۔ چنانچہ آپؑ نے خدا تعالیٰ کی صفت علیم کو پکارا اور آپؑ کو بے نظیر علم دیا گیا۔ آپؑ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ چالیس ہزار الفاظ کا مادہ ایک منٹ میں خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈال دیا۔“(ہستی باری تعالیٰ، انوار العلوم جلد نمبر 6 ص 534)

آپؓ نے خلافت سے قبل ”مَنْ اَنْصَارِيْ اِلَى اللّٰهِ“ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جو ماہنامہ تشحیذ الاذہان قادیان کے مئی 1911ء کے شمارے میں شائع ہوا، اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک رات میں کئی ہزار عربی الفاظ کا مادہ سکھلا دیا گیا تھا۔“
(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 165)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1922ء میں کتاب دعوۃ الامیر لکھی جو 1924ء میں شائع ہوئی اس میں آپ مخالفین کا یہ اعتراض ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ:

"آپ (حضرت اقدس مسیح موعودؑ۔ ناقل) عربی سے ناواقف ہیں اس لئے علوم دینیہ میں رائے دینے کے اہل نہیں۔ اس اعتراض کو ہر مجلس اور تحریر میں پیش کیا جاتا اور لوگوں کو بد ظن کیا جاتا تھا۔ ان لوگوں کا یہ اعتراض کہ آپؑ عربی زبان سے ناواقف تھے بالکل جھوٹا تھا کیونکہ آپ نے عام درسی کتب پڑھی تھیں۔ مگر یہ سچ تھا کہ آپ کسی بڑے عالم سے نہیں پڑھے تھے اور نہ باقاعدہ کسی پرانے مدرسہ کے سند یافتہ تھے۔ اس لئے ملک کے بڑے عالموں میں شمار نہ ہوتے تھے اور نہ مولوی کی حیثیت آپ کو حاصل تھی۔ جب اس اعتراض کا بہت چرچا ہوا اور مخالف مولویوں نے وقت اور بے وقت اس کو پیش کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک رات میں چالیس ہزار مادہ عربی زبان کا سکھا دیا اور یہ معجزہ عطا فرمایا کہ آپؑ عربی زبان میں کتب لکھیں اور وعدہ کیا کہ ایک ایسی فصاحت آپ کو عطا کی جاوے گی کہ لوگ مقابلہ نہ کر سکیں گے۔"

(دعوۃ الامیر، انوار العلوم جلد نمبر 7 ص 502)

تفسیر کبیر کی سورۃ البقرۃ کی تفسیر پر مشتمل پہلی جلد 1948 میں شائع ہوئی اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تحریر کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے تعلیم دینے کی ایک تازہ مثال اس زمانہ میں بھی پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ جنہوں نے کسی باقاعدہ مدرسہ میں تعلیم نہ پائی تھی انہوں نے خدا تعالیٰ کے حکم سے عربی زبان میں کتب لکھنی شروع کیں تو ایک دفعہ انہیں ایک رات میں چالیس ہزار عربی الفاظ سکھائے گئے۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے دعویٰ سے عربی کتب لکھیں اور دنیا کو چیلنج دیا کہ اس قسم کی فصیح عبارت اور لطیف مضامین پر مشتمل کتب الگ الگ یا مل کر لکھ کر پیش کریں۔ لیکن باوجود اس کے کہ ان کتب کو عربی بلاد میں بھی کثرت سے پھیلایا گیا۔ آج تک کوئی ان کی مثل نہیں لکھ سکا۔ اور یہ معجزہ قرآنی معجزہ کی تائید میں اور اس کے افاضۂ کمال کے ثبوت میں تھا" (تفسیر کبیر جلد اول ص 319)

سورۃ المومنون کی تفسیر پر مشتمل تفسیر کبیر دسمبر 1957 میں شائع ہوئی جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تحریر کرتے ہیں:

"حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ مجھے ایک رات میں چالیس ہزار عربی کا مادہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھایا گیا۔" (تفسیر کبیر جلد ششم ص 143)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا اس بارے میں پہلا بیان 1911ء میں شائع ہوا، دوسرا بیان 1921ء میں، تیسرا بیان 1924ء، چوتھا بیان 1948ء اور پانچواں بیان 1957ء میں شائع ہوا۔ اور یہ زمانہ مسیح موعودؑ کے زمانہ کے قریب کا دور تھا اور ہزار ہا صحابہ زندہ موجود تھے اور کسی ایک صحابی کا بھی ان بیانات کا انکار نہ کرنا بتاتا ہے کہ تمام صحابہ نے اپنی خاموشی کے ساتھ ان بیانات کی صحت کی توثیق کر دی۔

حضرت میاں غلام نبی صاحب سیٹھیؓ 16 اپریل 1930ء کو فوت ہوئے انہوں نے اپنی زندگی میں حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں ایک مضمون تحریر فرمایا تھا جو ان کی وفات کے بعد 21 تا 28 اکتوبر 1935ء کو شائع ہوا اس مضمون میں وہ تحریر کرتے ہیں:

”جب آئینہ کمالات چھپی تو حضور نے ایک دن فرمایا کہ ان مولویوں کو بھی تبلیغ کی جاوے مگر یہ لوگ عربی خواں ہیں اور میں اردو۔ ہاں ایک بات ہے کہ میں مضمون بنالاتا ہوں مولوی نورالدین اور مولوی عبدالکریم وغیرہ مل کر عربی کرلیں تو ان کو تبلیغ کی جاوے۔ سبحان اللہ صبح کو حضرت تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھ کو آج چالیس ہزار عربی مادہ کا علم دیا گیا ہے۔ تھوڑی سی عبارت لکھ کر لائے تو مولوی نورالدین و عبدالکریم دیکھ کر حیران ہوگئے کہ اللہ اللہ ہم نے عمر عربی میں گذار دی مگر ایسی عبارت ہمارے خیال میں کبھی نہیں آئی۔“

(ہفت روزہ الحکم 21 تا 28 اکتوبر 1935ء ص 4 کالم نمبر 3)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ سیرت المہدی حصہ دوم میں حضرت سیٹھی صاحبؓ کی روایت درج کرکے یہ نوٹ تحریر کرتے ہیں کہ:

”عربی زبان کا علم معجزانہ طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیا گیا تھا حتی کہ آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ خواہ ساری دنیا کے علماء اور عرب اور مصر اور شام کے ادیب باہم مل کر میرا مقابلہ کرنا چاہیں مگر خدا ان کو عربی کی تصنیف میں میرے مقابلہ میں ذلت کی شکست دیگا اور وہ ہر گز میرے جیسا پُر مغز اور لطیف اور ملیح اور فصیح اور بلیغ کلام تصنیف نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ باوجود آپ کے متعدد مرتبہ چیلنج دینے کے کسی کو آپ کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہیں ہوئی کیونکہ سب کے دل محسوس کرتے تھے کہ آپ کا عربی کلام اپنی معنوی اور ادبی خوبیوں کیوجہ سے ان کے دائرہ قدرت سے باہر ہے۔ اور یہ سب کچھ ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر ظہور پذیر ہوا جس کا مطالعہ جہاں تک ادب عربی کی درسی تعلیم کا تعلق ہے بالکل معمولی تھا اور جس نے صرف عام معروف درسی کتب اوائل عمر میں استاد سے پڑھی تھیں اور بس۔ مگر جب خدا نے اپنے پاس سے اپنی تقدیر خاص کے ماتحت اسے علم عطا کیا تو پھر وہی تھا کہ عرب و عجم کو للکارتا تھا کہ کوئی میرے مقابلہ میں آئے مگر کسی کو سر اٹھانے

کی جرأت نہ ہوتی تھی۔" (سیرت المہدی جلد 1 روایت نمبر 346)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے دسمبر 1939ء میں اپنی کتاب سلسلہ احمدیہ تصنیف کی اس میں آپ لکھتے ہیں:

"خدا نے آپ کو اسلام کی خدمت کے لئے مبعوث کیا اور آپ کو قرآنی علوم سے مالامال کیا تو اس کے ساتھ ہی آپ کو خارق عادت رنگ میں عربی کا علم بھی عطا کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ نے 1893 میں علماء کو دعوت دی کہ وہ آپ کے سامنے آکر عربی نویسی میں مقابلہ کر لیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ نے یہ بھی اعلان کیا کہ مجھے خدا کی طرف سے ایک رات میں عربی کا چالیس ہزار مادہ سکھایا گیا ہے اور خدا نے مجھے عربی میں ایسی کامل قدرت عطا فرمائی ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی دوسرا شخص نہیں ٹھہر سکتا خواہ وہ ہندی ہو یا مصری یا شامی۔" (سلسلہ احمدیہ جلد اول ص 55)

ان روایات اور بیانات کی اشاعت کے وقت ہزارہا صحابہ زندہ موجود تھے مگر ان کو پڑھ کر کسی ایک بھی صحابی کا اعتراض اور انکار نہ کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ سب نے اعتراض نہ کر کے ان بیانات کی توثیق کر دی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ علیہ الرحمۃ اپنے ایک خطبہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے اسی معجزہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

"آپؑ نے فرمایا کہ مجھے ایک رات میں خدا تعالیٰ نے چالیس ہزار عربی کے مصدر سکھا دئے اور وہ آپ کو یاد کرا دئے۔ یہ نہیں کہ ایک فرشتہ آیا وہ پڑھ گیا بلکہ آپ کو حفظ ہو گئے اور پھر آپ نے ایسی سلیس عربی میں کتب لکھیں کہ دنیا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی...... خدا نے اس ذیلی بات کے لئے، عربی کا جاننا ذریعہ ہے مقصود نہیں۔ چالیس ہزار مصدر ایک رات میں سکھا دئے آپ کو اور حفظ کرا دئے......"

(خطبہ جمعہ 3 جولائی 1981ء بحوالہ خطبات ناصر جلد 9 ص 172)

وہ رات کون سی تھی؟

خاکسار نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ چالیس ہزار لغات عربی خدا تعالیٰ کی طرف سے سکھایا جانا ایک حقیقت ہے اور جس کی روایت تواتر کے ساتھ لٹریچر میں موجود ہے اور کبار صحابہؓ کی روایت ہے اور انہیں کی روایت میں ایک رات میں سکھائے جانے کا بھی ذکر ہے۔ اس لئے یہ دو امر تو طے ہو گئے کہ چالیس ہزار مادہ / لفظ / مصدر، سکھایا گیا اور یہ بھی ثابت شدہ امر ہے کہ کوئی ایک رات ہو گی۔ اب وہ کیا قرائن ہیں کہ جس کی بناء پر ہم اس رات کا یا اس گھڑی کا تعین کر سکتے ہیں۔

خاکسار نے کچھ عرصہ قبل سلسلہ کے کچھ علماء سے اس مضمون کے حوالہ سے ڈسکس کیا تو ایک بزرگ عالم نے، جن کا میں نام اب بھولتا ہوں۔ شاید وہ مکرم و محترم جمیل الرحمن رفیق صاحب تھے یا کوئی اور، اللہ ان کو جزاء دے جو بھی وہ تھے انہوں نے اس ضمن میں ایک بہت اچھا نکتہ بیان کیا جو اس گھڑی کی تعیین کے لئے ایک معاون قرینہ ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ 1890ء کے بعد مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ پر یہ اعتراض کرنا شروع کیا اور اس کو مشتہر کرنا شروع کیا کہ آپؑ عربی زبان سے ناواقف ہیں، بے بہرہ ہیں، جاہل ہیں (نعوذ باللہ) اور حضورؑ نے اپنی کتاب ازالہ اوہام (رخ جلد 3 ص 635) میں اسکا ذکر کیا اور آئینہ کمالات اسلام (رخ جلد 5 ص 603) میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ جہاں آپؑ نے یہ لکھا:

"میاں محمد حسین کو اس پر سخت اصرار ہے کہ یہ عاجز عربی علوم سے بالکل بے بہرہ اور کودن اور نادان اور جاہل ہے۔"

اب یہ ایک قرینہ ہے کہ اس زمانے میں حضورؑ پر عربی زبان سے ناواقفیت کا بڑی سختی اور بدتمیزی سے اعتراض کیا جا رہا ہے اور اس کو شہرت دی جا رہی ہے۔ اور اس سے پہلے اس طرح یہ اعتراض نہیں کیا گیا۔ سو ہمیں دیکھنا چاہیے کہ یہ وہ زمانہ ہو گا جس میں اللہ تعالیٰ نے عربی زبان کا کوئی ایسا نشان دیا ہو گا کہ جو معجزہ قرار پائے۔ 1890ء کے بعد سب سے پہلی تصنیف جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ "التبلیغ" ہی ہے۔ اور اس کے متعلق ایک زبردست قرینہ جو اس گھڑی یا رات کی تعیین کرتا ہوا نظر آتا ہے وہ حضورؑ کی اپنی ہی ایک تحریر ہے یا روایت ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

"اور میرا ارادہ تھا کہ یہ خط اردو میں لکھوں لیکن رات کو بعض اشارات الہامی سے ایسا معلوم ہوا کہ یہ خط عربی میں لکھنا چاہیے۔" (آئینہ کمالات اسلام، رخ جلد 5 ص 360)

حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی تحریر رہنمائی فرما رہی ہے اشارہ فرما رہی کہ یہ رات "التبلیغ" کی تحریر والی رات ہو سکتی ہے۔ اور اس تحریر کے بعد جب ہم حضرت سیٹھی غلام نبی صاحبؓ کی روایت کو دیکھتے ہیں تو وہ من وعن درست نظر آتی ہے۔ اور یہی بات ہے کہ یہ روایت جب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی فہم و فراست کی سان پر چڑھی تو آپؓ کے نور بصیرت نے اس میں کوئی سقم اور کمزوری نہ دیکھی۔ اسی لئے سیرت المہدی میں یہ روایت درج کرتے ہوئے کوئی تردید نہیں کی نہ ہی کسی قسم کی درستگی یا وضاحت فرمائی بلکہ اس روایت کے بعد مزید تبصرہ کرتے ہوئے اس واقعہ کو خدا تعالیٰ کی تقدیر خاص کہتے ہوئے مزید تائید فرمائی۔ اور مزید یہ کہ عقلاً بھی یہی وہ قریب ترین زمانہ بنتا ہے کیونکہ اس سے پہلے آپؑ پر نہ کسی نے اعتراض کیا اور نہ

ہی آپؑ کی کوئی تفصیلی عربی تصنیف ہے۔ اوراس کے بعد تو گویا عربی تصنیفات کو آپؑ نے چیلنج اور معجزہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ لیکن بعد والی کسی تصنیف کے متعلق کوئی روایت ہمارے سامنے نہیں کہ بعد کے کسی زمانے میں اس گھڑی یا رات کی تعیین کی جا سکے۔ اور ''التبلیغ'' سے پہلے جو ایک تمہید ہے چند صفحات کی وہ بھی غماز ہے اس امر کی کہ خدا تعالی نے معجزے کے رنگ میں عربی علوم حضورؑ کو عطا فرمائے ہیں اور اس کا اظہار اب [گویا پہلی مرتبہ تصنیف کی صورت میں] ہونے لگا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں آپؑ نے محمد حسین بٹالوی صاحب کو جو اعتراض کرنے والوں کے لیڈر تھے عربی زبان میں مقابلہ کرنے کا چیلنج دیا۔ آپؑ نے اس مقابلہ کو روحانی نشان قرار دیا اور اس مقابلے کا عنوان دیتے ہوئے فرمایا:

''ایک روحانی نشان جس سے ثابت ہو گا کہ یہ عاجز صادق اور خدا تعالیٰ سے مؤید ہے یا نہیں۔''

اور آپؑ نے فصیح و بلیغ عربی زبان میں اس مقابلے کی تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''عاقل سمجھ سکتے ہیں کہ منجملہ نشانوں کے حقائق اور معارف اور لطائف حکمیہ کے بھی نشان ہوتے ہیں۔ جو خاص ان کو دیئے جاتے ہیں جو پاک نفس ہوں اور جن پر فضل عظیم ہو جیسا کہ آیت لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعۃ:80) اور آیت وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا (البقرۃ:270) بلند آواز سے شہادت دے رہی ہے۔ سو یہی نشان میاں محمد حسین کے مقابل پر میرے صدق اور کذب کے جانچنے کیلئے کھلی کھلی نشانی ہو گی اور اس فیصلہ کیلئے احسن انتظام اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک مختصر جلسہ ہو کر منصفان تجویز کردہ اس جلسہ کے چند سورتیں قرآن کریم کی جن کی عبارت اسی آیت سے کم نہ ہو تفسیر کیلئے منتخب کر کے پیش کریں۔ اور پھر بطور قرعہ اندازی کے ایک سورہ ان میں سے نکال کر اسی کی تفسیر معیار امتحان ٹھہرائی جائے اور اس تفسیر کیلئے یہ امر لازمی ٹھہرایا جاوے کہ بلیغ فصیح زبان عربی اور مقفّی عبارت میں قلمبند ہو اور دس جزو سے کم نہ ہو۔ اور جس قدر اس میں حقائق اور معارف لکھے جائیں وہ نقل عبارت کی طرح نہ ہو بلکہ معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ ہوں۔ جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں۔ اور با این ہمہ اصل تعلیم قرآنی سے مخالف نہ ہوں بلکہ ان کی قوت اور شوکت ظاہر کرنے والے ہوں۔ اور کتاب کے آخر میں سو شعر لطیف بلیغ اور فصیح عربی میں نعت اور مدح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بطور قصیدہ درج ہوں اور جس بحر میں وہ شعر ہونے چاہئیں وہ بحر بھی بطور قرعہ اندازی کے اسی جلسہ میں تجویز کیا جائے اور فریقین کو اس کام کیلئے چالیس دن کی مہلت دی جائے۔ اور چالیس دن کے بعد جلسہ عام میں فریقین اپنی اپنی تفسیر اور اپنے اپنے اشعار جو عربی میں ہوں گے سنا دیں۔ پھر اگر یہ عاجز شیخ محمد حسین بٹالوی سے حقائق و معارف کے بیان کرنے اور عبارت عربی فصیح و بلیغ اور

اشعار آبدار مدحیہ کے لکھنے میں قاصر اور کم درجہ پر رہا۔ یا یہ کہ شیخ محمد حسین اس عاجز سے برابر رہا تو اسی وقت یہ عاجز اپنی خطا کا اقرار کرے گا اور اپنی کتابیں جلا دے گا۔" (آئینہ کمالات اسلام، رخ جلد 5 ص 603،602)

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ کا ایک مضمون الحکم مورخہ 3 مارچ 1901ء میں شائع ہوا۔ اس میں آپؓ لکھتے ہیں:

"عربی میں تصانیف کے اختیار کرنے کا محرک خود میں ہی ہوا۔ میری ہی روح میں خدا تعالیٰ نے پہلے یہ جوش ڈالا کہ یہ آسمانی نعمت عربی کے ظروف میں عربوں کے آگے بھی پیش کی جاوے۔ اس تحریک پر سب سے پہلے آپؑ نے "تبلیغ" لکھی جو آئینہ کمالات اسلام کے ساتھ شامل ہے۔ اس کیفیت کو میرا ہی دل خوب جانتا ہے جو اس پس و پیش اور تحیر کے نقشہ سے میں نے سمجھی جو میری اس درخواست پر آپ پر طاری ہوا۔ کس معصوم اور بے بناوٹ سادگی اور صفائی سے آپ نے فرمایا کہ بات تو بہت اچھی ہے مگر یہ کام بڑا نازک ہے میری بساط اور استعداد سے باہر ہے۔ پھر کچھ سوچ کر فرمایا اچھا میں پہلے اردو میں مسودہ طیار کروں گا پھر میں اور آپ (یہ عاجز راقم) اور مولوی صاحب (مولوی نور الدین صاحب) مل ملا کر اس کا ترجمہ عربی میں کر لیں گے۔ تحریک تو ہو ہی چکی تھی۔ رات کو قادر حکیم عزاسمہ کی طرف سے اس بارہ میں وحی ہوئی کہ عربی میں لکھیں اور معاً یہ بھی آپ کو تسلی دی گئی کہ عربی زبان کے بہت سے حصہ پر آپ کو قبضہ مرحمت کیا گیا اور لکھنے کے وقت خود روح پاک آپ کی زبان اور قلم پر لغات عربی کو جاری کر دے گی......" (ہفت روزہ الحکم مورخہ 3/ مارچ 1901ء جلد 5 نمبر 8 ص 4)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس کی گویا توثیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایک مجلس میں میرے مخلص دوست حِبِّی فِی اللّٰہ مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی نے بتاریخ 11 جنوری 1893ء بیان کیا کہ اس کتاب دَافِعُ الْوَسَاوِس میں ان فقراء اور پیرزادوں کی طرف بھی بطور دعوت اور اتمام حجت ایک خط شامل ہونا چاہیے تھا جو بدعات میں دن رات غرق اور منشاء کتاب اللہ سے بکلّی مخالف چلتے ہیں اور نیز اس سلسلہ سے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے بے خبر ہیں۔ چنانچہ مجھے یہ صلاح مولوی صاحب موصوف کی بہت پسند آئی اور اگرچہ میں پہلے بھی کچھ ذکر فقراءِ زمانۂ حال بضمن ذکر علماءِ ہندوستان و پنجاب اس کتاب میں لکھ آیا ہوں لیکن میں نے باتفاق رائے دوست ممدوح کے یہی قرینِ مصلحت سمجھا کہ ایک مستقل خط ایسے فقراء کی طرف لکھا جائے جو شرع اور دین متین سے دور جا پڑے ہیں اور میرا ارادہ تھا کہ یہ خط اردو میں لکھوں لیکن رات کو بعض اشارات الہامی سے ایسا معلوم ہوا کہ یہ خط عربی میں لکھنا چاہیے۔ اور یہ بھی الہام ہوا کہ ان لوگوں پر اثر بہت کم پڑے گا۔ ہاں اتمام حجت ہو گا۔ اور شاید عربی میں خط لکھنے کی یہ مصلحت

ہو کہ جو لوگ فقر اور تصوّف کا دعویٰ رکھتے ہیں اور بباعث شدّت حجب غفلت اور عدم تعلقات محبت دین کے انہوں نے قرآن خوانی اور عربی دانی کی طرف توجہ ہی نہیں کی وہ اپنے دعویٰ میں کاذب ہیں اور خطاب کے لائق نہیں کیونکہ اگر ان کو اللہ جَلَّ شَانُہٗ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ہوتی تو وہ ضرور جدوجہد سے وہ زبان حاصل کرتے جس میں خدا تعالیٰ کا پیار اور پُرحکمت کلام نازل ہوا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی اُن پر رحمت سے نظر ہوتی تو ضرور ان کو اپنا پاک کلام سمجھنے کے لئے توفیق عطا کرتا اور اگر ان کو قرآن کریم سے سچا تعشق ہوتا تو وہ سجادہ نشینی کی خانقاہوں کو آگ لگاتے اور بیعت کرنے والوں سے بہ ہزار دل بیزار ہو جاتے اور سب سے اوّل علم قرآن کریم حاصل کرتے اور وہ زبان سیکھتے جس میں قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ سو اُن کے نَاقص الدّین اور منافق ہونے کے لئے یہ کافی دلیل ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کی وہ قدر نہیں کی کہ جو کرنی چاہیے تھی۔ اور اس سے وہ محبت نہیں لگائی جو لگانی چاہیے تھی۔ پس ان کا کھوٹ ظاہر ہو گیا۔ دیکھنا چاہیے کہ بہت سے انگریز پادری ایسے ہیں جنہوں نے مخالفت کے جوش سے پچاس پچاس برس کے ہو کر عربی زبان کو سیکھا ہے۔ اور قرآنِ کریم کے معانی پر اطلاع پائی ہے۔ پھر جس شخص کو قرآنِ کریم کی محبت کا دعویٰ ہے بلکہ اپنے تئیں پیر اور شیخ کہلواتا ہے اس میں اگر محبوں کے آثار نہ پائے جائیں اور بکلّی قرآن کریم کے معانی اور حقائق سے بے نصیب ہو تو یہی ایک دلیل اس بات پر کافی ہے کہ وہ اپنے دعویٰ فقر میں مکّار ہے۔"

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد5 صفحہ 359 تا 361)

پس بہت حد تک قرین قیاس ہے کہ آئینہ کمالات اسلام میں موجود عربی تصنیف "التبلیغ" کی تحریر کے زمانہ کی کوئی گھڑی ہوگی جس میں اللہ تعالیٰ نے چالیس ہزار عربی لغات سکھائے تھے۔ اب اعتراض تو "ازالہ اوہام" کے وقت بھی موجود تھا۔ لیکن حضورؑ خاموش رہے۔ اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو عربی زبان کا معجزہ ایک ہی رات میں چالیس ہزار لغات سکھاتے ہوئے عطا فرمایا تو وہ موسیٰ کے عصا کی طرح سحر و اعتراض کی ان سب ناگنوں کو کچلتا چلا گیا اور مصر و شام اور عرب و عجم کے ان سب رؤس الشیاطین کے سر کچل کر رکھ دیئے گئے اور وہ اس اُمی محض کے سامنے عربی زبان کا ایک لفظ بھی نہ بول سکے اور نہ لکھ سکے۔

جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ آئینہ کمالاتِ اسلام میں عربی حصہ التبلیغ حضرت اقدسؑ کی پہلی باقاعدہ عربی تصنیف تھی۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں ایک زبردست مسجّع مقفّٰی عربی عبارت آپؑ کی طرف سے لکھا جانا ایک معجزہ سے کم نہ تھا۔ آپؑ کے ظاہری علم و تعلم کی طرف دیکھا جائے تو آپؑ ایک پنجابی الاصل تھے۔ کئی ہزار صفحات پر مشتمل 80 کے قریب کتب ایک اعلیٰ درجہ کی سلیس اور فصیح و بلیغ اردو زبان میں تصنیف کرنا

بھی کچھ کم نہ تھا کہ آپؑ کی طرف سے ایک درجن کے قریب عربی زبان میں کتب لکھا جانا اور اس پر طرّہ یہ کہ بعض کتب کو اس چیلنج اور تحدی کے طور پر پیش کرنا کہ ہندوستان تو کیا عرب ممالک کے عربی ادباء وفصحاء وبلغاء کو شامل کر کے سب مل کر اس جیسی کتاب کوئی لکھ دے تو ہزاروں روپے کے انعام کا دعویٰ کرنا، ایک بہت بڑا دعویٰ تھا۔ حضرت اقدسؑ کا عربی میں اتنی کتب لکھنا اور مقابل پر دنیا بھر کے علماء کو بلانا اور ان میں سے کسی کا مقابل پر نہ آنا اور کچھ نہ لکھنا بہر حال ثابت کرتا ہے کہ یہ معجزہ ہی تھا کیونکہ معجزے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔

عربی دانی کا یہ معجزہ آپؑ کو اسی "التبلیغ" کے لکھتے وقت خدائے علیم و حکیم نے عطا فرمایا تھا۔ روایات اور بعض قرائن کے مطابق 1893ء میں فروری کی ہی راتوں میں سے کوئی رات ہوگی کہ اس رات کے کسی ایک منٹ میں اللہ تعالیٰ نے چالیس ہزار عربی مادے آپؑ کو سکھا دئے۔ اسی خدائے علیم نے جس نے ایک مرتبہ پہلے بھی ایک آدم کو وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا کا نظارہ دکھاتے ہوئے اپنے علیم وقدیر ہونے کا ثبوت دیا تھا۔ آج اس دور کے آخری آدم کو بھی اسی خدائے علیم و حکیم نے ایک بار پھر اسی صفت کا اظہار فرماتے ہوئے چالیس ہزار عربی مادے سکھائے۔ (کہا جاتا ہے کہ آدم کو بھی عربی زبان ہی سکھائی گئی تھی۔)

عربی زبان کے مادوں کے بارہ میں کچھ تحقیق

معترضین کی طرف سے اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ چالیس ہزار مادہ سکھایا جانا کیا معجزہ ہوا؟ کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ اس معجزے کی روایت درست نہیں ہے، کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ حضورؑ نے اس کو بیان نہیں کیا اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ چالیس ہزار مادہ تو عربی کا ہے ہی نہیں اور اس کی مثال کے طور پر عربی کی بعض بڑی بڑی لغات کا حوالہ دیا جاتا ہے۔

ان اعتراضات کی کچھ علمی حیثیت نہیں ہے۔ روایات بھی موجود ہیں۔ حضرت اقدسؑ کا اپنا بیان بھی موجود ہے اور یہ حوالے بھی ہیں کہ عربی زبان کے چالیس ہزار کیا کئی لاکھ مادے ہیں۔ ان سب کا جواب ذیل میں دیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق

سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ اس علمی معجزہ میں کسی قسم کا کوئی مبالغہ اور غیر منطقی اَمر کار فرما نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر نبی کو اس کے زمانہ کے مطابق معجزہ دیا کرتا ہے۔ ابراہیمؑ کو اس کے عہد کے تقاضوں کے مطابق اور موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو انکے زمانہ کی ضرورت کے مطابق، لیکن ہمارا یہ کام نہیں کہ یہ دیکھیں کہ فلاں نبی کو تو فلاں معجزہ دیا گیا تھا، اس کو ویسا کیوں نہیں دیا گیا؟ اور اس کو جو معجزہ دیا گیا ویسا پہلے کسی کو کیوں نہیں دیا گیا تھا۔ اور چونکہ پہلے کسی کو ایسا معجزہ نہیں دیا گیا تھا، لہذا یہ معجزہ نہیں ہو سکتا۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ[ترجمہ: ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کریں گے۔] (البقرة:682) کا عنوان لگا کر تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ [ترجمہ: یہ وہ رسول ہیں جِن میں سے بعض کو ہم نے بعض (دوسروں) پر فضیلت دی۔] (البقرة:452) کا مضمون ہر جگہ اور ہر زمانہ میں یکساں رہتا ہے۔

ہمارے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جو اقتداری معجزات دئے گئے کہ سنگریزوں کی مٹھی سینکڑوں لوگوں کو اندھوں کی طرح کر دے، ایک پیالہ پانی کو اپنی انگلیوں کے داخل کرنے سے اس قدر زیادہ کر دیں کہ تمام لشکر اور اونٹ اور گھوڑے پانی پی لیں اور پانی پھر بھی اتنے کا اتنا ہی رہے، دو چار روٹیوں پر اپنا ہاتھ رکھنے سے ہزاروں بھوکوں کو سیر کر دینا، تھوڑے سے دودھ کو اپنے لبوں سے برکت دے کر ایک جماعت کا پیٹ بھر دینا، اور کبھی شور آب کنویں میں اپنے منہ کا لعاب ڈال کر اس کو نہایت شیریں کر دینا، اور کبھی سخت مجروحوں اور زخمیوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کو اچھا کر دینا، بعض اوقات آنکھوں کے ڈیلوں کو جو باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھ کی برکت سے درست کر دینا۔ (ماخوذ آئینہ کمالات اسلام، رخ جلد 5 ص65،66) یہ سب ایسے افعال وواقعات ہوا کرتے ہیں کہ انسانی عقلیں اور منطق وفلسفہ ان سے پیچھے اور بہت پیچھے رہ جایا کرتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ منطق وفلسفہ والے حواسِ انبیاء سے بے گانہ ہوتے ہیں۔

فلسفی کُو منکر حنانہ است   از حواسِ انبیاء بے گانہ است

[ترجمہ: فلسفی کھجور کے اس درخت کے تنے کے رونے سے انکار کرتا ہے (جو مسجد نبوی میں نصب تھا) دراصل وہ انبیاء کے حواس سے بے خبر ہے]

کے مصداق انسانی عقل و فکر اور منطق کا دائرہ اور مشاہدہ اور تجربہ بہت محدود اور بہت ہی محدود ہوا کرتا ہے۔ اور اپنے اسی محدود سی دنیا کے مشاہدہ کی بناء پر انسانی عقل جھٹ سے اس طرح کے معجزانہ واقعات پر حیرت واستعجاب کا اظہار کرتی ہے اور جتنی جتنی نیرّ الہام کی روشنی سے وہ دور ہو اس کے انکار کے دلائل وجواز اتنے ہی قریب پاتی ہے۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم کی اس عبارت کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے جہاں حضورؑ فرماتے ہیں:

”اسی بات کا نام تو معجزہ ہے کہ کوئی ایسی بات ظہور میں آوے جو پہلے اس سے کسی کے خیال وگمان میں نہ تھی اور امکانی طور پر بھی اس کی طرف کسی کا خیال نہ تھا۔“ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص11، رخ جلد12 ص461)

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک رات میں عربی الفاظ سکھانا، وہ چالیس ہزار ہوں یا چالیس لاکھ، اور وہ لغات ہوں یا الفاظ ہوں یا مادے، یہ سب باتیں کوئی انہونی یا حیرت انگیز نہیں ہوا کرتیں۔ اور وہ بھی اس وجہ سے قابل

اعتراض ہو کہ:

کسی ایک راوی کی روایت ہے، اور یہ روایت بار بار بیان نہیں ہوئی، یا یہ کہ سکھائے جانے والے ان سب الفاظ کو استعمال نہیں کیا گیا اور یہ کہ عربی زبان کے تو آٹھ ہزار سے زیادہ مادے ہی نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب سوال اور اعتراضات جب ہم ایک نبی کے بیان کردہ نشانات اور معجزات کے پیش نظر دیکھیں تو بچگانہ سی باتیں نظر آتی ہیں، کیونکہ نبی کو علم اور زبان خدا سکھاتا ہے۔ نبی کسی لغت کی کتاب لسان العرب، قاموس، تاج العروس اور منجد کو سامنے رکھ کر نہ لکھتا ہے، نہ بولتا ہے۔ اور اس تناظر میں لغت کی وقعت و حیثیت ہی کیا ہوتی ہے۔ نبی کے سامنے تو لغت ایسے ہے جیسے ایک بحر زخار کے سامنے ایک چھوٹا سا تالاب۔ اور یہی وہ نکتہ تھا کہ جس کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب سمجھا۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ عربی زبان تمام زبانوں میں سے وسیع تر زبان ہے اور اس زبان کا احاطہ صرف نبی ہی کر سکتا ہے۔

قَالَ الشَّافِعِيُّ فِي الرِّسَالَةِ: لِسَانُ الْعَرَبِ أَوْسَعُ الْأَلْسِنَةِ لَا يُحِيطُ بِجَمِيعِهِ إِلَّا نَبِيٌّ۔

(البحر المحیط فی أصول الفقہ للزرکشی جزء2 ص24 طبع دوم 1992ء کویت)

یہ ہے ایک اور بنیادی نکتہ کہ عربی زبان کی وسعت کے پیش نظر سب سے زیادہ اس کا احاطہ نبی کو ہوتا ہے۔ خدا نے اس کو زبان کا ملکہ اور وسعت عطا فرمائی ہوتی ہے۔ وہ کسی لغت کا محتاج نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اس میں موجود الفاظ اور مادوں کی تعداد کے پیچھے چلنے کا پابند ہوتا ہے۔ لغات تو اس کے آگے پانی بھرتی نظر آتی ہیں۔ لیکن ہم الٹی گنگا بہانا چاہتے ہیں۔ ہم لغت کو وہ مقام دینا چاہتے ہیں جو بزرگانِ امت نے نبی کو دیا ہوا ہے۔ نبی کا مقام ہم لغت کو دے رہے ہیں اور لغت کی شاگردی میں ہم نبی کو بٹھا رہے ہیں۔ جو عقلاً، علماً، احتراماً ہر اعتبار سے ایک بودا اور لغو خیال ہے۔ یہاں آنحضرت ﷺ کی ایک روایت بیان کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ العقد الفرید میں یہ روایت مذکور ہے، جس میں لکھا ہے:

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِعَائِشَةَ: "مَا لِي أَرَاكِ شَعْثَاءَ، مَرْهَاءَ، سَلْتَاءَ؟ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَوَلَسْنَا مِنَ الْعَرَبِ؟ قَالَ: "بَلَى، رُبَّمَا أُنْسِيَتِ الْعَرَبُ الْكَلِمَةَ فَيُعَلِّمُنِيهَا جِبْرِيلُ۔

(العقد الفرید، الجزء السادس، فرش کتاب الزبرجدۃ الثانیۃ، التزیّن والتّطیب صفحہ 220 مطبوعہ شرکۃ دار الارقم بن ابی الارقم بیروت 1999ء)

نبی اکرم ﷺ نے ایک بار حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ کیا بات ہے میں تمہیں شعثاء، مرھاء، سلتاء دیکھ رہا ہوں کہ نہ سر میں تیل لگایا ہوا ہے، نہ سرمہ لگایا ہوا ہے اور نہ ہی مہندی لگائی ہوئی ہے۔ حضرت عائشہؓ جیسی ادیبہ وفاضلہ خاتون کے لئے گویا یہ الفاظ بالکل نئے تھے جو اس وقت کی "لغات" میں نہ تھے۔ تبھی حیران ہو کر عرض کیا۔ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَوَلَسْنَا مِنَ الْعَرَبِ؟ یَا رَسُولَ اللہِ ﷺ! کیا ہم عرب نہیں ہیں؟ ہم تو یہ

الفاظ نہیں جانتے، نہ استعمال کرتے ہیں۔ تو آپؑ نے جو فرمایا وہ اصول اور بنیاد ہونی چاہیے ہماری ساری تحقیق کی۔
آپؑ نے فرمایا۔ ”بَلٰی، رُبَّمَا أُنْسِيَتِ الْعَرَبَ الْكَلِمَةُ فَيُعَلِّمُنِيْهَا جِبْرِيْلُ۔“ ہاں تم بھی ٹھیک کہہ رہی ہو۔ لیکن جو کلمات و الفاظ عرب لوگوں کو بھلا دئے گئے۔ جو الفاظ ان کی لغات میں بھی نہیں آسکے، خدا ان کلمات کو جبریل کے ذریعہ مجھے سکھا دیتا ہے۔

تو نبی کا معلم خدا اور جبریل ہوتے ہیں۔ ان کی زبان کا ماخذ بھی وہی ہوتے ہیں۔ نہ کہ لغات!

کبھی ہم نے سوچا ہے کہ عربی زبان کی ضخیم ترین لغات میں سے تاج العروس اور لسان العرب سر فہرست ہیں۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جناب لسان العرب اور تاج العروس سے پہلے اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا کہ مجھے چالیس ہزار مادے عربی کے سکھائے گئے ہیں تو اس وقت کے محقق کا کیا موٴقف ہوتا؟ اگر آج یہ لغات ہمارے سامنے نہ ہوتیں تو ہماری تحقیق کیا کہتی؟؟

دراصل یہ وہ سارا خوف ہے جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے اتنے بڑے انعام سے جو معجزے کی عظیم الشان صورت میں ہوا معترضین انکار کر رہے ہیں یا انکار کرنے کے بہانے ڈھونڈ رہے ہیں۔

اور یہ کہنا کہ عربی کے تو اتنے مادے ہی نہیں ہوتے۔ یا کبھی کوئی اپنے آپ کو عربی دان سمجھتا ہوا یہ کہہ دے کہ عربی کے تو کل مادے ہی چھ سات ہزار ہیں اور لغات میں بھی صرف دو ہزار سے زائد مادے استعمال نہیں ہوئے تو اول تو یہ کوئی دلیل نہیں۔ اگر اتنے مادے نہیں تو کیا ہوا؟ کیا کسی نے ساری عربی کے سارے مادوں کا شمار و احصاء کیا ہوا ہے؟ لغت تو کبھی بھی مکمل ہونے کا دعویٰ نہ خود کرتی ہے اور نہ کوئی اور کر سکتا ہے۔ جو زبان بولی جاتی ہے اس کا کسی قدر ایک محدود سی شکل میں کتابی صورت میں محفوظ کرنے کا نام لغت ہے۔ سینکڑوں سال سے مختلف قبائل اور اقوام جو بولی بولتے ہیں وہ ساری کی ساری کبھی بھی کسی لغت نے نہ آج تک اس کو جمع کیا اور نہ ہی دعویٰ کیا۔ اور پھر یہ کہنا کہ لغات میں بھی صرف دو ہزار مادے موجود ہیں ایسی بھی بات نہیں ہے۔

نمونہ کے طور پر عربی زبان کی صرف تین ڈکشنریوں کو ایک ایک مادہ کرکے شمار کیا گیا ہے ہماری گنتی کے مطابق عربی زبان کی لغت المنجد میں 5931 مادے ہیں۔ عربی زبان کی لغت القاموس المحیط میں 8069 مادے ہیں اور تاج العروس میں 11285 مادے ہیں۔ شمار کرتے ہوئے معمولی سی غلطی کا امکان موجود ہو سکتا ہے۔

اب جہاں تک چالیس ہزار مادوں کا تعلق ہے تو اس امّ الالسنہ کی بابت تحقیق کرنے والوں کی ذرا سنیئے!

حضرت اقدسؑ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

”عربی کے محققوں نے گو تحقیق کیا ہے کہ اس کے مفردات ستائیس لاکھ سے بھی کچھ زیادہ ہیں۔“
(منن الرحمٰن، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 142)

نویں صدی ہجری کے مجدد حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب اَلْمُزْهِرُ فِيْ عُلُوْمِ اللُّغَةِ وَأَنْوَاعِهَا میں لکھتے ہیں:

”وَ ذَكَرَ حَمْزَةُ الأَصْبَهَانِيُّ فِيْ كِتَابِ الْمَوَازَنَةِ فِيمَا نَقَلَهُ عَنْهُ الْمُؤَرِّخُوْنَ، قَالَ: ذَكَرَ الْخَلِيْلُ فِيْ كِتَابِ الْعَيْنِ أَنَّ مَبْلَغَ عَدَدِ أَبْنِيَةِ كَلَامِ الْعَرَبِ الْمُسْتَعْمَلِ وَ الْمُهْمَلِ عَلٰى مَرَاتِبِهَا الْأَرْبَعِ مِنَ الثُّنَائِيِّ وَ الثُّلَاثِيِّ وَالرُّبَاعِيِّ وَ الْخُمَاسِيِّ مِنْ غَيْرِ تَكْرَارٍ اِثْنَا عَشَرَ أَلْف أَلْف وَ ثَلَاثمِائَة أَلْف وَ خَمْسَة آلَافٍ وَّ أَرْبَعمِائَة وَاِثْنَا عَشَر: الثُّنَائِيُّ سَبْعمِائَة وَ سِتَّة وَخَمْسُوْن، وَالثُّلَاثِيُّ تِسْعَة آلَافٍ أَلْف وَ سِتمِائَة وَخَمْسُوْن وَالرُّبَاعِيُّ أَرْبَعمِائَة مِائَة أَلْف وَ وَاحِد وَتِسْعُوْن أَلْفًا وَ أَرْبَعمِائَة وَالْخُمَاسِيُّ أَحَدَ عَشَرَ أَلْف أَلْف وَ سَبْعمِائَة أَلْف وَ ثَلَاثَة وَتِسْعُوْنَ أَلْفًا وَ سِتّمِائَة وَ قَالَ أَبُوْبَكْرٍ مُحَمَّد بن حَسَن الزُّبَيْدِيُّ فِيْ مُخْتَصَرِ كِتَابِ الْعَيْنِ: عِدَّةُ مُسْتَعْمَلِ الْكَلَامِ كُلِّهٖ وَ مُهْمَلَه سِتَّة آلَافٍ أَلْف وَ سِتّمَائَة أَلْف وَ تِسْعَة وَ خَمْسُوْنَ أَلْفًا وَ أَرْبَعمِائَة۔“

(المزهر فی علوم اللغۃ و أنواعها الجزء الاول النوع الاول معرفۃ الصحیح زیر عنوان المسألۃ الخامسۃ عشرۃ: فی عدۃ أبنیۃ الکلام ص 75-74)

ترجمہ: حمزۃ اصبہانی نے اپنی کتاب الموازنۃ میں ذکر کیا ہے جیسا کہ مؤرخین نے ان سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں خلیل نے کتاب العین میں لکھا ہے کہ عربی زبان میں مستعمل اور متروک کلمات کے بغیر تکرار ودہرائی کے چار درجے ہیں۔

ثنائی (دو حروف والے)، ثلاثی (تین حروف والے)، رباعی (چار حروف والے)، خماسی (پانچ حروف والے)، کل ایک کروڑ تیس لاکھ پانچ ہزار اور چار سو بارہ۔

ثنائی: سات سو چھپّن۔ **ثلاثی:** 9لاکھ سات سو پچاس

رباعی: 40لاکھ 91ہزار چار سو اور، **خماسی:** ایک کروڑ بیس لاکھ اور سات لاکھ اور 93ہزار چھ سو ہیں۔

ابو بکر محمد بن حسن زبیدی خلاصہ کتاب العین میں لکھتے ہیں کہ کلام عرب میں تمام مستعمل اور متروک کلمات کی تعداد چھ کروڑ چھ لاکھ پچانوے ہزار چار سو ہے۔

یہی مضمون عربی زبان کی سب سے بڑی ڈکشنری تاج العروس کے مؤلف امام زبیدی نے تاج العروس کے مقدمہ میں اَلْمَقْصَدُ الثَّالِثُ فِيْ عِدَّةِ أَبْنِيَةِ الْكَلَامِ کی پہلی تین سطروں میں بیان کیا:

”فِي الْمُزْهِرِ نَقْلًا عَنْ مُخْتَصَرِ كِتَابِ الْعَيْنِ لِلزُّبَيْدِيِّ مَا نَصَّه عِدَّة مُسْتَعْمَلِ الْكَلَامِ كُلِّهٖ وَ مُهْمَلَه سِتَّة آلَافٍ أَلْف وَتِسْعَة وَخَمْسُوْنَ أَلْفًا وَ أَرْبَعمِائَة۔“

ترجمہ: مزہر میں الزبیدی کی کتاب العین سے نقل کیا گیا ہے کہ عربی زبان میں مستعمل الفاظ (عام اور غیر مستعمل دونوں) کی تعداد چھ لاکھ ننانوے ہزار چار سو ہے۔

ملکہ وکٹوریہ کو دعوتِ اسلام

(اے۔ولیم)

آئینہ کمالات اسلام کے عربی حصہ "التبلیغ" میں حضورؑ نے قیصرہ ہند ملکہ وکٹوریہ کو بھی دعوت اسلام پر مشتمل ایک تفصیلی مکتوب لکھا۔

اس مکتوب سے قبل ملکہ وکٹوریہ کا کچھ تعارف پیش کیا جاتا ہے:

Queen Victoria, 1819–1901
wikipedia.org/wiki/Queen_Victoria

ملکہ وکٹوریہ کا تعارف:

ملکہ وکٹوریہ (Alexandrina Victoria) سلطنت برطانیہ کی ملکہ تھی۔ مؤرخہ 24 مئی 1819ء کو شہزادہ ایڈورڈ، ڈیوک کینٹ و سٹرادرن (Prince Edward, Duke of Kent and Strath-earn) (جو شاہِ انگلستان جارج سوم (King George III) کے چوتھے بیٹے تھے) اور شہزادی وکٹوریہ سیسکوبرگ سالفیلڈ (Princess Victoria of Saxe-Coburg-Saalfeld) کے ہاں کینزنگٹن محل، لندن (Kensington Palace London) میں وکٹوریہ کی پیدائش ہوئی۔

ملکہ وکٹوریہ کا شمار انیسویں صدی عیسوی میں دنیا کی با اثر ترین اور برطانیہ کی تاریخ میں انتہائی با اثر حکمرانوں میں ہوتا ہے۔ 1858ء میں انہی کے دور حکومت میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے 120 سالہ تسلط کو ختم کر کے ہندوستان کو باضابطہ طور ایک برطانوی کالونی بنادیا گیا۔ 1876ء میں ملکہ وکٹوریہ قیصر ہند بن گئیں۔ ملکہ وکٹوریہ نے تقریباً 64 سال حکومت کی۔ ملکہ وکٹوریہ 22 جنوری 1901ء کو اِنتقال کر گئیں۔

ملکہ کو بجھوایا جانے والا عربی مکتوب

یہ مکتوب، آئینہ کمالات اسلام، التبلیغ، روحانی خزائن جلد 5 ص 517 تا 540 پر ہے۔ جس میں حضورؑ نے

ملکہ برطانیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:(اصل مکتوب عربی زبان میں ہے۔اس کا ترجمہ یہاں پیش کیا جاتا ہے)

ترجمہ: حکومت برطانیہ و قیصرہ ہند کا ذکر جسے اللہ ہماری دعا سے اعلیٰ ترین جزادے۔

اے بھائیو! جان لو کہ ہمیں ظالموں کے ہاتھوں سے اس ملکہ کے زیر سایہ حکومت سے نجات ملی جس کا ذکر ہم نے اپنے اس عنوان میں کیا ہے۔ اس کی حکومت ہمارے لئے تر و تازہ جھونکا لے کر آئی۔ جیسے کہ تیز بارش کے دنوں میں زمین تر و تازہ ہو جاتی ہے۔ یہ ملکہ قیصرہ ہے جو ہر لحاظ سے قابل عزت ہے۔ اس کی بادشاہت اور اس کی حکومت ملکہ زبآ سے بڑھ کر ہے۔ اے اللہ ہمارے لئے اس کے وجود اور اس کی سخاوت کو بابرکت بنا اور اس کی حکومت کو روس کی تدبیروں سے جو وہ گھڑتے ہیں محفوظ رکھ۔ ہم نے اس کے بے شمار احسان دیکھے ہیں۔ اور اچھی زندگی پائی ہے اگر ہم اس کے حق میں کوتاہی کریں گے۔ تو گویا ہم اللہ کے حق میں کوتاہی کریں گے۔ سب سے بدترین جانور اللہ کے نزدیک وہ شریر ہیں جو کہ اپنے محسنوں کو تکلیف دیتے ہیں اور راحت پہنچانے والوں کو دکھ دیتے ہیں۔ پس اللہ ایسے شریر لوگوں کی زندگیوں کے درخت پر کلہاڑا چلائے گا اور وہ کاٹے جائیں گے جو احسان فراموشی کرتے ہیں۔ اے لوگو! اس قابل عزت ملکہ کی حکومت سے پہلے ہم ہر طرف سے ذلیل و خوار اور دھتکارے ہوئے تھے۔ نہ ہم سکون کو جانتے تھے اور نہ کوئی ہمارا مسکن تھا۔ اور سکھ ہمارے مالوں کو ایسے لوٹتے تھے جیسے کہ باز اچک کرلے جاتا ہے۔ پھر ایسے نکل جاتے تھے جیسے کہ تیز تیر نکل جاتا ہے اور بھاگ جاتے تھے۔ ہم اس شخص کی مانند تھے جو کہ بیابان جنگل میں اکیلا بھٹک رہا ہو۔ ہم اس غربت کی آگ میں جھلس رہے تھے۔ پس اللہ نے ہمیں ان تمام مصیبتوں سے نجات دی اور چودھویں کے چاند کی طرح چمکنے والے اور گورے رنگ کی قوم کے ذریعہ ہماری مدد فرمائی۔ پس ان کی آمد کی وجہ سے ہمارے اچھے ایام لوٹ آئے۔ ان کی وجہ سے ہمیں اپنے وطنوں اور اپنے بھائیوں کو دوبارہ دیکھنا نصیب ہوا۔ اس قوم نے ہماری مدد اور ہماری تائید کی۔ ہمارے وطن ہمیں واپس دینے کیلئے کھڑی ہوگئی۔ پس ہم ایک عرصہ کے بعد ان لوگوں میں داخل ہوئے جنہیں راحت نصیب ہے۔ ہم باہر نکل آئے جس طرح کہ سورج صبح کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ ہمیں ان کی عنایات سے تقویت حاصل ہوئی۔ جس طرح جسم کو روح سے تقویت ملتی ہے۔ ان کی آمد سے ہماری وہ بھوک اور پیاس ختم ہوگئی جس نے ہماری انتڑیوں کو آگ سے جلا دیا تھا۔ اور ایک بار پھر ہم اپنے لوگوں میں بافراغت زندگی گزارنے لگے اور امن کی نیند سونے لگے۔ اس قوم کی پہلی نعمتیں اور راحتیں جو ہم نے پائیں وہ امن اور ظلم کی طویل راتوں اور بتوں کی پرستش کرنے والوں کے ظلم سے نجات تھی۔ انہوں نے ہمیں ہر قسم کے خوف سے دور کر دیا۔ ہمارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو گیا اور ہم نعمتوں کے حاصل کرنے والے ہوگئے۔ جب کہ سکھوں

کے دور میں ہماری تجارت خطرے میں تھی۔ ہماری کھیتی باڑی ان کے لوٹ کا سامان تھا۔ ہماری صنعت سے قوت لایموت بھی میسر نہ ہوتی تھی وہ بھی محدود وقت کے لئے تھی۔ ہمارا ان سکھوں کی حکومت میں معاون کے طور پر منسلک ہونا یا ان کے عمال کے طور پر کام کرنا اور امداد کے لئے ان کے ساتھ ہونا بھی سزاؤں کا پیش خیمہ ہوتا تھا۔ ان کی یہ نوکری انواع واقسام کی مصیبتوں اور سزاؤں کا پیش خیمہ تھی۔ ہم اس چیز کی مانند ہو گئے تھے جسے دن میں سو مرتبہ الٹا پلٹا جاتا ہے۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ ہم کس حال میں ہوں گے۔ زندوں میں ہوں گے یا ان لوگوں کی طرح جو جنگ میں اچک لئے جاتے ہیں اور پھر قتل کر دیئے جاتے ہیں۔ پس اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے خوف کو امن میں بدل دیا۔ اور ہمیں ایک رحم دل بزرگ ملکہ عطا کی جس کے عمال میں ہمیں حاکموں جیسا دبدبہ نہیں ملتا اور نہ ہی وہ سانپوں کی طرح کاٹنے والے اور ڈسنے والے ہیں۔ بلکہ وہ کمزوروں پر رحم کرنے والے ہیں۔ ہم ان کے سائے میں پُر خطر کام بھی سر انجام دینے لگے اور ہم پر تمام کاموں کے دروازے کھل گئے تاکہ اپنی حاجات کو پورا کر سکیں۔ باوجود اس کے ہم ان لوگوں میں سے ہو گئے جن پر کوئی غم اور خوف نہیں ہوتا۔ اور اگر اتفاقاً ہمیں گھر اکیلے چھوڑ کر جانا پڑے اور ہمیں اچانک اپنے وطن سے جانا پڑے تو ہمیں کوئی مصیبت نہیں پہنچتی بلکہ ہم ہر چور ڈاکو سے امن میں ہوتے ہیں گویا کہ ہم اپنے گھر سے نکلے ہی نہیں بلکہ بستی میں ہی ہیں۔ پس اے غافلو! ہم کیوں نہ شکر کریں۔ اس لئے کہ انہوں نے ہمیں اشاعت دین اور کتابوں کی اشاعت میں مکمل آزادی دی ہے اور ہمیں وعظ اور دلائل کے لئے کھڑے ہونے کے لئے آزادی دی۔ ہمیں مخلوق کو دعوت اسلام دینے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور شرعی معاملات میں شریعت کے مطابق فیصلے کرنے کا مکمل اختیار دیا ہے۔ وہ مسلمانوں کے معاملات میں علماء سے فتویٰ مانگتے ہیں اور زیادتی نہیں کرتے۔ اور وہ ہر حکم، فیصلے اور تعمیل جاری کرتے وقت اچھی طرح تفتیش کرتے ہیں اور جلد بازی نہیں کرتے۔ اگر دو مسلمان ان کے پاس فیصلے کے لئے آئیں تو انہیں مسلمانوں کی شوریٰ سے فیصلہ لینے کی ترغیب دیتے ہیں اور انہیں نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنے حکم کے فیصلہ کو قبول کریں۔ اور جب وہ قبول کرتے ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ ان کے دور میں اسلام کے علوم اور سنت رسول ظاہر ہو گئے۔ اس کا انکار سوائے متعصبوں کے کوئی نہیں کرتا۔ کتنے ہی سکول انہوں نے بنوائے اور ان میں مختلف اقسام کے فنون کو ترویج دی۔ انہوں نے ہر مدفون خزانے کو باہر نکالا۔ انہوں نے امتحان کے طریقہ کار اور قواعد کو ترتیب دیا تاکہ کامیاب طلباء کو انعام ملے یا پھر ناکامی کی صورت میں رسوائی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے تعلیم کے نہایت عمدہ قوانین بنائے اور سکھانے کے اچھے طریقے نکالے ہیں۔ تعلیم کے سلسلہ میں انہوں نے ہر مشکل پر قابو پالیا اور ہر مشکل قلعے کو سر کرلیا۔ باوجود اس کے کہ اس

تعلیم کے حصول کے اخراجات بہت کم ہیں اور وہ بھی محدود زمانوں کے لئے مگر اس کے فائدے بہت زیادہ ہیں۔ پس رشک کرنے والوں کو اس پر شک کرنا چاہیئے۔ خدا گواہ ہے کہ اس قوم کو اللہ نے ہمارے لئے اور ہماری بھلائی کے لئے بھیجا ہے۔ اس قوم نے ہمارے دشمنوں کو تباہ کر دیا۔ ہماری گردنوں کو انہوں نے اپنے بے پناہ احسانات اور نعمتوں سے جھکا دیا ہے۔ ہم پر ان کا شکر کرنا دل و جان سے فرض ہو گیا۔ کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہی ہوتا ہے۔ پس مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ جلال اور نصرت کے ساتھ اسے لیں۔ اس کی اطاعت کا جُوا اپنی نیکی اور اکرام کے کندھوں پر ڈالیں۔ جو ہم میں سے ان کو گزند پہنچائے یا ان پر خروج کرے یا ان سے جنگ کرے تو وہ ایسے لوگ ہوں گے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی حدوں سے تجاوز کیا اور یہ جاہل ہیں۔ مومنوں پر ان کی ناشکری اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ وہ اپنی طرز حکومت بدل نہ دیں کسی مومن کو شایان نہیں کہ وہ اس بزرگ ملکہ کے معروف کاموں کی نافرمانی کرے۔ وہ ملکہ جو ان کی عزت اور ان کے مال کی حفاظت کرتی ہے۔ وہ ان کے اہل و عیال کی خیر خواہ ہے۔ وہ ان پر احسان کرتی ہے اور ان کے غموں کو دور کرتی ہے۔ فتویٰ مانگنے والو! قابل عمل یہ فتویٰ ہے۔ اللہ کے اس حکم کو قبول کرو اور جذبات نفس کی طرف مت جھکو۔ اور ان علماء کی باتوں کو قبول نہ کرو جو بغیر علم کے فتویٰ دیتے ہیں۔ وہ خود گمراہ ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ہم نے قیصرہ ہند سے بہت سی نعمتیں پائیں، ہم ان کو کس طرح بھلا سکتے ہیں اور کس طرح ناشکری کر سکتے ہیں۔ اللہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے بندے اپنے محسن کی ناشکری کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قیصرہ ہند مسلمانوں کا ایک بازو ہے اور آثار اسلام کی حفاظت کرنے والی ہے۔ اور ان لوگوں میں سے ہے جو احسان کرتے ہیں۔ اس کا وجود ہمارے لئے موجب برکت ہے۔ اس کی سخاوت ہمارے لئے ابر کرم ہے۔ وہ ہماری تکلیف پر راضی نہیں ہوتی۔ اللہ نے اسے ظلم و زیادتی سے بچایا ہوا ہے۔ اس نے اپنے وسیع دامن میں متفرق قوموں کو پناہ دی ہوئی ہے۔ ہر ایک گروہ اس کی عنایت سے خوش ہے۔ جہاں تک پادریوں کے فساد اور ظلم کا تعلق ہے ان کی زہریلی ہوا چلنے اور فلسفیوں کی گمراہیوں کے شائع ہونے کا تعلق اور علوم کے پھیلنے کا تعلق ہے تو اس میں اس ملکہ کا ذرہ بھر بھی دخل نہیں ہے۔ یہ دولت برطانیہ کے بارے میں جو لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ان کی حمایت کرتی ہے غلط خیال ہے۔ بلکہ یہ آزادی کا نتیجہ ہے جو اس نے ہر قوم کو دی ہوئی ہے۔ ملکہ کا قانون پادریوں کو مسلمانوں پر کوئی زیادہ حق نہیں دیتا۔ بلکہ اس میں سب برابر ہیں۔ پھر شکر کرنے والے کیوں شکر نہیں کرتے۔ جو یہ خیال کرتا ہے کہ پادری بھی اس حکومت کا ایک شعبہ ہے اور کہ وہ ملکہ کے حکم سے تبلیغ کرتے ہیں۔ تو ایسا خیال کرنے والا یقیناً گمراہی میں بھٹک گیا اور ان لوگوں میں سے ہو گیا جو ظلم کرتے ہیں۔ کیا ملکہ اشاعت اسلام سے روکتی ہے۔ حالانکہ اس کی قوم سے اور

اس کی حکومت میں کتنے ہی لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اس نے مساجد تعمیر کیں۔ تمہیں کیا ہو گیا تم کیوں نہیں سمجھتے۔ اس کی عنایات کسی ایک قوم سے مخصوص نہیں ہیں۔ ایسا خیال صرف وہ کرتے ہیں جو سطحی خیالات کے مالک ہیں اور حقیقت امر سے غافل ہیں۔ اس حکومت کی فیض رسانی کی طرف توجہ کرو کہ کس طرح ہر شہر میں اس نے مفید شعبے قائم کر دیئے ہیں۔ اس میں ادب، شہریت کی سیاست کے شعبے ہیں اور انہیں حکماء اور عقلاء کے مشوروں سے مزین کیا گیا ہے۔ علوم کی نہریں جاری کر دی ہیں۔ طلباء کے لئے مدارس کھول دیئے ہیں۔ فقیروں کے اس نے درہم و دینار کے وظائف جاری کر دیئے ہیں۔ یہ حکومت مدتوں اس پر مداومت اختیار کئے ہوئے ہے۔ اے مسلمانو! اس کا شکر یہ ادا کرو اور اللہ سے دعائیں کرتے رہو کہ اللہ اس بزرگ ملکہ کی عزت کو قائم رکھے اور منحوس روس کے خلاف مدد دے۔ اور یہ کہ اللہ اسے ان لوگوں میں داخل کرے جو اللہ اور اس کے رسول کریمؐ پر ایمان لاتے ہیں اور اسے دونوں جہانوں کی خیر عطا کرے اور اسے ان لوگوں میں سے بنائے جنہیں دونوں جہانوں کی خوشیاں عطا کی گئیں اور وہ سعادت مند بنائے گئے۔

اے ملکہ برطانیہ! تم نقصان سے بچائی جاؤ اور ہر اس تکلیف کو بھلا دو جو گزر گئی۔ تم نے اپنی سلطنت میں امن قائم کرنے کے لئے انتہائی کوشش کی اور آزادی کو انتہائی حد تک وسعت دی اور مسلمانوں کو رنج پہنچانے والے مصائب سے نجات دلائی اور ان کے لئے گہرائی سے موتی نکالے اور ہم نے تجھ سے دلوں کی راحت اور آنکھوں کی ٹھنڈک پائی اور دکھوں کو دور کرنے میں راحت پائی۔ تو کتنی اچھی ہے کاش تو اسلام قبول کر لیتی اللہ تجھے اس کی بہتر جزاء دے۔ اللہ تمہارے دل کی آرزوؤں کو پورا کرے۔ مسلمانوں کی نسلیں تمہاری عنایات کو نہیں بھولیں گی۔ اور قرآن پڑھنے والوں کے دفتروں سے تیرا نام نہیں مٹایا جائے گا۔ زمانہ گزر جائے گا مگر تیری خوبیوں کا ذکر کبھی منقطع نہیں ہو گا۔ اے محسنہ ملکہ خدا تجھے خوش و خرم رکھے۔ یہ ان لوگوں کی دعا ہے جنہیں ذلیل و خوار کیا جاتا تھا۔

اے نیک ملکہ میں نے تیرے کمالات کے بارے میں غور کیا ہے میں نے تجھے تجربہ کار پایا۔ تیری رائے مصائب اور مشکلات حل کرنے میں بادلوں کی طرح تیز چلتی ہے۔ تیری سمجھ بوجھ مشکل معاملات کے حل میں عقاب کی طرح تیز ہے۔ باریک معاملات کی تہہ تک پہنچنے میں تُو ید طولیٰ رکھتی ہے۔ حقائق کی تلاش میں تیری عقل زیادہ روشن ہے۔ اور تو اللہ کے فضل سے ان لوگوں میں سے ہے جو راستوں کی تلاش میں صائب رائے ہیں اور خطا نہیں کرتے۔ اے ملکہ تو ہر صاف موتی کی تفتیش کرتی ہے۔ اور انصاف کے دقائق سے استنباط کرتی ہے۔ بڑی گہری فکر سے اور ذہین دماغ کے ساتھ۔ اور اس معاملہ میں تو حسن ذوق رکھتی ہے اور معاملہ فہم ہے۔

اور قابل تعریف لوگ تیری تعریف کرتے ہیں۔ پس تیرے کمالات کے تصور، تیری عمدہ صفات جن کی خوشبو پورے عالم میں پھیل گئی ہے کو دیکھتے ہوئے میرے دل میں ڈالا گیا کہ تمہیں اس عظیم امر کی خبر دوں جس سے تیری قدر رب کریم کے نزدیک بھی بڑھ جائے۔ میں اس کا ذکر اخلاص کے پورے جوش کے ساتھ کر رہا ہوں کیونکہ میرا اخلاص یہ تقاضا کرتا ہے کہ میں تجھے تیری بھلائی کی طرف بلاؤں۔ اور تیرا شکر بجالاؤں کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور مخلص لوگ ہمیشہ اچھی نیت سے پہچانے جاتے ہیں اور مخلص انسان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس امر کو چھپائے جس میں اس کے محسن کے لئے بھلائی ہو۔ بلکہ وہ اپنی متاع کو اس کے لئے پیش کرے اور چھپانے والوں میں سے نہ ہو۔

اے بزرگ شان والی ملکہ مجھے یہ بات تعجب میں ڈالتی ہے کہ باوجود تیرے کمال فضل، کمال علم اور فراست کے تو دین اسلام کا انکار کرتی ہے۔ تو اس میں اس گہرائی کی نظر سے غور نہیں کرتی جس نظر سے تو بڑے بڑے معاملات میں غور و فکر کرتی ہے۔ یقیناً تو نے اسلام کو کالی رات میں دیکھا مگر اب تو اسلام کا سورج چڑھ آیا ہے اور تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو صبح کی روشنی کی طرف نظر نہیں کرتی۔ اے بزرگ ملکہ! اللہ تیری تائید کرے۔ جان لے کہ دین اسلام انوار کا مجموعہ ہے اور یہ روحانی نہروں کا منبع اور پھلوں کا باغ ہے۔ دنیا میں کوئی دین نہیں مگر وہ اسلام کا حصہ ہے۔ پس اس کی بناوٹ اور خوبصورتی اور جنت کی طرف دیکھ اور ان لوگوں میں سے ہو جا جو اس میں سے رزق حاصل کرتے ہیں بافراغت رزق۔ اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور یہ دین اسلام زندہ دین ہے، برکات کو جمع کرنے والا، نشانیوں کا ظاہر کرنے والا، نیکیوں کا حکم دینے والا اور برائیوں سے روکنے والا ہے اور جو کوئی اس کے خلاف کہتا یا ظاہر کرتا ہے تو اس نے یقیناً جھوٹ بولا۔ ہم جھوٹ بولنے والوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں چونکہ انہوں نے حق کو چھپایا اور باطل کو جگہ دی۔ پس اس کی وجہ اسے اللہ نے ان پر لعنت کی اور فطرتی انوار کو ان کے سینوں سے چھین لیا۔ پس وہ اس میں سے اپنا حصہ بھول گئے اور وہ تعصبات اور جو کچھ انہوں نے گھڑا ہے اس پر خوش ہو گئے۔

اے ملکہ! یہ قرآن سینوں کو صاف کرتا اور ان میں نور بھرتا ہے۔ روحانی خوشی اور سرور دکھاتا ہے۔ جو اس قرآن کی پیروی کرتا ہے یقیناً وہ اس نور کو پاتا ہے جو نبیوں کو ملا۔ مگر وہ یہ نور صرف ان کے دلوں میں ڈالتا ہے جو زمین میں تکبر اور فساد نہیں کرتے۔ بلکہ وہ اس کے انوار کی طرف رغبت رکھتے ہوئے آتے ہیں۔ پس یہی وہ لوگ ہیں جن کی آنکھیں کھولی جاتی ہیں اور ان کے نفوس پاک کئے جاتے ہیں۔ پس وہ صاحب بصیرت ہو جاتے ہیں۔ اور میں اللہ کے فضل سے ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں اللہ تعالیٰ قرآن کے انوار

عطا کرتا ہے اور انہیں قرآن کی پوری لذت پہنچاتا ہے۔ پس اس نے میرے دل کو روشن کیا اور میرے نفس نے اس کی ہدایت کو پالیا جیسے کہ واصل لوگ پاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد میرے رب نے مجھے مخلوق کو دعوت دینے کے لئے بھیجا ہے اور مجھے وہ روشن نشان دیئے کہ میں مخلوق کو اس کے دین کی طرف بلاؤں۔ خوش خبری ہے ان کے لئے جو مجھے قبول کرتے ہیں۔ اور موت کو یاد کرتے ہیں یا نشان طلب کرتے ہیں اور نشان دیکھنے کے بعد ان پر ایمان لاتے ہیں۔

اے بزرگ ملکہ! تجھ پر اللہ کی دنیاوی نعمتوں کا بہت بڑا افضل ہے پس اب تو آخرت کی بادشاہت کی فکر کر۔ اور توبہ کر اور واحد خدا کے سامنے جھک جا جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی بادشاہت میں کوئی دوسرا شریک نہیں اور اس کی بڑائی بیان کر۔ کیا تم اس کے علاوہ دوسروں کو معبود بناتے ہو جو کہ کچھ پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ پس اگر تجھے اسلام کے بارے میں کوئی شک ہے تو میں یہاں حاضر ہوں اس کی صداقت کے نشانات دکھانے کے لئے۔ وہ اللہ ہر حال میں میرے ساتھ ہے جب میں اس کو پکارتا ہوں وہ جواب دیتا ہے۔ جب وہ آواز دیتا ہے میں لبیک کہتا ہوں۔ جب اس سے مدد طلب کرتا ہوں وہ میری مدد کو آتا ہے۔ اور مجھے خوب یقین ہے کہ وہ ہر موقع پر میری مدد کرے گا اور مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ پس کیا تو میرے نشانات دیکھنے کی رغبت رکھتی ہے اور کیا تو میری سچائی اور صداقت کو دیکھنا چاہتی ہے آخرت کے خوف سے۔

اے ملکہ برطانیہ! توبہ توبہ کر اور میری بات سن۔ میری پکار سن اللہ تجھے تیری بادشاہی میں برکت دے تمہارے مال و حال میں۔ اور تو ان میں سے ہو جائے جن پر رحم کیا جاتا ہے۔ اگر امتحان کے وقت میرا جھوٹ ظاہر ہو جائے تو اللہ کی قسم میں راضی ہوں مجھے قتل کر دیا جائے یا صلیب دے دی جائے یا میرے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور ان لوگوں کے ساتھ ملا دیا جائے جنہیں ذبح کیا جاتا ہے۔ اور اگر میری سچائی ظاہر ہو جائے تو میں تجھ سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے تیرے رجوع کرنے کے اس ذات کی قسم جس نے تجھے پیدا کیا اور تیری ربوبیت کی اور تجھے عزت دی۔ اور تجھے وہ سب عطا کیا جو تم نے مانگا۔ پس تو میری دعوت کو سن۔ اے مملکت عظیمہ کی ملکہ قیصرہ ہند! ان لوگوں میں سے مت ہو جن کے دل حق کے ذکر کے وقت تنگ ہو جاتے ہیں اور وہ اعراض کرتے ہیں۔ اے معزز ملکہ برطانیہ! اللہ تیرے غموں کو دور کرے اور تیری عمر اور تیری نسل کو دراز کرے۔ اللہ تجھے عافیت میں رکھے اور دشمنوں اور حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ میں نے یہ وصایا محض خالصتاً اللہ کی خاطر تجھ پر رحم کھاتے ہوئے اور تیری آخرت کو سنوارنے کے لئے کی ہیں۔ میں تیرے لئے دن رات کی برکات مانگتا ہوں۔ میں تیری حکومت اور تیرے لئے ہر میدان کی برکات کیلئے دعاگو ہوں۔ اے زمین

کی ملکہ !اسلام قبول کرلے تو امن میں آجائے گی۔ تو اسلام قبول کرلے تو اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن تک رفع عطا کرے گا۔ اللہ تجے دشمنوں سے سلامت اور محفوظ رکھے۔ اللہ تیری حفاظت ان کے ذریعے کرے جو اس کی طرف سے حفاظت کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں۔ اے ملکہ! میں وہ شخص ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا سے آخرت کی طرف کھینچ لیا ہے۔ مجھے اس دنیا میں سوائے دو روٹیوں اور پانی کے کوزے کے علاوہ کچھ نہیں چاہیئے۔ اللہ نے میرے دل کو دنیا کی خواہشات سے پھیر دیا ہے۔ نہ مجھے مرتبہ چاہیے نہ دنیا کی چمک اور زینت۔ میں چاہتا ہوں کہ میں ان لوگوں میں سے ہو جاؤں جن کیلئے جنت میں عزت کے تخت بچھائے جاتے ہیں اور وہ ان کی نعمتوں سے رزق دیئے جاتے ہیں۔ اور وہ خدا کے مقدس باغوں میں سیر کرتے ہیں۔

اے ملکہ معظمہ! میں مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوں۔ اللہ نے مجھے عرفان سے رزق دیا اور اپنا نور، روشنی اور چمک عطا کی اور مجھ پر آسمانی بادشاہتوں کو ظاہر کیا اور یہ آسمانی بادشاہت میرے دل کو لگی۔ اس نے مجھے زمین کی بادشاہتیں دکھائیں مگر میرے دل کو ان سے کراہت ہوئی، میرا خیال ان سے ہٹ گیا۔ پس یہ دنیا آج میری آنکھوں میں مردار کی مانند ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ بدبودار۔ اسی طرح زندگی کی زینت، مال اور بیٹے میری نظر میں کچھ نہیں ہیں۔ اے ملکہ برطانیہ! آخر میں میں تجھے محض للہ نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مسلمان تیرے خاص بازو ہیں۔ تیری مملکت میں ان کی خاص اہمیت ہے جسے تم سمجھتی ہو۔ پس تو مسلمانوں پر خاص نظر کرم فرما۔ ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کر۔ ان کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کر اور ان میں سے اکثر لوگوں کو اپنا مقرب بنا۔ تو ان کو فضیلت دے اور ان کو اپنے خاص آدمیوں میں شامل کر۔ اس میں تیرے لئے بہت سی برکات اور مصلحتیں ہیں۔ تو ان کو خوش رکھ کہ تو اس زمین کی مالک بنی ہے جس کے وہ مالک تھے۔ تو ان کے ملک میں آگئی ہے جس پر وہ ہزار سال حاکم رہے تھے۔ پس تو اپنے رب کا شکر ادا کر اور ان سے اچھے طریق سے پیش آکیونکہ اللہ صدقہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ بادشاہت اللہ کی ہے جسے چاہے عطا کرتا ہے اور جس سے چاہے چھین لیتا ہے۔ اللہ شکر کرنے والوں کے ایام حکومت کو لمبا کر دیتا ہے۔

اے ملکہ برطانیہ! اس میں کوئی شک نہیں کہ ہند کے مسلمانوں کے دل تیرے ساتھ ہیں۔ تجھے ان میں فساد کی بُو نہیں آئے گی۔ نہ میں ان میں دشمنی کی آگ دیکھتا ہوں۔ وہ تیری فوج ہیں اور وہ پیدل اور سوار اپنی جان کے ساتھ تجھ پر فدا ہیں۔ اور وہ فرمانبرداری کی شرائط کے ساتھ مستعد ہیں۔ وہ تیرے لئے تمام قسم کے مصائب کی وادیوں اور چوٹیوں کو عبور کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بلکہ وہ تمام موقعوں پر ہراول دستہ ہوں گے۔ وہ تیرا ہر حکم بجالانے کے لئے تیار ہیں۔ تیرا اشارہ ان کے لئے حکم کے برابر ہے۔ تو ان میں ہرگز کوئی غدار نہیں

پائے گی اور نہ کوئی عذر۔ لیکن اے ملکہ برطانیہ! مسلمان وہ قوم ہیں جن کی بہت شان تھی اور وہ تخت و تاج کے مالک تھے۔ وہ ہندوؤں کے اوپر اس طرح حکمرانی کرتے تھے جس طرح گڈریا بکریوں کو چراتا ہے۔ مگر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان کے دل الٹ گئے اور وہ اور ان کے بھائی سکھوں کے ہاتھوں ظلم کا نشانہ بنے۔ پس وہ تمہاری حکومت کا اس طرح انتظار کرتے تھے جس طرح روزے دار عید کے چاند کا انتظار کرتے ہیں۔ وہ تیری عنایت کا اس طرح انتظار کرتے ہیں جس طرح کہ ایک حاملہ عورت ایک نیک بیٹے کی پیدائش کا انتظار کرتی ہے۔ وہ تمہارے آنے کے لئے دعائیں مانگتے تھے۔ ان کا وہ وقت گزر چکا ہے جب وہ صاحب امارت تھے اور وسیع اختیارات کے مالک تھے۔ بسا اوقات ان کو ان دنوں کی یاد ستائے گی کیونکہ عادات کو چھوڑنا اور ان کا قلع قمع کرنا بہت مشکل کام ہے۔ جو میں نے تمہیں کہا ہے وہ محض نصیحت کی خاطر کہا ہے۔ بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور اللہ کی قسم تمہاری جملہ بھلائی اسی میں ہے کہ مسلمانوں کی عزت کی جائے اور ان کی عزت ان کو لوٹائی جائے۔ اور ان کو کچھ اعلیٰ مناصب اور عطیات لوٹائے جائیں تاکہ وہ باعزت رہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ان کی بیخ کنی کرنے کے طریقوں میں اور ان کو سانپوں کی طرح قتل کرنے میں کوئی بھلائی ہے۔ کیونکہ زندگی اور موت کا اختیار صرف رَبُّ السَّمٰوٰت کو ہے۔ اے شفیق اور عظمت والی ملکہ! تو ان مسلمانوں پر شفقت کر اللہ تجھے اس کا اچھا بدلہ دے گا۔ مجھے معاف کرنا اگر میری باتوں میں تجھے کڑواہٹ محسوس ہوئی ہو کیونکہ حق کڑواہٹ سے خالی نہیں ہوتا اور معاف کر کیونکہ بڑے لوگوں سے معافی کی امید کی جاتی ہے۔ میں نے مسلمانوں کو دیکھا ہے کہ ان کو بھوک اور فقیری نے آلیا ہے اور امراء کے گھروں میں سوائے اینٹ اور پتھروں کے کچھ باقی نہیں رہا۔ ان کے سروں سے عمامے گر گئے۔ ان کے پاس رہنے کے لئے سوائے لوٹوں اور پیالوں کے کچھ باقی نہیں رہا، ایک وقت وہ تھا جب وہ محفلیں سجاتے تھے، عمدہ گھروں میں بستے تھے اور خوبصورت لباس پہنتے تھے۔ مگر آج کل سوائے ان کے اپنے اعضاء کے ان کا کوئی ملازم باقی نہیں رہا، وہ ان تنزلی کے ایام میں مدہوشوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہیں۔ بلکہ وہ غم کی وجہ سے غشی کی حالت میں ہیں۔ ایسی غشی جو کہ لوگوں پر رنج اور مصیبت کے وقتوں میں طاری ہوتی ہے۔ اس مصیبت سے خلاصی کے تمام راستے ان کے لئے مسدود ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ اے ملکہ معظمہ! تیری مثل کوئی بھی بادشاہوں میں موجود نہیں۔ اللہ نے تجھے ہوشیاری اور مستعدی عطا کی ہے۔ تو پوری مشقت اٹھا کر اپنی رعایا کی خیر خواہی کرتی ہے۔ حالانکہ تجھے خود تھوڑی راحت ہی میسر ہے۔ تو زیادہ وقت رعایا کی بھلائی میں اور ان کی مصلحتوں کی فکر میں گزارتی ہے اور ان کی بہبود میں غلطاں ہے۔ تو خود مشقت کرتی ہے تاکہ مخلوق خدا کو آرام میسر آئے۔ میں گمان غالب رکھتا ہوں کہ تو نے

ہند میں اپنے نائبوں کو کہا ہو گا کہ وہ مسلمانوں کے شرفاء کو ان کی غیروں پر فضیلت دیں۔ اور ان کی طرف خاص اعزاز سے نظر کرم کریں۔ ان کو خاص طور پر اپنا مقرب بنائیں۔ لیکن تمہارے نائبوں نے اس امر میں سب کو برابر رکھا۔ انہوں نے مسلمانوں کے اعزاز کی مصلحت کو ملحوظ نہیں رکھا جیسا کہ اس کا حق تھا۔ بلکہ ان کے دلوں میں یہ خیال بھی نہیں گزرا ہو گا کہ وہ ان کے پھٹے پرانے کپڑوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں اور ان کی حاجت پوری کریں۔ یہ تو میں نے ہند کے مسلمانوں کا کچھ حال بیان کیا ہے۔ مگر بت پرست جو کہ اپنے آپ کو ہندو یا آریہ کہتے ہیں۔ یہ وہ قومیں جنہوں نے اپنی عمریں غلاموں اور نوکر چاکروں کی طرح گزاری ہیں۔ اس حالت میں انہوں نے صدیاں گزار دی ہیں وہ بالکل گمنام تھے جنہیں کوئی نہیں جانتا تھا۔ اے ملکہ معظمہ! تو جانتی ہے کہ ان کی طاقت سلب ہو چکی تھی۔ لمبے زمانے تک وہ جنگلوں میں پھینکے ہوئے تھے۔ ان کی جلدیں داغ دار ہو گئی تھی۔ ان کے لشکر مر چکے تھے۔ ان کی زندگیوں کی لگامیں پک چکیں تھیں، ان کے عزم کی پیٹھ ٹوٹ چکی تھی، انہیں جس طرف چاہو ہانک لے جاؤ وہ کوئی عذر نہیں کرتے تھے، وہ عزت کے متمنی بھی نہیں تھے، ان کے دلوں میں غلاموں جیسی بزدلی تھی۔ ان میں بہادری نام کی نہ تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ صدیوں سے مسلسل فرمانبرداری اور خدمت میں لگے ہوئے تھے۔ وہ حکومت کے اہل نہیں تھے اور فقراء اور سوا کرنے کے عادی ہو گئے تھے۔ وہ صاحب عزت و ثروت نہیں تھے۔ ان پر ہمیشہ دوسری قوموں کے بادشاہوں نے ہی حکمرانی کی اور وہ اس کے عادی ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کی مثال اس پانی طرح ہے جو تیز رفتاری کے ساتھ صرف پست اور نیچے زمین کی طرف بہتا ہے۔ ان بت پرستوں کی قوم کی مثال قوم لوط کی طرح ہے یا اس گدھے کی طرح جسے چلانے کیلئے مضبوط عصا کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بوسیدہ ہڈیاں تھیں اور مسلمان عروج والے تھے اور عروج میں رہیں گے۔ یہ وہ ہے جو کچھ میں نے مناسب سمجھا اور محض اللہ کی خاطر نصیحت کرتے ہوئے تیری جناب میں پورے اخلاص کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ اب معاملہ تم پر چھوڑتا ہوں اور ہم تو پیرو ہیں۔

(ترجمہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام، رخ جلد 5 ص 517 تا 540)

ملکہ وکٹوریہ اور حضرت اقدس ؑ کی خط و کتابت

حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ بیان کرتے ہیں:

”خط کی رسید شکریہ موصول ہوئی۔ اور حضرت اقدس کی تمام تصانیف بھی طلب ہوئیں۔ چونکہ انگلستان کے بادشاہ کے لئے عیسائی ہونا اور فرقہ پروٹسٹنٹ سے ہونا لازمی ہے اس لئے اتنی بڑی قربانی کہ تخت چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا جائے آسان نہ تھی۔ اس لئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ملکہ معظمہ پر اس خط کا کیا اثر ہوا۔“

(حیات احمدؑ جلد 4 ص 19،20)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 27 دسمبر 1906ء بعد نماز ظہر و عصر مسجد اقصیٰ قادیان میں خطاب فرمایا۔ اس میں آپؑ نے فرمایا:

"......پچیس سال سے زیادہ عرصہ سے ہم اس اشاعت کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور پوری آزادی اور امن سے اسے کر رہے ہیں۔ خود گورنمنٹ کے ملکوں (بلادِ یورپ) میں سولہ ہزار اشتہارات دعوتِ اسلام کا میں نے جاری کیا۔ اور وہ اشتہارات معمولی آدمیوں میں تقسیم نہیں کئے گئے بلکہ معززین کو بھیجے گئے (جن میں شاہی خاندان کے ممبر اور گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدیدار اور اراکین شامل تھے) یہاں تک کہ ملکہ معظمہ کو بھی ایک کتاب دعوتِ اسلام کی بھیجی گئی اور انہوں نے ایسی محبت اور قدر سے اسے دیکھا کہ بذریعہ تار ایک اور نسخہ اس کا منگوایا......" (تقریر جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1906ء مطبوعہ الحکم نمبر 3 جلد 11۔ 24 جنوری 1907ء صفحہ 2) (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 109 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

حضرت اقدس علیہ السلام کا یہی خطاب "بدر" میں بھی شائع ہوا۔

(تقریر جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1906 مطبوعہ بدر نمبر 3 جلد 6۔ 17 جنوری 1907 صفحہ 8)

تحقیق کے مطابق کم از کم چار ایسے مواقع موجود ہیں جن کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ اور اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے ملکہ برطانیہ کو مخاطب کیا ہو۔ یا ایسا اشتہار اس کو بھیجے جانے کا قوی امکان ہو۔

سب سے پہلے حضرت اقدسؑ نے براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد ایک اشتہار شائع فرمایا جو کہ دنیا بھر کے تمام پادریوں، علماء اور معززین کو بھیجا گیا۔ اس کا ذکر تاریخ احمدیت جلد اول میں "ماموریت کا چوتھا سال" کے عنوان کے تحت موجود ہے۔ جس میں لکھا گیا ہے کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دعوت کی عالمگیر اشاعت کے لئے خدائی تحریک کے مطابق خاص اہتمام فرمایا۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے بیس ہزار کی تعداد میں اردو انگریزی اشتہارات شائع کئے۔ اور ایشیا، یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے مذہبی لیڈروں، فرمانرواؤں، مہاراجوں، عالموں، مدبروں، مصنفوں اور نوابوں کو باقاعدہ رجسٹری کر کے بھجوادیئے اور اس زمانہ میں کوئی نامور اور معروف شخصیت ایسی نہیں چھوڑی جس تک آپ نے یہ خدائی آواز نہ پہنچائی ہو۔" (تاریخ احمدیت جلد اول ص 254-253)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اسی اشتہار کی بابت حضرت منشی عبد اللہ سنوری صاحبؓ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

”منشی عبد اللہ صاحب سنوری نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام الٰہی کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ آپ اس صدی کے مجدّد ہیں (ابھی تک آپ کو مسیحیت و مہدویت کا دعوٰی نہ تھا) تو آپ نے ایک اشتہار کے ذریعہ جو اردو اور انگریزی ہر دو زبانوں میں شائع کیا گیا تھا یہ اعلان فرمایا کہ خدا نے مجھے اس زمانہ کا مجدّد مقرر فرمایا ہے اور مجھے اس کام کیلئے مامور فرمایا ہے کہ میں اسلام کی صداقت بمقابلہ دوسرے مذاہب کے ثابت و قائم کروں اور نیز اصلاح اور تجدید دین کا کام بھی میرے سپرد فرمایا گیا ہے اور نیز آپ نے یہ بھی لکھا کہ میرے اندر روحانی طور پر مسیح ابن مریم کے کمالات ودیعت کئے گئے ہیں۔ اور آپ نے تمام دنیا کے مذاہب کے متبعین کو دعوت دی کہ وہ آپ کے سامنے آکر اسلام کی صداقت کا امتحان کریں اور اپنے روحانی امراض سے شفاء پائیں یہ اشتہار بیس ہزار کی تعداد میں شائع کیا گیا اور منشی عبد اللہ صاحب سنوری بیان کرتے ہیں پھر بڑے اہتمام کے ساتھ تمام دنیا کے مختلف حصوں میں بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک اس کی اشاعت کی گئی۔ چنانچہ تمام بادشاہوں و فرماں روایان دُول و وزراء و مدبرین و مصنفین و علماء دینی و نوابوں و راجوں وغیرہ کو یہ اشتہار ارسال کیا گیا اور اس کام کے لئے بڑی محنت کے ساتھ پتے حاصل کئے گئے اور حتی الوسع دنیا کا کوئی ایسا معروف آدمی نہ چھوڑا گیا جو کسی طرح کوئی اہمیت یا اثر یا شہرت رکھتا ہو اور پھر اسے یہ اشتہار نہ بھیجا گیا ہو۔ کیونکہ حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ جہاں جہاں ہندوستان کی ڈاک پہنچ سکتی ہے وہاں وہاں ہم یہ اشتہار بھیجیں گے۔ نیز میاں عبد اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس کا اردو حصہ پہلے چھپ چکا تھا اور انگریزی بعد میں ترجمہ کرا کے اس کی پشت پر چھاپا گیا۔

خاکسار (مؤلف سیرت المہدی۔ از مدیر) عرض کرتا ہے کہ یہ اشتہار ابتداً غالباً 1884ء میں شائع کیا گیا اور پھر بعد میں ”شحنہ حق“ اور ”آئینہ کمالات اسلام“ اور ”برکات الدعا“ کے ساتھ بھی اس کی اشاعت کی گئی۔ اور میاں عبد اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب نے اس کے ترجمہ کے لئے مجھے میاں الٰہی بخش اکونٹنٹ لاہور کے پاس بھیجا تھا اور فرمایا تھا کہ وہیں لاہور میں اس کا ترجمہ کرا کے چھپوا لیا جاوے۔“

(سیرت المہدی حصہ دوم ص14-13 روایت نمبر 320)

(یہ اشتہار شحنہ حق کے آخر میں نہیں بلکہ سرمہ چشم آریہ کے آخر پر ہے۔ مقالہ نگار)

انگریزی کا یہ اشتہار لاہور کے پریس Ripon Press سے طبع کروایا گیا تھا۔ جیسا کہ مجموعہ اشتہارات جلد اول [جدید ایڈیشن] کے صفحہ 30 سے ظاہر ہے۔ اور ”Life of Ahmad by A.R.Dard“ کے صفحہ 78 سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ انگریزی کا یہ اشتہار لاہور سے ہی طبع ہوا تھا اور ابتدائی طور پر اس

کی 500 کاپیاں کروائی گئی تھیں اور اردو اشتہار کی 20000 بیس ہزار، جیسا کہ اردو اشتہار کے آخر پر یہ مذکور ہے کہ "بیس ہزار اشتہار چھاپے گئے۔"

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصنیف ازالہ اوہام میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"یہ عاجز اسی قوتِ ایمانی کے جوش سے عام طور پر دعوت اسلام کے لئے کھڑا ہوا اور بارہ ہزار کے قریب اشتہارات دعوت اسلام رجسٹری کرا کر تمام قوموں کے پیشواؤں اور امیروں اور والیانِ ملک کے نام روانہ کئے یہاںتک کہ ایک خط اور ایک اشتہار بذریعہ رجسٹری گورنمنٹ برطانیہ کے شہزادہ ولی عہد کے نام بھی روانہ کیا اور وزیر اعظم تخت انگلستان گلیڈسٹون کے نام بھی ایک پرچہ اشتہار اور خط روانہ کیا گیا۔ ایسا ہی شہزادہ بسمارک کے نام اور دوسرے نامی امراء کے نام مختلف ملکوں میں اشتہارات و خطوط روانہ کئے گئے جن سے ایک صندوق پُر ہے۔" (روحانی خزائن جلد 3 ص 156 حاشیہ)

"نور القرآن حصہ دوم" جو 1895ء میں شائع ہوئی تھی اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہم نے اک معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ ہماری قیصرہ ہند ادام اللہ اقبالہا در حقیقت اسلام سے محبت رکھتی ہے اور اس کے دل میں آنحضرت ﷺ کی بہت تعظیم ہے۔ چنانچہ ایک ذی علم مسلمان سے وہ اردو بھی پڑھتی ہے۔ ان کی ایسی تعریفوں کو سن کر مَیں نے اسلام کی طرف ایک خاص دعوت سے حضرت ملکہ معظمہ کو مخاطب کیا تھا۔" (نور القرآن حصہ دوم روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 384-383)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قیصرہ ہند کے حضور شصت سالہ جوبلی کی تقریب کے موقع پر ایک کتاب "تحفہ قیصریہ" کے نام سے 25 مئی 1897ء کو تصنیف فرمائی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کتاب کی وجہ تحریر کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یہ نوشتہ ایک ہدیہ شکر گذاری ہے کہ جو عالی جناب قیصرہ ہند ملکہ معظمہ والی انگلستان و ہند دام اقبالہا بالقابہا کے حضور میں بتقریب جلسہ جوبلی شصت سالہ بطور مبارکباد پیش کیا گیا ہے۔"
(تحفہ قیصریہ، رخ جلد 12 صفحہ 253)

تحفہ قیصریہ کے آخر میں "جلسہ احباب" کے تحت لکھا ہے:

"اسی تقریب پر ایک کتاب شکر گذاری جناب قیصرہ ہند کے لئے تالیف کر کے اور چھاپ کر اُس کا نام تحفہ قیصریہ رکھا گیا۔ اور چند جلدیں اس کی نہایت خوبصورت مجلد کرا کے ان میں سے ایک حضرت قیصرہ ہند کے

حضور میں بھیجنے کے لئے بخدمت صاحب ڈپٹی کمشنر بھیجی گئی اور ایک کتاب بحضور وائسرائے گورنر جنرل کشور ہند روانہ ہوئی اور ایک بحضور جناب نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب بھیج دی گئی۔"

(جلسہ احباب روحانی خزائن جلد12 صفحہ287)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 24اگست 1899ء کو "ستارہ قیصرہ" کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ جس میں آپ نے ملکہ معظمہ کی برکات کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کتاب میں حضرت اقدسؑ بیان فرماتے ہیں:

"سچی محبت اور اخلاص کی تحریک سے جشن شصت سالہ جوبلی کی تقریب پر مَیں نے ایک رسالہ حضرت قیصرہ ہند دام اقبالہا کے نام سے تالیف کرکے اور اس کا نام "تحفہ قیصریہ" رکھ کر جناب ممدوحہ کی خدمت میں بطور درویشانہ تحفہ کے ارسال کیا تھا اور مجھے قوی یقین تھا کہ اس کے جواب سے مجھے عزت دی جائے گی۔ اور امید سے بڑھ کر میری سرفرازی کا موجب ہو گا۔ اور اس امید اور یقین کا موجب حضور قیصرہ ہند کے وہ اخلاق فاضلہ تھے جن کی تمام ممالک مشرقیہ میں دھوم ہے۔ اور جناب ملکہ معظمہ کے وسیع ملک کی طرح وسعت اور کشادگی میں ایسے بے مثل ہیں جو ان کی نظیر دوسری جگہ تلاش کرنا خیال محال ہے۔ مگر مجھے نہایت تعجب ہے کہ ایک کلمہ شاہانہ سے بھی مَیں ممنون نہیں کیا گیا۔ اور میرا کانشنس ہرگز اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ وہ ہدیہ عاجزانہ یعنی رسالہ تحفہ قیصریہ حضور ملکہ معظمہ میں پیش ہوا ہو۔ اور پھر مَیں اس کے جواب سے ممنون نہ کیا جاؤں۔ یقیناً کوئی اور باعث ہے جس میں جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا کے ارادہ اور مرضی اور علم کو کچھ دخل نہیں۔ لہٰذا اس حسنِ ظن نے جو مَیں حضور ملکہ معظمہ دام اقبالہا کی خدمت میں رکھتا ہوں دوبارہ مجھے مجبور کیا کہ مَیں اُس تحفہ یعنی رسالہ تحفہ قیصریہ کی طرف جناب ممدوحہ کو توجہ دلاؤں اور شاہانہ منظوری کے چند الفاظ سے خوشی حاصل کروں۔ اسی غرض سے یہ عریضہ روانہ کرتا ہوں۔"

(ستارہ قیصرہ، رخ جلد15 صفحہ112)

ہماری ناقص رائے میں غالب امکان ہے کہ اشتہار 1884ء یا "آئینہ کمالات اسلام" والے مکتوب کے جواب میں ملکہ نے یہ کتاب (یا آپ کی تصانیف) منگوائی ہوں گی کیونکہ "تحفہ قیصریہ" کی اشاعت کے دو سال بعد تک تو حضور علیہ السلام کو ملکہ کی طرف سے کوئی جواب یا رسیدگی کی اطلاع نہیں ملی تبھی تو حضرت اقدسؑ نے دوبارہ ایک کتاب "ستارہ قیصرہ" لکھی جس میں یہ ذکر کیا کہ ابھی تک ملکہ کی طرف سے "تحفہ قیصریہ" کی رسیدگی کی کوئی اطلاع وغیرہ موصول نہیں ہوئی۔

سلسلہ کے لٹریچر میں اس بات کا واضح ذکر موجود نہیں کہ "ستارہ قیصرہ" کی وصولی کی رسید ملکہ کی

طرف سے حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں موصول ہوئی ہو۔ حضرت اقدس علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ: ”ملکہ معظمہ کو بھی ایک کتاب دعوتِ اسلام کی بھیجی گئی اور انہوں نے ایسی محبت اور قدر سے اسے دیکھا کہ بذریعہ تار ایک اور نسخہ اس کا منگوایا“ سے اس بات کا بھی امکان ہو سکتا تھا کہ ”ستارہ قیصرہ“ کی وصولی کے جواب میں ملکہ نے یہ قدم اٹھایا ہو۔ لیکن حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کے ”حیات احمد“ میں موجود اقتباس کی روشنی میں غالب امکان اسی بات کا ہے کہ ”تحفہ قیصریہ“ اور ”ستارہ قیصرہ“ دونوں کتابوں کی اطلاع حضرت اقدس کی خدمت میں نہیں پہنچی یا اس کا تذکرہ کہیں مذکور نہیں ہوا اور حضرت اقدسؑ جس تار کا ذکر فرمار ہے ہیں وہ 1884ء کے اشتہار یا آئینہ کمالات اسلام میں موجود خط کے جواب میں ملکہ کی طرف سے وہ کتاب منگوائی گئی۔ نور القرآن حصہ دوم کا مذکور حوالہ بھی اسی بات کی طرف دلالت کرتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

آئینہ کمالات اسلام کے ایک شیریں پھل

اولُ ابدالِ الشام حضرت محمد سعید الشامی الطرابلسی رضی اللہ عنہ

(اے۔ولیم)

حضرت محمد سید الشامی الطرابلسی رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کے مطابق **ابدال الشام** میں سے پہلے صالح انسان تھے جنہیں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ آپؓ نہایت درجہ بزرگ اور نابغہ روزگار عالم تھے، فخر الشعراء اور مجد الأدباء کے ناموں سے یاد کئے جاتے تھے اور طرابلس کے رہائشی تھے جو کہ بیروت سے تیس کوس کے فاصلے پر ہے۔ آپ طرابلس سے براستہ کراچی کرنال گئے، وہاں سے دہلی بغرض علاج حکیم اجمل خان دہلوی کے پاس گئے اور دہلی کے مشہور مدرسہ فتح پوری میں علوم عربیہ کی تدریس کے فرائض بجالاتے رہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود سے تعلق:

حضرت حافظ محمد یعقوب رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے جو ڈیرہ دون میں رہتے تھے۔ آپ کے ساتھ حضرت محمد سعید الشامی صاحبؓ کا تعارف ہوا۔ ایک دفعہ آپ محترم حافظ صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حافظ صاحب نے آئینہ کمالات اسلام (جس کا عربی حصہ التبلیغ کے نام سے شائع ہوا) میں مندرجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نعتیہ قصیدہ سے آپ کا تعارف کروایا جسے پڑھ کر آپ بے ساختہ پکار اٹھے کہ: ”عرب بھی اس سے بہتر کلام نہیں لا سکتے“

ازاں بعد آپ کو سیالکوٹ جانے کا اتفاق ہوا جہاں آپ کی ملاقات حضرت میر حسام الدین رضی اللہ عنہ سے ہوئی جنہوں نے آئینہ کمالات اسلام کے عربی حصہ کی بابت گفتگو کے دوران اس کا رد لکھنے پر ایک ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا۔ اس ملاقات میں حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے جن سے حضرت محمد سعید صاحب الشامی نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں معلومات اور تعارف حاصل کیا۔ التبلیغ کی عربی زبان کا سحر اور نعتیہ قصیدہ کی ادبی بلاغت اور معانی کے بحر زخار نے آپ کی

سوچ میں تلاطم برپا کر دیا اور آپ کشاں کشاں قادیان چلے آئے۔

قادیان میں قیام اور بیعت:

آپ تقریباً سات ماہ تک تحقیق میں مصروف رہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام کو نہایت قریب سے دیکھا اور حضور کے علمی فیضان سے متمتع ہوئے اور بالآخر بعض مبشر رؤیا کی بناء پر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔

دینی خدمات:

حضرت محمد سعید صاحب الشامی رضی اللہ عنہ نے دو کتابیں تصنیف کیں۔ ایک ”الإنصاف بین الأحباء“ اور دوسری ”إیقاظ الناس“ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجام آتھم کے آخر میں تین سو تیرہ اصحاب کی جو فہرست دی ہے اس میں آپ کا نام 55 نمبر پر مذکور ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام ان کا محبت بھرے انداز میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میں نے ان کتابوں (التبلیغ، تحفہ بغداد، کرامات الصادقین، حمامۃ البشریٰ۔ ناقل) کو **صرف زمین عرب کے جگر گوشوں کے لئے تالیف کیا ہے۔** اور میری بڑی مراد یہی تھی کہ ان مقدس جگہوں اور مبارک شہروں میں میری کتابیں شائع ہو جائیں۔ پس میں نے دیکھا کہ کتابوں کا ان ملکوں میں شائع ہونا ایک ایسے نیک انسان کے وجود کی فرع ہے جو شائع کرنے والا ہو...... سو میں تضرع کے ہاتھ اٹھاتا اور دعائیں عاجزی سے کرتا تھا کہ یہ آرزو اور مراد میرے لئے حاصل اور متحقق ہو یہاں تک کہ میری دعا قبول ہو گئی اور میری طرف خدا کا فضل ایک ایسے آدمی کو کھینچ لایا جو صاحب علم اور فہم اور مناسبت تھا اور نیک بختوں میں سے تھا۔ اور میں نے اس کو پاک اصل اور پسندیدہ خلق والا اور پاک فطرت والا اور دانا اور پرہیز گار پایا۔ سو میں اس کی ملاقات سے جو میری عین مراد تھی خوش ہوا اور اپنی دعا کا پہلا پھل میں نے اس کو خیال کیا...... اس مجمل بیان کی تفصیل یہ ہے کہ بلاد شام سے ایک جوان صالح خوش رو میرے پاس آیا، یعنی طرابلس سے، اور حکیم و علیم اس کو میری طرف کھینچ لایا اور قریب سات مہینے کے یعنی اس وقت تک میرے پاس رہا اور میں نے فراست سے اس کے وجود کو باخیر دیکھا اور اس میں رُشد پایا اور اس کے چہرہ میں صلاحیت کے انوار پائے اور صلحاء کے نشان پائے۔ پھر میں نے اس کے حال اور قال میں غور کی اور اس کے ظاہر اور باطن میں تفحص کیا اور اس نور اور الہام کے ساتھ دیکھا جو مجھ کو عطا کیا گیا ہے۔ سو میں نے مشاہدہ کیا کہ وہ حقیقت میں نیک ہے اور متانت عقل اس کو حاصل ہے

اور آدمی نیک بخت ہے جس نے جذبات نفس پر لات ماری اور ان کو الگ کر دیا ہے اور ریاضت کش انسان ہے۔ پھر خدا نے اس کو کچھ حصہ میری شناخت کا عطا کیا، سو وہ بیعت کرنے والوں میں داخل ہو گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے ہماری معرفت کی باتوں میں سے ایک عجیب دروازہ اس پر کھول دیا۔ اور اس نے ایک کتاب تالیف کی جس کا نام "ایقاظ الناس" رکھا اور وہ کتاب اس کے وسعت معلومات پر دلیل واضح ہے اور اس کی رائے صائب پر ایک روشن حجت ہے اور وہ کتاب ہر ایک مباحث کے لئے ہر ایک میدان میں کفایت کرتی ہے۔ اور جب اس نے اس کتاب کا تالیف کرنا شروع کیا تو بہت سی کتابیں حدیث اور تفسیر کی جمع کیں اور ہر ایک امر میں پوری غور کی سو یہ کتاب اس کے فکروں کا ایک دودھ اور اس کی نظروں کا ایک نور ہے اور عارف کی علامت اس کی معرفت کی باتیں ہی ہوتی ہیں۔ اور جب میں نے اس کی کتاب کو پڑھا اور صفحہ صفحہ کر کے اس کے باب دیکھے اور اس کی چادر اٹھائی تو میں نے اس کے بیان کو ملیح پایا اور اس کی شان کی میں نے تعریف کی اور میں نے اس میں کوئی ایسی بات نہ پائی جو اس کو بٹہ لگائے۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس کی کتاب کو میری کتابوں کے ساتھ شائع کرے اور اس میں قبولیت رکھ دیوے اور اس میں اپنی روح داخل کرے اور بعض دل پیدا کرے جو اس کی طرف جھک جاویں۔ اور اس کے مؤلف کو دونوں جہانوں میں بدلہ دے اور اس کے مقاصد میں برکت ڈالے اور اس کو مقبولوں میں داخل کرے۔ اور جب وہ اپنی تالیف سے فارغ ہوا تو اس کے اخلاص نے اس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ہماری معرفت کی باتوں کو اپنے وطن کے علماء تک پہنچاوے اور ہماری خبریں ان میں پھیلاوے۔ اور منادی بن کر ہر ایک طرف آوازیں پہنچاوے اور کتابوں کو شائع کرے تا ان لوگوں پر حقیقت کھل جاوے اور یہ وہی مراد ہے جس کے لئے ہم دن رات دعائیں کرتے تھے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ شخص اپنے قول اور وعدہ میں مرد صادق ہے۔ بیہودہ کلام سے پرہیز کرتا ہے۔ اور زبان کو ہر ایک چراگاہ میں مطلق العنان نہیں چھوڑتا اور خدا تعالیٰ نے ہماری محبت اس کے دل میں ڈال دی۔ سو ہم سے وہ محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے۔ جو کچھ اس نے کہا اور وعدہ کیا میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ اس کا اہل ہے اور جیسا کہ کہا ویسا ہی کرے گا اور میں امید رکھتا ہوں کہ خدا اس کو ہمارے بیج کی نشوونما اور تروتازگی کا باعث کرے اور ہمارا دودھ اس کے ذریعہ سے خوشگوار ہو جاوے۔ اور خدا سب مسبّبوں سے نیک تر ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ یہ شخص ریاضت کش اور صابر ہے شکوہ اور جزع فزع اس کی سیرت نہیں اور میں نے بارہا دیکھا کہ یہ شخص ادنیٰ چیزوں کے کھانے پر کفایت کرتا ہے اور ایسا ہی ادنیٰ ملبوسات پر اگر لحاف نہ ہو تو اس کو مانگتا نہیں بلکہ دھوپ میں بیٹھنے اور آگ سینکنے سے گزارہ کر لیتا ہے اور تکلیف اٹھا کر اپنے تئیں سوال سے باز رکھتا ہے۔ میں نے اس میں فروتنی اور حلم اور انابت اور نرمی دل کو پایا اور خدا بہتر

جانتا ہے اور وہ اس کا حسیب ہے۔ میں نے جو دیکھا سو کہا۔ پس خدا کی رحمت سے کچھ تعجب مت کرو کہ وہ اس شخص کی سعی سے ان حرجوں کو اٹھاوے جو ہمیں پہنچ گئے۔ اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے جس بات کو وہ چاہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا اور جو کچھ وہ دیوے کوئی اس کو رد نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے دین کا حافظ اور تمام ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اس کے دین کی مدد کریں۔

اور بھائیو یہ بھی تمہیں معلوم رہے کہ دیار عرب میں کتابوں کے شائع کرنے کا معاملہ اور ہماری کتابوں کے عمدہ مطالب عرب کے لوگوں تک پہنچانا کچھ تھوڑی سی بات نہیں بلکہ ایک عظیم الشان امر ہے اور اس کو وہی پورا کر سکتا ہے جو اس کا اہل ہو۔ کیونکہ یہ باریک مسائل جن کے لئے ہم کافر ٹھہرائے گئے اور جھٹلائے گئے کچھ شک نہیں کہ وہ عرب کے علماء پر بھی ایسے سخت گزریں گے جیسا کہ اس ملک کے مولویوں پر سخت گزر رہے ہیں۔ بالخصوص عرب کے اہل بادیہ کو تو بہت ہی ناگوار ہوں گے کیونکہ وہ باریک مسائل سے بے خبر ہیں اور وہ جیسا کہ حق سوچنے کا ہے سوچتے نہیں اور ان کی نظریں سطحی اور دل جلد باز ہیں مگر ان میں قلیل المقدار ایسے بھی ہیں جن کی فطرتیں روشن ہیں اور ایسے لوگ کم پائے جاتے ہیں۔ سو ان مشکلات کی وجہ سے جو تم سن چکے مصلحت دینی نے تقاضا کیا جو اس کام کے لئے ہم اس عالم مذکور کو منتخب کریں جس کا نام محمد سعیدی النشار الحمیدی الشامی ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس کا وجود اس مہم کے لئے از بس غنیمت ہے اور اس کا اس جگہ آنا خدا تعالیٰ کے فضل میں سے ہے اور وہ نیک دل اور بہت اچھا آدمی ہے اور اس طرف ضرورت بھی سخت ہے پس شاید خدا اس کے ہاتھ پر ہمارے کام کی اصلاح کرے اور وہ اس تقریب سے اپنے وطن میں پہنچ جاوے اور سفر کی سخت مشقتوں سے نجات پاوے اور وطن اور دوستوں کی جدائی سے بھی رہائی ہو اور تم کو خدا تعالیٰ سے اجر ملے۔ اور میں نے صرف اللہ کے لئے یہ باتیں کی ہیں اور میں نے امانت سے نصیحت کرنے والا ہوں۔ اور وہ لوگ جن کا یہ گمان ہے کہ عرب کے لوگ قبول نہیں کریں گے اور نہ سنیں گے پس ہمارے پاس اس نادانی کا بجز اس کے اور کوئی جواب نہیں کہ ہم ان کے اس خیال پر لاحول پڑھیں اور ان کی سمجھ پر اِنَّا لِلّٰہِ کہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ عرب کے لوگ حق کے قبول کرنے میں ہمیشہ اور قدیم زمانہ سے پیش دست رہے ہیں بلکہ وہ اس بات میں جڑ کی طرح ہیں اور دوسرے ان کی شاخیں ہیں۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ یہ ہمارا کاروبار خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت ہے اور عرب کے لوگ الٰہی رحمت کے قبول کرنے کے لئے سب سے زیادہ حقدار اور قریب اور نزدیک ہیں اور مجھے خدا تعالیٰ کے فضل کی خوشبو آرہی ہے۔ سو تم ناامیدی کی باتیں مت کرو اور ناامیدوں میں سے مت ہو جاؤ اور بدگمانیوں میں مت پڑو اور بعض ظن گناہ ہیں۔ سو تم ایسے ظن مت کرو جن سے بدگمان انسان کی ایمانی زمین

ہل جاتی ہے اور نیت صالحہ میں جنبش آجاتی ہے اور شیطانی وساوس بڑھتے ہیں۔ اور خدا کے توکل پر کھڑے ہو جاؤ اور کوئی نیکی کر لو جو کر سکتے ہو اور اپنے بھائی کے لئے کچھ زادِ سفر بہم پہنچاؤ جو اس کے سفر بحری اور بری کے لئے کافی ہو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو اور تمہیں توفیق دے اور بہتر توفیق دہندہ.......... اور چاہئے کہ بھیجنے والے کے لئے جلدی کریں کیونکہ وقت تنگ ہے اور مہمان عزیز سفر کو تیار ہے اور ہم پر واجب ہو چکا ہے کہ جو غفلت میں ہیں ان کو بہت جلد متنبہ کریں۔ پس مناسب نہیں کہ تم سستی کر کے بیٹھے رہو بعد اس کے جو میں نے اس امر کی ضرورت بیان کر دی۔ پس تم مدد کے لئے آگے قدم بڑھاؤ اور مت پیچھے ہٹو اور ہاتھوں کو جھاڑو تا مدد دیئے جاؤ اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ایک دوسرے سے سبقت کرو۔"

(اردو ترجمہ منقول از نور الحق حصہ اوّل، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 19 تا 29)

ضروری وضاحت

ضمناً یہاں ایک وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ جماعتی لٹریچر میں بعض جگہ انہیں پہلا عرب احمدی لکھا گیا ہے۔ جبکہ یہ درست نہیں ہے۔ چنانچہ عرب احمدیوں کے سوانح کی بابت مکرم محترم محمد طاہر ندیم صاحب اپنی تصنیف میں اسی بات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"**ایک تصحیح:** ہمارے لٹریچر میں بعض جگہ حضرت محمد سعید الشامی الطرابلسی صاحبؓ کو پہلا عرب احمدی لکھا گیا ہے۔ لیکن حالات وواقعات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے عرب احمدی حضرت محمد بن احمد مکی صاحبؓ تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کا مفصل ذکر اپنی کتاب ازالہ اوہام میں فرمایا ہے۔ اور ازالہ اوہام 1891ء کی تصنیف ہے۔ جبکہ حضرت محمد سعید الشامی الطرابلسی صاحبؓ آئینہ کمالات اسلام کے عربی حصّہ کو پڑھ کر احمدی ہوئے تھے جو کہ 1893ء کی تالیف ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب معلوم ہوا کہ عرب علاقوں میں حضور کی کتب کی اشاعت کیلئے ضروری ہے کہ کوئی مخلص ان بلاد سے اس سلسلہ میں کوشش اور تعاون کرے، لہٰذا حضور نے ایسے سلطان نصیر کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت شامی صاحب حضورؑ کی دعا کے ثمرہ کے طور پر احمدیت کی آغوش میں ڈال دیا۔ اور حضورؑ نے خود بھی انہیں اپنی دعا کا پہلا پھل قرار دیا۔ شاید اس بات سے سہواً انہیں پہلا عرب احمدی سمجھ لیا گیا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔"

(مصالح العرب مصنفہ محمد طاہر ندیم صاحب جلد 1 ص 15، 16)

محمد سعید نام کے دو شامی عرب

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

غالباً 1894ء کے قریب دو عرب شامی جو علوم عربیہ کے ماہر اور فاضل تھے قادیان آئے، ایک عرصہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں رہے۔ ہر دو کا نام محمد سعید تھا اور طرابلس علاقہ شام کے رہنے والے تھے۔ ان میں سے ایک صاحب شاعر بھی تھے۔ مالیر کوٹلہ میں ایک ہندوستانی لڑکی سے حضرت نواب محمد علی رضی اللہ عنہ نے شادی کروادی۔ دوسرے محمد سعید نے ایک رسالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید میں تصنیف کیا تھا اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر جو بصورت رسالہ چھپی تھی لے کر اپنے وطن ملک شام سلسلہ کی تبلیغ کے واسطے چلے گئے۔

(ذکر حبیب صفحہ 42)

مستشرقین و دیگر کے اعتراضات اور ان کے جوابات

از افاضات امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ع۔س۔اختر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کا ہونا اور اسوۂ رسولؐ

آپؐ کو اس تعلیم پر کامل یقین تھا جو آپؐ دنیا کے سامنے پیش کرتے تھے اور ایک منٹ کے لئے بھی آپؐ اس پر شک نہیں کرتے تھے اور جیسا کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ "نعوذ باللہ دنیا کو اُلّو بنانے کے لئے اور اپنی حکومت جمانے کے لئے آپؐ نے یہ سب کارخانہ بنایا تھا۔" مخالفین اسلام یہی اعتراض کرتے ہیں "ورنہ آپؐ کو کوئی وحی نہیں آتی تھی۔" کئی اورینٹلسٹ (orientalist) اس طرح ہی لکھتے رہتے ہیں اور اُس وقت کافر بھی یہی کہا کرتے تھے۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"روایات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے **اپنی بیٹی اور داماد کو تہجد کی نماز کی طرف توجہ دلانے** کے واقعہ کا بخاری میں یوں ذکر ہے۔ حضرت علی بن ابو طالبؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ان کے اور اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟ تو مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ جب وہ چاہے کہ ہمیں اٹھائے تو ہمیں اٹھاتا ہے۔ تہجد کی نماز کا ذکر ہو رہا ہے۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور واپس تشریف لے گئے۔ پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا جبکہ آپؐ واپس جا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے فرما رہے تھے کہ وَ کَانَ الۡاِنۡسَانُ اَکۡثَرَ شَیۡءٍ جَدَلًا (الکھف:55) کہ انسان سب سے بڑھ کر بحث کرنے والا ہے۔(صحیح بخاری کتاب التہجد باب تحریض النبیﷺ علیٰ قیام اللیل ... حدیث نمبر 1127)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے کہ ”ایک دفعہ آپؐ رات اپنے داماد حضرت علیؓ اور اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے گھر گئے اور فرمایا کیا تہجد پڑھا کرتے ہو؟ (یعنی وہ نماز جو آدھی رات کے قریب اٹھ کر پڑھی جاتی ہے) حضرت علیؓ نے عرض کیا:

یارسول اللہؐ! پڑھنے کی کوشش تو کرتے ہیں مگر جب خدا تعالیٰ کی منشاء کے ماتحت کسی وقت ہماری آنکھ بند رہتی ہے تو پھر تہجد رہ جاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا تہجد پڑھا کرو اور اٹھ کر اپنے گھر کی طرف چل پڑے اور راستہ میں بار بار کہتے جاتے تھے وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا (الکہف:55) یہ قرآن کریم کی ایک آیت ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ انسان اکثر اپنی غلطی تسلیم کرنے سے گھبراتا ہے اور مختلف قسم کی دلیلیں دے کر اپنے قصور پر پردہ ڈالتا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ بجائے اِس کے کہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ یہ کہتے کہ ہم سے کبھی کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے انہوں نے یہ کیوں کہا کہ جب خدا تعالیٰ کا منشاء ہوتا ہے کہ ہم نہ جاگیں تو ہم سوئے رہتے ہیں اور اپنی غلطی کو اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں منسوب کیا۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 390،389)

اس بات کو مزید کھول کر بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

”حضرت علیؓ اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک موقع پر جبکہ حضرت علیؓ نے آپؐ کو ایسا جواب دیا جس میں بحث اور مقابلہ کا طرز پایا جاتا تھا تو بجائے اس کے کہ آپؐ ناراض ہوتے یا خفگی کا اظہار کرتے آپؐ نے ایک ایسی لطیف طرز اختیار کی کہ حضرت علیؓ غالباً اپنی زندگی کے آخری ایام تک اس کی حلاوت سے مزہ اٹھاتے رہے ہوں گے اور انہوں نے جو لطف اٹھایا ہوگا وہ تو انہی کا حق تھا۔ اب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اظہار ناپسندیدگی کو معلوم کر کے ہر ایک باریک بین نظر محو حیرت ہو جاتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے اور فاطمۃ الزہراؓ کے پاس تشریف لائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور فرمایا کہ کیا تم تہجد کی نماز نہیں پڑھا کرتے؟ میں نے جواب دیا کہ یارسول اللہؐ! ہماری جانیں تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ جب وہ اٹھانا چاہے اٹھا دیتا ہے۔ آپؐ اس بات کو سن کر لوٹ گئے اور مجھے کچھ نہیں کہا۔ پھر میں نے آپؐ سے سنا اور آپؐ پیٹھ پھیر کر کھڑے ہوئے تھے اور آپؐ اپنی ران پر ہاتھ مار کر کہہ رہے ہیں کہ انسان تو اکثر باتوں میں بحث کرنے لگ پڑتا ہے۔

اللہ! اللہ! کس لطیف طرز سے حضرت علیؓ کو آپؐ نے سمجھایا کہ آپ کو یہ جواب نہیں دینا چاہئے تھا۔ کوئی اَور ہوتا تو اوّل تو بحث شروع کر دیتا کہ میری پوزیشن اور رتبہ کو دیکھو پھر اپنے جواب کو دیکھو کہ کیا تمہیں یہ

حق پہنچتا تھا کہ اس طرح میری بات کو رڈ کر دو۔ یہ نہیں تو کم سے کم بحث شروع کر دیتا کہ یہ تمہارا دعویٰ غلط ہے کہ انسان مجبور ہے اور اس کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ وہ جس طرح چاہے کرواتا ہے چاہے نماز کی توفیق دے چاہے نہ دے اور کہتا کہ جبر کا مسئلہ قرآن شریف کے خلاف ہے۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کچھ کہہ سکتے تھے ''لیکن آپؐ نے ان دونوں طریق میں سے کوئی بھی اختیار نہ کیا اور نہ تو ان پر ناراض ہوئے، نہ بحث کر کے حضرت علیؓ کو ان کے قول کی غلطی پر آگاہ کیا بلکہ ایک طرف ہو کر ان کے اس جواب پر اس طرح اظہار حیرت کر دیا کہ انسان بھی عجیب ہے کہ ہر بات میں کوئی نہ کوئی پہلو اپنے موافق نکال ہی لیتا ہے اور بحث شروع کر دیتا ہے۔

حقیقت میں آپؐ کا اتنا کہہ دینا ایسے ایسے منافع اندر رکھتا تھا کہ جس کا عشر عشیر بھی کسی اَور کی سو بحثوں سے نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس حدیث سے ہمیں بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔'' آگے تجزیہ کیا ہے آپؓ نے کہ کیا کیا باتیں معلوم ہوتی ہیں ''جن سے آنحضرتؐ کے اخلاق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے اور اسی جگہ ان کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ **اوّل تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو دینداری کا کس قدر خیال تھا کہ رات کے وقت پھر کر اپنے قریبیوں کا خیال رکھتے تھے۔**

بہت لوگ ہوتے ہیں جو خود تو نیک ہوتے ہیں۔ لوگوں کو بھی نیکی کی تعلیم دیتے ہیں لیکن ان کے گھر کا حال خراب ہوتا ہے اور ان میں یہ مادہ نہیں ہوتا کہ اپنے گھر کے لوگوں کی بھی اصلاح کریں اور انہی لوگوں کی نسبت مثل مشہور ہے کہ چراغ تلے اندھیرا۔ یعنی جس طرح چراغ اپنے آس پاس تمام اشیاء کو روشن کر دیتا ہے لیکن خود اس کے نیچے اندھیرا ہوتا ہے اسی طرح یہ لوگ دوسروں کو تو نصیحت کرتے پھرتے ہیں مگر اپنے گھر کی فکر نہیں کرتے کہ ہماری روشنی سے ہمارے اپنے گھر کے لوگ کیا فائدہ اٹھا رہے ہیں مگر آنحضرتؐ کو اس بات کا خیال معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عزیز بھی اس نور سے منور ہوں جس سے وہ دنیا کو روشن کرنا چاہتے تھے اور اس کا آپؐ تعہد بھی کرتے تھے اور ان کے امتحان و تجربہ میں لگے رہتے تھے اور تربیت اعزّاء ایک ایسا اعلیٰ درجہ کا جوہر ہے جو اگر آپؐ میں نہ ہوتا تو آپؐ کے اخلاق میں ایک قیمتی چیز کی کمی رہ جاتی''۔ لیکن آپؐ کیونکہ اعلیٰ اخلاق پر قائم تھے اس لیے یہ جوہر بھی آپؐ میں خوب تھا۔

''دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ کو اس تعلیم پر کامل یقین تھا جو آپؐ دنیا کے سامنے پیش کرتے تھے اور ایک منٹ کے لئے بھی آپؐ اس پر شک نہیں کرتے تھے اور جیسا کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ دنیا کو اُلّو بنانے کے لئے اور اپنی حکومت جمانے کے لئے آپؐ نے یہ سب کارخانہ بنایا تھا۔'' مخالفین اسلام

یہی اعتراض کرتے ہیں ”ورنہ آپؐ کو کوئی وحی نہیں آتی تھی۔“ کئی اورینٹلسٹ (orientalist) اس طرح ہی لکھتے رہتے ہیں اور اُس وقت کا فر بھی یہی کہا کرتے تھے۔ ”یہ بات نہ تھی بلکہ آپؐ کو اپنے رسول اور خدا کے مامور ہونے پر ایسا ثَلج قلب عطا تھا“ اتنا پکا یقین تھا ”کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ کیونکہ ممکن ہے کہ لوگوں میں آپؐ بناوٹ سے کام لے کر اپنی سچائی کو ثابت کرتے ہوں لیکن یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ رات کے وقت ایک شخص خاص طور پر اپنی بیٹی اور داماد کے پاس جائے اور ان سے دریافت کرے کہ کیا وہ اس عبادت کو بھی بجالاتے ہیں جو اس نے فرض نہیں کی بلکہ اس کا ادا کرنا مومنوں کے اپنے حالات پر چھوڑ دیا ہے اور جو آدھی رات کے وقت اٹھ کر ادا کی جاتی ہے۔ اس وقت آپؐ کا جانا اور اپنی بیٹی اور داماد کو ترغیب دینا کہ وہ تہجد بھی ادا کیا کریں اس کامل یقین پر دلالت کرتا ہے جو آپؐ کو اس تعلیم پر تھا جس پر آپؐ لوگوں کو چلانا چاہتے تھے ورنہ ایک مفتری انسان جو جانتا ہو کہ ایک تعلیم پر چلنا نہ چلنا ایک سا ہے اپنی اولاد کو ایسے پوشیدہ وقت میں اس تعلیم پر عمل کرنے کی نصیحت نہیں کر سکتا۔“ چلنا یا نہ چلنا ایک جیسا ہے۔ اپنی تعلیم پر چلنے کی اپنی اولاد کو نصیحت نہیں کر سکتا۔ ”یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ایک آدمی کے دل میں یقین ہو کہ اس تعلیم پر چلے بغیر کمالات حاصل نہیں ہو سکتے۔

تیسری بات وہی ہے جس کے ثابت کرنے کے لئے مَیں نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ آنحضرتؐ ہر ایک بات کے سمجھانے کے لئے تحمل سے کام لیا کرتے تھے اور بجائے لڑنے کے محبت اور پیار سے کسی کو اس کی غلطی پر آگاہ فرماتے تھے چنانچہ اس موقع پر جب حضرت علیؓ نے آپؐ کے سوال کو اس طرح ردّ کرنا چاہا کہ جب ہم سو جائیں تو ہمارا کیا اختیار ہے کہ ہم جاگیں کیونکہ سویا ہوا انسان اپنے آپ پر قابو نہیں رکھتا۔ جب وہ سو گیا تو اب اسے کیا خبر ہے کہ فلاں وقت آ گیا ہے اب میں فلاں کام کر لوں۔ اللہ تعالیٰ آنکھ کھول دے تو نماز ادا کر لیتے ہیں ورنہ مجبوری ہوتی ہے (کیونکہ اس وقت الارم کی گھڑیاں نہ تھیں) اس بات کو سن کر آنحضرتؐ کو حیرت ہوئی ہی تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو ایمان تھا وہ کبھی آپؐ کو ایسا غافل نہ ہونے دیتا تھا کہ تہجد کا وقت گزر جائے اور آپؐ کو خبر نہ ہو اس لئے آپؐ نے دوسری طرف منہ کر کے صرف یہ کہہ دیا کہ انسان بات مانتا نہیں جھگڑتا ہے۔ یعنی تم کو آئندہ کے لئے کوشش کرنی چاہئے تھی کہ وقت ضائع نہ ہو نہ کہ اس طرح ٹالنا چاہئے تھا۔ چنانچہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ فرماتے ہیں میں نے پھر کبھی تہجد میں ناغہ نہیں کیا۔“ (سیرۃ النبیؐ، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 588 تا 590)

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 27 اکتوبر 2023ء الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 17 نومبر 2023ء)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تعارف کتاب: عُیُوْنُ الْاَثَرِ فِیْ فُنُوْنِ الْمَغَازِیْ وَالشَّمَائِلِ وَالسِّیَرِ

مؤلفہ: امام ابن سید الناس

(ابو المالک)

اس تعارف کی تیاری کے لیے کتاب مطبوعہ ”دار القلم، بیروت، لبنان“ کے ایڈیشن 1414ھ بمطابق 1993ء کو سامنے رکھا گیا ہے۔

یہ کتاب بزبانِ عربی سیرتِ نبوی ﷺ کے موضوع پر لکھی گئی جامع کتب میں شمار ہوتی ہے۔ دو جلدوں پر مشتمل اس کے کل صفحات 784 ہیں۔ (پہلی جلد 362 اور دوسری جلد 424 صفحات پر محیط ہے) اس کے مصنف امام ابن سید الناس الشافعی نے اس میں سیرت کو احادیث، روایاتِ تاریخ اور ادب کے حسین امتزاج کے ساتھ پیش کیا ہے۔

مصنف کا تعارف:

امام ابن سید الناس کا پورا نام فتح الدین ابو الفتح محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن یحی بن سید الناس الشافعی الامام الحافظ الیعمری الاندلسی الاشبیلی المصری ہے۔

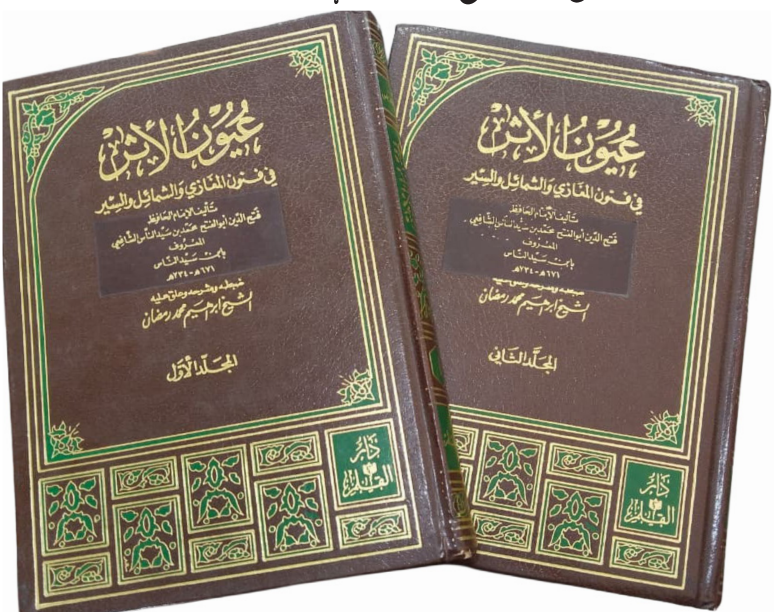

آپ کی کنیت ابو الفتح اور لقب فتح الدین تھا۔ اور آپ 671ھ (بمطابق 1272ء) میں قاہرہ، مصر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا ایک علمی اور مقتدر خاندان سے تعلق تھا۔ آپ کا خاندان علم و فضل کے لیے مشہور تھا۔ امام ابن سید الناس کی علمی نشو ونما قاہرہ اور دمشق میں ہوئی۔ آپ نے اپنے دور کے جید علما سے کسبِ فیض کیا۔ جن میں شیخ تقی الدین ابن دقیق العید، قاضی

شمس الدین محمد بن العماد مقدسی، اور امام قطب الدین بن القسطلانی جیسے اکابرین شامل تھے۔ اور ان کے علاوہ ابن طبرز، کندی اور ابن الحرستانی جیسے علماء سے بھی علمِ حدیث حاصل کیا۔

امام ابن حجر عسقلانی نے آپ کے دوسرے اساتذہ کا بھی ذکر کیا ہے جیسے امام الغرالحرانی، ابن الانماطی، ابن الخیمی، شامیہ بنت البکری، ابن عساکر اور امام ابن دقیق العید کو ان کا مستقل اور اہم ترین استاد بتایا ہے۔

آپ نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد درس و تدریس کا شعبہ اختیار کیا۔ اور قاہرہ کے مختلف اداروں اور جامعات میں تدریس سے وابستہ رہے۔ آپ مدرسہ ظاہریہ کے شیخ الحدیث بنے۔ جامع مسجد الخندق کے امام و خطیب بھی رہے۔

وفات: امام ابن سید الناس نے 734ھ (بمطابق 1334ء) میں قاہرہ میں ہی وفات پائی۔

تصانیف:

آپ کی تمام تالیفات میں سے سب سے زیادہ شہرت ان کی کتاب "عیون الاثر فی فنون المغازی و الشمائل و السیر" کو ملی۔ اسی طرح آپ کی دوسری تالیفات میں ایک نعتیہ قصیدہ بھی مذکور ہے جس کا عنوان ہے 'بشریٰ اللبیب فی ذکری الحبیب" جو دراصل متعدد قصائد کا مجموعہ ہے۔

ابن تغری بردی نے ان کی کتاب سیرت "عیون الاثر" کے ساتھ اس کے اختصار "نور العیون" اور دوسری کتابوں میں "تحصیل الاصابة فی تفضیل الصحابة"، "النفح الشذی فی شرح جامع الترمذی" کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور ان کی تصانیف میں صفدی نے "منح المدح"، "المقامات العلمیه فی کرامات الصحابة الجلیة" کا بھی اضافہ کیا ہے۔

ان کتب کے علاوہ حسبِ ذیل کا بھی ذکر ملتا ہے: مصنف ابن ابی شیبہ اور ان کی مسند، المحلی، تاریخ ابن ابی خیثمہ، جامع عبد الرزاق، التمہید، الاستیعاب، الاستذکار، تاریخ الخطیب، طبرانی کے تینوں معجم، طبقات ابن سعد، تاریخ مظفری وغیرہ۔

امام ابن سید الناس مقریزی، قسطلانی، حلبی اور زرقانی وغیرہ اہم سیرت نگاروں کے پیش رَو تھے۔

تعارف کتاب "عیون الاثر"

کتاب کا مکمل نام "عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر" ہے۔

جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ کتاب رسول اللہ ﷺ کی غزوات، شمائل اور سیرت کے بہترین انتخاب کا مجموعہ ہے۔ اور دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

جلد اوّل قریباً 79 ابواب میں منقسم ہے۔ اس میں سرورق، ترجمۃ المؤلف، تقدیم اور مقدمہ ابتدائی 25 صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس کے بعد کتاب کا متن باب "ذکر نسب سیدنا ونبینا رسول اللہ ﷺ" سے شروع ہوتا ہے اور باب "سریۃ زید بن حارثۃ" پر پہلی جلد ختم ہوتی ہے۔ اور آخر پر فہرست موضوعات دی گئی ہے۔

جلد دوم قریباً 162 ابواب پر منقسم ہے۔ اس جلد کا آغاز باب "غزوۃ احد" سے ہوتا ہے اور باب "ذکر الاسانید التی وقعت لی من المصنفین" پر اس جلد کا متن ختم ہوتا ہے اور پھر آخر پر اس جلد کی فہرست موضوعات ہے۔

تالیف کا منہج (Methodology)

امام ابن سید الناس نے اپنی اس کتاب کو حدیث اور روایاتِ سیرت دونوں کا جامع بنایا ہے، کیونکہ ان کی روایات حدیث ہوں یا سیرت، دونوں قدیم اور معتبر کتب سے لیا ہے جن میں اصل مصنف یا حقیقی ماخذ تک تمام سلسلہ روایت درج کیا ہے۔ اور بعض جگہ اپنی خاص اسناد سے بھی روایات بیان کی ہیں۔

امام ابن سید الناس نے مصادرِ سیرت اور ان کے ائمہ کرام کی روایات سے بھی استفادہ کیا ہے اور کتاب میں جابجا ابن اسحاق اور واقدی کے حوالہ جات ملتے ہیں۔ بالعموم وہ ان بنیادی ماخذ کی مختلف روایات کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض جگہ نئے مصادر یا کم معروف مآخذ پر تعارفی تبصرہ بھی دیا ہے۔ نیز اپنے بنیادی مآخذِ سیرت و حدیث اور ان کے آئمہ کی بہت سی روایات سے اختلاف کرتے ہوئے اکثر بیشتر نقد بھی کرتے ہیں۔

ابنِ اسحاق پر جرح کے لیے الگ باب بعنوان "ذکر الکلام فی محمد بن اسحاق و الطعن علیه" (جلد اول صفحہ 15 تا 17) قائم کیا ہے اور پھر اس کے جوابات کے لیے الگ سے باب "ذکر الاجوبۃ عما رمی به" (جلد اول صفحہ 18 تا 25) باندھا ہے۔ اور اسی کے تحت واقدی اور ان کے مقام پر بحث کی ہے، جس سے ان کی فنِ سیرت میں تنقیدی صلاحیت اور مطالعہ کا علم ہوتا ہے۔

ان کے علاوہ دوسرے اہم مآخذ سیرت یہ ہیں: **زبیر بن بکار، ابن عبدالبر، خوارزمی** (ماہر فلکیات)، **سہیلی**، قاضی عیاض، ابن فورک، ابن سعد، محمد بن حبیب بغدادی، طبری، مسعودی وغیرہ۔ اور ان کے علاوہ بعض غیر معروف مآخذ مثلاً ابن خالویہ، ابو اسحاق، ابو بشر وغیرہ بھی ان کی اس کتاب میں مذکور ہیں۔ اور بعض جگہ نئی معلومات بھی شامل کرتے ہیں اور مختلف مآخذ سے ان کا ذکر کرتے ہیں۔ اور حدیث میں ان کے بنیادی مآخذ معروف کتب صحاح ہیں۔

بعض اہم واقعات کے بیان کے بعد بالعموم "فوائد" کی سرخی کے تحت نئی معلومات کا اضافہ کیا ہے۔ جس میں زائد تفصیل کے ساتھ بعض جگہ مذکورہ احادیث و روایات کی تشریحات و تصریحات بھی کی ہیں۔

بالعموم عناوین کے تحت تاریخی واقعات کے سلسلہ کی تقدیم و تاخیر کا خیال رکھا ہے۔ لیکن بعض جگہ یہ ترتیب برقرار نہیں رہتی۔

کتاب کی ترتیب و تقسیم:

جلد اوّل:

جلد اوّل کا آغاز نبی کریم ﷺ کے شجرہ نسب سے ہوتا ہے۔ جس میں عدنان تک کے سلسلہ نسب پر تفصیلی بحث کی ہے اور اسی عنوان کے تحت عرب قبائل کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے چھ طبقات (**شعب، قبیلہ، عمارہ، بطن، فخذ اور فصیلہ**) کا ذکر کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے ان کے معانی اور وجہ تسمیہ بھی بیان کی ہیں کہ **مضر کو شعب، کنانہ کو قبیلہ، قریش کو عمارہ، قصی کو بطن، ہاشم کو فخذ** اور **بنو عباس کو فصیلہ** کہا ہے۔ (جلد اول صفحہ 28) اور رسولِ کریم ﷺ اور آپؐ کے خاندان کی فضیلت میں روایت بیان کی ہے:

"عن ابی عمار شداد انہ سمع واثلۃ بن الاسقع يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ اللهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيْلَ، وَاصْطَفٰى إِسْمَاعِيْلَ، وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ، وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ۔" (جلد اول صفحہ 27)

حضرت عبداللہ کی حضرت آمنہ سے شادی اور اس کے متعلق دیگر واقعات پر بحث کے متعلق ایک باب باندھا ہے۔ اور اسی باب میں ذکر کیا ہے کہ حضرت آمنہ اپنے چچا وہیب بن عبد مناف کے زیرِ سرپرستی تھیں۔ (جلد اول صفحہ 29) اس کے ساتھ ورقہ بن نوفل کی بہن کی تجویز و پیشکش (جلد اول صفحہ 29)، حضرت عبداللہ کی شادی بعمر تیس سال اور اہلیہ کے ہاں تین دن قیام، حضرت عبدالمطلب کی ہالہ بنت وہیب کے بطن

سے چار اولادیں۔(جلد اول صفحہ 30)کا بھی ذکر کیا ہے۔ پھر ایک باب بعنوان "حمل آمنہ بر سول اللہ ﷺ" کے تحت اس دوران معجزات کا مختصر حوالہ کا بھی ذکر ہے۔(جلد اول صفحہ 31)اور پھر حضرت عبد اللہ کی وفات کا ذکر ہے۔(جلد اول صفحہ 32)

ولادتِ رسول اللہ ﷺ کے باب میں آپؐ کی تاریخِ ولادت، مقامِ ولادت، معجزات بوقتِ ولادت اور ان پر اختلاف کا ذکر متعدد مآخذ سے کیا ہے۔(جلد اول صفحہ 33 تا 37) پھر ایک باب میں رسول اللہ ﷺ کے اسماء گرامی (محمد اور احمد) کا ذکر ہے۔ اور اس میں یہ بحث بھی ہے کہ آپؐ سے قبل یا آپؐ کے وقت میں کتنے محمد نامی عرب ہوئے۔(جلد اول صفحہ 38، 39)اس کے بعد رضاعتِ نبیؐ پر باب ہے جس میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ، حضرت ثوبیہؓ کی رضاعت کا ذکر ہے اور اس سبب سے رضاعی رشتوں کا بھی ذکر ہے۔ نیز معجزات مثلاً شقِ صدر وغیرہ کا ذکر، بنو سعد میں قیام، والدہ ماجدہ کے پاس واپسی کا ذکر ہے۔(جلد اول صفحہ 40 تا 46) پھر حضرت آمنہ کی وفات، حضرت ام ایمنؓ کی حضانت اور حضرت عبد المطلب کی کفالت،(جلد اول صفحہ 47 تا 49)

حضرت عبد المطلب کی وفات اور حضرت ابو طالب کی کفالت،(جلد اول صفحہ 50، 51)حضرت ابو طالب کے ساتھ آپ کا سفر شام، بحیرا راہب اور حفاظتِ الٰہی و معجزات کا ذکر ہے۔(جلد اول صفحہ 52 تا 57) پھر ایک باب میں آپؐ کے بکریاں چرانے کا ایک مختصر ذکر (جلد اول صفحہ 58)اس کے بعد جنگِ فجار اور حلف الفضول میں آپ کی شمولیت کا ذکر ہے۔(جلد اول صفحہ 59، 60) پھر حضرت خدیجہؓ کے مالِ تجارت کے ہمراہ سفر شام، آپؐ کی شادی اور اس کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کے سابق زواج اور ان کی اولاد کا بھی ذکر کیا ہے۔(جلد اول صفحہ 61 تا 65)

پھر قریش کا کعبہ کی تعمیرِ نو کا تذکرہ (جس کے ساتھ کعبہ کی اولین تعمیر سے لے کر اسلامی عہد کی تعمیر تک مختصر تاریخ کا بھی بیان ہے)(جلد اول صفحہ 66 تا 68)، رسولِ کریم ﷺ کے بارہ میں احبار، رہبان اور کہان وغیرہ کی پیشگوئیاں (جلد اول صفحہ 70 تا 74)، حضرت سلمان فارسیؓ کے قبولِ اسلام کا تفصیل سے ذکر (جلد اول صفحہ 75 تا 82)، آپؐ کی بعثت کے بارہ میں ذکر کیا ہے اور اس کے لیے مختلف باب باندھے ہیں۔ آپؐ کی بعثت (نبوت کب واجب ہوئی)(جلد اول صفحہ 97)، ایک باب میں آپؐ کی بعثت کے وقت عمرِ مبارک (جلد اول صفحہ 98)، بعثت و نبوت کے بیان میں رویائے صادقہ، حضرت جبریلؑ کی آمد، قرآنِ شریف کا نزول، حضرت خدیجہؓ اور ورقہ کی تصدیق، فترۃ وحی اور اس کے بعد وحی کا تسلسل، غارِ حراء میں گوشہ نشینی، اور حجرِ اسود کی تسلیم وغیرہ کا ذکر ہے۔(جلد اول صفحہ 99 تا 106)اور اس کے ساتھ آپؐ پر وحی کے نزول اور اس کی اقسام کا ذکر الگ باب میں فوائد کے طور پر کیا ہے۔(جلد اول صفحہ 107، 108)

اس سے اگلے باب میں بعثتِ نبویؐ کے آغاز میں آپؐ کے نماز پڑھنے اور وضو (جس کا طریق حضرت جبریلؑ نے سکھایا) کا ذکر کیا ہے اور اسی میں نمازوں اور ان کی تعداد کا بھی حوالہ دیا ہے جس میں ذکر ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے دو نمازیں (صبح اور شام دو دو رکعت) فرض ہوئی تھیں۔ اور پھر معراج کی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ (جلد اول صفحہ 109)، پھر سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں کا ذکر ہے جس میں حضرت خدیجہؓ کا سب سے اول ذکر کیا ہے اور اسی باب میں حضرت خدیجہؓ کے فضائل، اسی طرح حضرت علیؓ کا قبولِ اسلام اور اس ووقت آپؐ کی عمر کا ذکر کیا ہے کہ روایات میں قبولِ اسلام کے وقت حضرت علیؓ کی عمر 8 سال، 10 سال، 12 اور 15 سال بھی بیان ہوئی ہے، اور مکہ کی وادیوں میں آپؐ کا حضرت خدیجہؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ چھپ کر نماز پڑھنا، حضرت ابو بکر صدیقؓ کے قبولِ اسلام اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی دعوت سے مزید صحابہ کے قبولِ اسلام اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے بھی قبولِ اسلام کا ذکر کیا ہے (جلد اول صفحہ 110 تا 116)، مکہ میں بعثت کے تین سال بعد اپنی قوم اور دیگر عرب کو دعوت، جس میں حضرت ابو طالب سے قریش کی شکایت وغیرہ کا مفصل بیان ہے۔ (جلد اول صفحہ 117 تا 120) پھر اگلے باب میں سردارنِ قریش اور قوم کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر ظلم وجبر اور مسلمانوں پر بھی ظلم کا ذکر (جس میں آپ کی حفاظتِ الٰہی اور ابو جہل کے ظلم اور سورۃ العلق کی آیات کے حوالہ سے ذکر ہے) اسی باب میں ابو لہب کی بیوی کے ظلم، عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف کے ظلم، حضرت حمزہ کا قبولِ اسلام قریش کا آپؐ کو مال ودولت اور عورت وغیرہ کی پیشکش کرنا، سورۃ الکافرون کا نزول، ابو سفیان، اخنس اور ابو جہل کا آپؐ کی تلاوتِ قرآن سننا، اراشی اور ابو جہل کے باہم لین دین کے معاملہ میں ابو جہل پر آپؐ کا رعب طاری ہونا اور مسلمانوں سے استہزاء اور ظلم کا ذکر کیا ہے۔ (جلد اول صفحہ 121 تا 133) پھر ایک مختصر باب میں معجزہ شقِ قمر (جلد اول صفحہ 134) کے حوالہ سے باندھا ہے۔

اس کے بعد اگلا مبحث ہجرتِ حبشہ (جس میں حبشہ کی طرف دو بار ہجرت کا ذکر، اولین مہاجرین کی تعداد (12 مرد، 4 عورتیں)، ان کی واپسی اور اس کا سبب اور پھر دوسری ہجرت میں مہاجرین کی تعداد (جن کی کل تعداد 83 بیان کی ہے)، دربارِ نجاشی میں وفدِ قریش اور مسلمان، حبشہ میں مسلمانوں کے قیام، حضرت امِ حبیبہؓ سے شادی وغیرہ پر بھی بحث شامل ہے) (جلد اول صفحہ 135 تا 141)، پھر حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام پر الگ باب باندھا ہے۔ جس میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ قبولِ اسلام کے وقت حضرت عمرؓ کو سورۃ الحاقہ کی آیات پڑھ کر سنائی گئیں۔ (جلد اول صفحہ 142 تا 146)

اس کے بعد شعبِ ابی طالب میں محصوری (جلد اول صفحہ 147 تا 149)، اہلِ نجران کی آمد (جلد اول

صفحہ 150)، وفات حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابو طالب (جلد اول صفحہ 151 تا 154)، پھر سفر طائف (جلد اول صفحہ 155 تا 157)، پھر "ذکر اسلام الجن" کے عنوان سے نصیبین سے آنے والے وفد کا ذکر (جلد اول صفحہ 158 تا 161)، پھر اسراء و معراج اور نمازوں کی فرضیت، جس میں ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عیسیٰؑ، حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیمؑ کا حلیہ بیان فرمایا اور حضرت عیسیٰؑ کو عروۃ بن مسعودؓ سے مشابہ بیان فرمایا۔ (جلد اول صفحہ 164 تا 167) اور اس کے بعد "حدیث المعراج" سے الگ باب بھی باندھا ہے۔ جس میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ سے دوسرے آسمان پر ملاقات، معراج اور اسراء جسمانی تھا یا روحانی اور کتنی بار ہوا، نمازوں کی فرضیت اور ان کی رکعات کے حوالہ سے بعض نئے اقوال بھی دیئے ہیں۔ (جلد اول صفحہ 168 تا 176)، پھر رسولِ کریم ﷺ کی تبلیغ اور اس کے ساتھ اوس و خزرج کے اولین مسلمانوں کا قبولِ اسلام کا ذکر ہے۔ (جلد اول صفحہ 177 تا 180)، انصار کے قبائل اوس و خزرج کے قبولِ اسلام کے ساتھ بیعتِ عقبہ اولیٰ کا ذکر (جلد اول صفحہ 181، 182)، اور اس کے بعد عقبہ ثانیہ کا ذکر ہے۔ جس میں 12 افراد کی بیعت کا ذکر ہے۔ (جلد اول صفحہ 183 تا 185)، اور حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت ابو امامۃ اسعد بن زرارۃؓ کی مساعی تبلیغ کا بھی ذکر ہے جس کے تحت حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیرؓ کا قبولِ اسلام کا بھی الگ باب میں ذکر ہے۔ (جلد اول صفحہ 186 تا 188)، اس کے بعد عقبہ ثالثہ، اور اسی میں 12 نقیبوں کا بھی ذکر ہے (جلد اول صفحہ 189 تا 193) اور اس کے بعد الگ باب میں تمام شرکاء کے نام درج کیے ہیں۔ (جلد اول صفحہ 194 تا 199)

پھر ہجرت مدینہ کا الگ سے باب باندھا ہے۔ (جس میں مہاجرین کی ہجرت کے واقعات، ان کے قیام اور میزبانوں کا بھی ذکر ہے) (جلد اول صفحہ 200 تا 204)، "ذکر یوم الزحمة" کے عنوان سے دارالندوہ میں قریش کے اجتماع میں فیصلہ کی تفصیلات کا بیان اور اسی میں رسولِ کریم ﷺ کا اپنے گھر سے نکلنے کا واقعہ بھی ذکر کیا ہے۔ (جلد اول صفحہ 205 تا 209)، پھر "احادیث الهجرة و توديع رسول الله مكة" کے عنوان سے رسولِ کریم ﷺ کی ہجرتِ مدینہ کی تفصیلات کا بیان (جس میں حضرت ابو بکرؓ کا اذنِ ہجرت اور سفر ہجرت کے مراحل کا ذکر بھی ہے) اس کے ساتھ ساتھ امام ابن سید الناس نے متعدد ابواب باندھے ہیں۔ جیسے "حديث الغار"، "حديث الهجرة و خبر سراقة بن مالك بن جعشم"، "حديث ام معبد"، "ذكر دخوله عليه السلام المدينة"، "بناء المسجد" جن میں ہجرت کے حوالہ سے مختلف متعدد اہلِ سیر کی روایات دی ہیں۔ (جلد اول صفحہ 208 تا 226)، مسلمانوں اور یہود کے مابین معاہدہ کا متن نقل کیا ہے۔ (جلد اول صفحہ 227 تا 229)

اس کے بعد مواخات پر باب قائم کیا ہے (جس میں مکہ مکرمہ میں مواخاۃ اور اس کے بعد انصار و

مہاجرین کی مواخات کی تفصیل کا ذکر کیا ہے) (جلد اول صفحہ 230 تا 233)، اس کے بعد "بدء الاذان" کے عنوان سے اذان اور اس کے الفاظ کے بارہ میں روایات کا ذکر کیا ہے (جلد اول صفحہ 234 تا 237) پھر "خبر مخیریق" کے عنوان سے باب میں حضرت مخیریقؓ کے قبولِ اسلام کے ساتھ ساتھ منافقین کا مفصل ذکر اور اس میں یہودیوں سے تعلقات اور اسی باب میں نجران کے عیسائیوں کے وفد کی آمد کا بھی ذکر ہے۔ (جلد اول صفحہ 240 تا 254)

پھر مغازی و سرایا کا اجتماعی ذکر زیرِ عنوان: "جماع ابواب مغازی رسول اللہ ﷺ و بعوثہ و سرایاہ" کیا ہے۔ (جس میں اذنِ قتال اور جہاد کا ذکر ہے) (جلد اول صفحہ 256، 257)، اور اس کے اگلے باب میں مغازی اور سرایا کی تعداد پر مبنی ایک باب ہے۔ (جلد اول صفحہ 258 تا 261)، غزوہ ودان کا ذکر (جلد اول صفحہ 258، 259)، غزوہ بواط، غزوہ العشیرۃ، غزوۃ بدر الاولیٰ، سریہ عبد اللہ بن جحش کا ذکر ایک ہی باب میں کیا ہے۔ (جلد اول صفحہ 262 تا 267)

پھر تحویلِ قبلہ کی سرخی کے تحت الگ سے تفاصیل اور روایات دی ہیں اور اس ضمن میں کتاب "الناسخ والمنسوخ" سے مفصل روایت لی ہے۔ (اس میں رمضان کی فرضیت کا بھی ذکر کیا ہے) (جلد اول صفحہ 267، 275)، اور اسی سے متصل باب میں صیامِ رمضان، زکوٰۃ فطر، قربانی کے فرائض و سنت کا ذکر (جلد اول صفحہ 276، 277)، "ذکر المنبر و حنین الجذع" کے تحت منبر بنانے کا ذکر۔ (جلد اول صفحہ 278 تا 280)

اس کے بعد سلسلہ غزوات کے بیان کا اعادہ ہے۔ اور آغاز ہوتا ہے "غزوۃ بدر الکبریٰ" کے عنوان سے ایک مفصل باب کا۔ جس میں متعدد احادیث و روایاتِ سیر کا ذکر کیا ہے۔ (جلد اول صفحہ 281 تا 310)، پھر اس کے بعد ابولہب کی ہلاکت پر الگ باب باندھا ہے۔ اور اس میں حضرت ابو العاص بن ربیعؓ کی گرفتاری اور قبولِ اسلام، حضرت زینبؓ کی واپسی وغیرہ کا بھی ذکر (جلد اول صفحہ 311 تا 317)، اس کے بعد بدر میں شاملین پر الگ باب قائم کیا ہے اور مختلف روایات و اقوال نقل کیے ہیں۔ اور ساتھ شہداء بدر اور مقتولین مکہ کی تعداد اور ان کے اسیروں کی فہرست بھی دی ہے۔ (جلد اول صفحہ 318 تا 333)، پھر بدر سے متعلق اشعار کا الگ سے باب باندھا ہے۔ (جلد اول صفحہ 334 تا 338)

پھر ایک مختصر سے باب (بلا عنوان) میں بدر کے مقتولین کے انتقام اور نجاشی کے دربار میں وفود کا ذکر (جلد اول صفحہ 339) اس کے بعد غزوہ بنی سلیم (جلد اول صفحہ 342)، غزوہ بنی قینقاع (جلد اول صفحہ 343، 344)، غزوہ السویق (جلد اول صفحہ 345، 346)، غزوہ قرقرۃ الکدر (جلد اول صفحہ 347)، سریہ کعب بن الاشرف (جلد اول صفحہ 348 تا 352)، غزوہ غطفان بطرف نجد (جلد اول صفحہ 355، 356)، غزوہ بحران (جلد اول صفحہ 356)، سریہ زید

بن حارثہؓ (صفحہ 357، 358) اس کتاب کی جلد اول کا اختتام ہوتا ہے۔

جلد دوم:

جلد دوم کا آغاز غزوہ احد کے مفصل باب سے ہوتا ہے۔ جس میں مختلف متعدد روایات سیر شامل کی ہیں۔ اور اس کے بعد اس سے متعلق فوائد کا باب ہے جو روایات کی تشریحات پر مشتمل ہے۔ (جلد دوم صفحہ 5 تا 38)، پھر شہداءِ احد (مہاجرین و انصار کے اسماء کی فہرست) (جس کے آخر میں مشرکینِ مکہ کے مقتولین کا بھی مختصر حوالہ ہے) کا الگ باب میں ذکر (جلد دوم صفحہ 39 تا 45)، اور اسی باب میں احد سے متعلق اشعار اور ان کی تشریحات کا بیان ہے۔ (جلد دوم صفحہ 45 تا 51)، پھر الگ باب میں شہداء احد کی فضیلت کا بیان (جلد دوم صفحہ 52)

پھر غزوہ حمراء الاسد (جلد دوم صفحہ 53، 54)، واقعہ رجیع (جلد دوم صفحہ 58 تا 63) اور بئرِ معونہ، اور اسی میں شہداء بئرِ معونہ کا بھی ذکر (جلد دوم صفحہ 64 تا 69)، غزوۃ بنی النضیر (جلد دوم صفحہ 70 تا 75)، غزوہ ذات الرقاع (جلد دوم صفحہ 76 تا 78)، غزوہ بدر الاخیرۃ (جلد دوم صفحہ 79، 80)، غزوہ دومۃ الجندل (جلد دوم صفحہ 81، 82)، غزوہ خندق پر باب اور اس کے آخر میں غزوہ سے متعلق اشعار (جلد دوم صفحہ 83 تا 99) اور پھر شہداء خندق کا ذکر (جلد دوم صفحہ 99)، غزوہ بنی قریظہ۔ جس میں مختلف روایات کا ذکر (جلد دوم صفحہ 100 تا 109) اور پھر اس باب کے آخر پر غزوات کے متعلق فوائد کے تحت تشریحات دی ہیں۔ (جلد دوم صفحہ 109 تا 111)، سریہ محمد بن مسلمۃ بطرف قرطاء (جلد دوم صفحہ 112، 113)، سریہ عبداللہ بن عتیک (جلد دوم صفحہ 114، 115)

پھر حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت خالد بن الولیدؓ کے قبولِ اسلام کا ذکر الگ باب میں کیا ہے۔ (جلد دوم صفحہ 116 تا 118)

غزوہ بنی لحیان (جلد دوم صفحہ 119)، غزوہ ذی قرد / غزوہ الغابۃ (جلد دوم صفحہ 120 تا 124)، غزوہ بنی المصطلق / غزوۃ المریسیع (جلد دوم صفحہ 128 تا 140) اور اسی کے تحت حدیث الافک اور غزوہ مریسیع سے متعلق فوائد کے تحت مختلف روایات و تشریحات (جلد دوم صفحہ 137 تا 140)

پھر متعدد سرایا کا ذکر ہے۔ اس کے بعد غزوہ حدیبیہ پر ایک مفصل باب ہے۔ (جلد دوم صفحہ 154 تا 168)، اس کے بعد ابو بصیرؓ اور ابو جندلؓ کے واقعات پر مشتمل ایک باب ہے۔ (جلد دوم صفحہ 169 تا 171)

اگلا باب غزوۃ خیبر، اموالِ غنیمت کی تقسیم، شہداء خیبر کی فہرست کا ذکر (جلد دوم صفحہ 172 تا 186)، اسی سے متصل وادی القریٰ کی فتح کا ذکر (جلد دوم صفحہ 186 تا 188)، غزوہ موتہ، شہداء موتہ کا ذکر (جلد دوم صفحہ 196 تا 201)

اگلا باب فتح مکہ پر ہے۔ اس میں مختلف مآخذ سیرت سے اس بارہ میں تفصیل اور پھر فتح مکہ کے بعد کے واقعات (جلد دوم صفحہ 211 تا 232) اور اسی سے متعلق دوسری سرایا کا بھی ذکر کیا ہے۔ (جلد دوم صفحہ 233 تا

236)، غزوہ حنین پر الگ باب اور اس سے متعلق سرایا کا بھی ذکر (جلد دوم صفحہ 237 تا 249)، اس کے بعد غزوۂ طائف کا بیان (اس میں طائف کے شہداء کا بھی ذکر ہے) (جلد دوم صفحہ 250 تا 252)، پھر غزوہ تبوک پر ایک باب قائم کیا ہے۔ اور اس کی تفصیلات کے بیان کے لیے الگ الگ ابواب باندھے ہیں۔ (جلد دوم صفحہ 267 تا 274)

پھر اگلے باب میں مسجد ضرار کا واقعہ مذکور ہے۔ (جلد دوم صفحہ 275 تا 280)، اگلا باب ثقیف کے وفد کی آمد اور ان کا قبولِ اسلام کے متعلق ہے۔ (جلد دوم صفحہ 281 تا 283)، پھر ایک باب حج ابی بکر صدیقؓ کے بارہ میں ہے۔ (جلد دوم صفحہ 284، 285)، اور پھر ایک مختصر باب "وفود العرب" کے عنوان کے تحت عرب قبائل کے وفود کی آمد کا ذکر اور اس ضمن میں مختلف وفود کی آمد کا ذکر الگ الگ باب میں کیا ہے۔ (جلد دوم صفحہ 286 تا 301) نیز کچھ وفود کا آگے چل کر بھی ذکر کیا ہے۔ (جلد دوم صفحہ 305 تا 323) حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور نعمان کو رسولِ کریم ﷺ کے خط پر ایک باب میں ذکر (جلد دوم صفحہ 303، 304)

رسولِ کریم ﷺ کے مختلف بادشاہوں کے نام خطوط اور ان کی طرف سفیروں کا باب "ذکر بعثه ﷺ الی الملوك" کے عنوان سے ذکر کیا ہے۔ (پہلے بادشاہوں اور ان کی طرف بھیجے گئے سفیروں کے ناموں کا ذکر کیا ہے اور پھر الگ الگ باب میں ان کی تفصیل کا ذکر کیا ہے۔ ان میں قیصر (روم)، کسریٰ (فارس)، اصحمہ نجاشی (حبشہ) (اسی میں نجاشی کا جوابی خط میں قبولِ اسلام کا بھی ذکر ہے)، مقوقس (مصر)، منذر بن ساوی (بحرین)، جیفر اور عبد ابن الجلندی (عمان)، ہوذۃ بن علی (یمامہ)، حارث بن ابی شمر الغسانی (دمشق) شامل ہیں۔ ان میں سے بعض میں رسولِ کریم ﷺ کے فرمانِ مبارک سے آغاز کیا ہے اور بعض میں واقعاتی تذکرہ سے آغاز کیا ہے۔ اور ان کی طرف سے جوابی خطوط کا بھی ساتھ ذکر) (جلد دوم صفحہ 324 تا 340)، اس کے بعد یمن کی طرف سریہ حضرت علیؓ کا بیان ہے۔ (جلد دوم صفحہ 341)

پھر حجۃ الوداع کے عنوان سے باب ہے۔ جس میں اس سے متعلق تفصیلات اور اسی کے آخر پر آپ کے چار عمروں کا مختصر ذکر بھی دیا گیا ہے۔ (جلد دوم صفحہ 342 تا 349)

یہاں سے کتاب کے جامع عناوین کا آغاز ہوتا ہے۔ آپؐ کے ہجرت سے لیکر وفات تک اقدامات و احکام کے لیے جامع عنوان "ذکر الحوادث جملة بعد قدوم رسول الله المدينة" باندھا ہے۔ جس میں پوائنٹس کی صورت میں سن وار ترتیب سے ان اقدامات کو اجمالاً مرتب کیا ہے اور اس میں غزوات و سرایا بھی شامل ہیں۔ (جلد دوم صفحہ 351 تا 354)، پھر آپؐ کے بعض معجزات کا بیان۔ اس میں تفصیل سے معجزات بیان کے بجائے محض اجمالاً ان کا ذکر کیا ہے۔ (جلد دوم صفحہ 354 تا 356)، پھر آپؐ کی اولاد پر ایک باب قائم کیا ہے جس میں اس حوالہ سے آپؐ پر اعتراضات کا بھی مجمل طور پر ذکر کیا ہے۔ (جلد دوم صفحہ 356 تا 359)،

پھر آپؐ کے عم وغیرہ کا ذکر (اس میں ان کی ازواج اور اولادوں کا بھی مختصر ذکر کیا ہے)(جلد دوم صفحہ 360 تا 367)، پھر آپؐ کی ازواجِ مطہرات کے لیے ایک باب قائم کیا ہے۔ اور زمانی ترتیب سے تمام ازواج کا ذکر کیا ہے۔ (جلد دوم صفحہ 367 تا 377)، پھر آپؐ کے خدام (جلد دوم صفحہ 378، 379)، آپؐ کے موالی (غلام / خادم) کا الگ باب میں ذکر (جلد دوم صفحہ 380، 381)، "ذکر اسمائہ" کے عنوان سے اس باب میں آپؐ کے اسماءِ مبارکہ، آپؐ کے کاتبین، آپؐ کے محافظین اور مؤذن کا ذکر شامل کیا ہے۔ (جلد دوم صفحہ 382 تا 384)، پھر ایک باب میں اصحابِ عشرہ مبشرہ اور اہلِ صفہ کا ذکر (جلد دوم صفحہ 385)

پھر "ذکر سلاحہ علیہ السلام" کے عنوان سے باب میں آپؐ کے زیرِ استعمال چیزوں مثلاً اسلحہ، انگوٹھیاں، سامان (بستر، چارپائی وغیرہ) کا ذکر (جلد دوم صفحہ 386 تا 388)، آپؐ کی سواری اور جانوروں اور مویشی وغیرہ کا ذکر (جلد دوم صفحہ 389 تا 391)

آپؐ کے حلیہ مبارک اور شمائل کو "ذکر صفتہ ﷺ" کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے۔ (جلد دوم صفحہ 392 تا 396)، پھر آپؐ کی گردن پر خاتم نبوت پر ایک باب باندھا ہے۔ (جلد دوم صفحہ 397)، آپؐ کے جملہ اخلاقِ عالیہ کا الگ باب میں ذکر (اس میں آپؐ کی عبادت وخشیت، زہد و تقویٰ، رحمت و شفقت وغیرہ کی تفصیل کا ذکر ہے)(جلد دوم صفحہ 398 تا 404)

آپؐ کے وصال کے لیے باب بعنوان "ذکر مصیبۃ الاولیین والاخرین من المسلمین" قائم کیا ہے۔ اس میں آپؐ کے مرض الموت اور اس سے متعلق دیگر واقعات کا بیان کیا ہے۔ اور اسی میں آپؐ کی وفات، تجہیز و تکفین اور تدفین کا بھی ذکر ہے۔ (جلد دوم صفحہ 405 تا 411)

آخر میں امام ابن سید الناس نے مصنفین سے جو مواد لیا ہے اس کی اسانید بیان کی ہیں۔ ان میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، ابن عائذ دمشقی قرشی، ابن سعد، ابوالقاسم طبرانی، ابویعلیٰ موصلی، ابوبشر دولابی، ابوبکر الشافعی، ابوعروبہ الحسین، ابوالحسین بن جمیع الغسانی، ابن عبدالبر، ابومحمد عبداللہ الرشاطی، قاضی عیاض، ابوالقاسم السہیلی کا الگ الگ تذکرہ کیا ہے۔ اختتام سے قبل فوائد کے مآخذ بھی بتائے ہیں۔ اور پھر دیگر علماء کی قراءات کی تصریحات وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ (جلد دوم صفحہ 412 تا 417)

آخر پر جلد دوم کی فہرس موضوعات ہے اور اسی پر یہ کتاب تمام ہوتی ہے۔

قسط چہارم

قرآن کریم کے حسن وجمال کا تذکرہ روحانی خزائن میں

(سید میر محمود احمد ناصر۔ مرحوم)

(13) قرآن شریف میں حسن ترتیب کا ایک انداز یہ ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں ترتیب وار ترقی کی تعلیم دیتا ہے جس کی ایک لطیف مثال اس آیت میں ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ نیکی کے مقابل پر نیکی کرو۔ اور اگر عدل سے بڑھ کر احسان کا موقعہ اور محل ہو تو وہاں احسان کرو اور اگر احسان سے بڑھ کر قریبیوں کی طرح طبعی جوش سے نیکی کرنے کا محل ہو تو وہاں طبعی ہمدردی سے نیکی کرو۔ اور اس سے خدا تعالیٰ منع فرماتا ہے کہ تم حدود اعتدال سے آگے گزر جاؤ یا احسان کے بارے میں منکرانہ حالت تم سے صادر ہو جس سے عقل انکار کرے یعنی یہ کہ تم بے محل احسان کرو یا بر محل احسان کرنے سے دریغ کرو۔ یا یہ کہ تم محل پر ایتاء ذی القربیٰ کے خلق میں کچھ کمی اختیار کرو یا حد سے زیادہ رحم کی بارش کرو۔ اس آیت کریمہ میں ایصال خیر کے تین درجوں کا بیان ہے۔

اوّل یہ درجہ کہ نیکی کے مقابل پر نیکی کی جائے۔ یہ تو کم درجہ ہے اور ادنیٰ درجہ کا بھلامانس آدمی بھی یہ خلق حاصل کر سکتا ہے کہ اپنے نیکی کرنے والوں کے ساتھ نیکی کرتا رہے۔

دوسرا درجہ اس سے مشکل ہے اور وہ یہ کہ ابتداءً آپ ہی نیکی کرنا اور بغیر کسی کے حق کے احسان کے طور پر اس کو فائدہ پہنچانا اور یہ خلق اوسط درجہ کا ہے۔ اکثر لوگ غریبوں پر احسان کرتے ہیں اور احسان میں یہ ایک مخفی عیب ہے کہ احسان کرنے والا خیال کرتا ہے کہ میں نے احسان کیا ہے اور کم سے کم وہ اپنے احسان کے عوض میں شکریہ یا دعا چاہتا ہے اور اگر کوئی ممنون منت اس کا مخالف ہو جائے تو اس کا نام احسان فراموش رکھتا ہے۔ بعض وقت اپنے احسان کی وجہ سے اس پر فوق الطاقت بوجھ ڈال دیتا ہے اور اپنا احسان اس کو یاد دلاتا ہے جیسا کہ احسان کرنے والوں کو خدا تعالیٰ متنبہ کرنے کے لئے فرماتا ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى۔

(البقرہ:265)

یعنی اے احسان کرنے والو! اپنے صدقات کو جن کی صدق پر بنا چاہئے۔ احسان یاد دلانے اور دکھ دینے کے ساتھ برباد مت کرو۔ یعنی صدقہ کا لفظ صدق سے مشتق ہے۔ پس اگر دل میں صدق اور اخلاص نہ رہے تو وہ صدقہ صدقہ نہیں رہتا۔ بلکہ ایک ریاکاری کی حرکت ہو جاتی ہے۔ غرض احسان کرنے والے میں یہ ایک خامی ہوتی ہے کہ کبھی غصہ میں آکر اپنا احسان بھی یاد دلا دیتا ہے اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے احسان کرنے والوں کو ڈرایا۔

تیسرا درجہ ایصال خیر کا خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ بالکل احسان کا خیال نہ ہو اور نہ شکر گذاری پر نظر ہو بلکہ ایک ایسی ہمدردی کے جوش سے نیکی صادر ہو جیسا کہ ایک نہایت قریبی مثلاً والدہ محض ہمدردی کے جوش سے اپنے بیٹے سے نیکی کرتی ہے۔ یہ وہ آخری درجہ ایصال خیر کا ہے جس سے آگے ترقی کرنا ممکن نہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان تمام ایصال خیر کی قسموں کو محل اور موقعہ سے وابستہ کر دیا ہے اور آیت موصوفہ میں صاف فرما دیا ہے کہ اگر یہ نیکیاں اپنے اپنے محل پر مستعمل نہیں ہوں گی تو پھر یہ بدیاں ہو جائیں گی۔ بجائے عدل فحشاء بن جائے گا۔ یعنی حد سے اتنا تجاوز کرنا کہ ناپاک صورت ہو جائے۔ اور ایسا ہی بجائے احسان کے منکر کی صورت نکل آئے گی یعنی وہ صورت جس سے عقل اور کانشنس انکار کرتا ہے اور بجائے ایتاء ذی القربیٰ کے بغی بن جائے گا۔ یعنی وہ بے محل ہمدردی کا جوش ایک بری صورت پیدا کرے گا۔ اصل میں بغی اس بارش کو کہتے ہیں جو حد سے زیادہ برس جائے اور کھیتوں کو تباہ کر دے اور حق واجب میں کمی رکھنے کو بغی کہتے ہیں۔ اور یا حق واجب سے افزونی کرنا بھی بغی۔ ہے غرض ان تینوں میں سے جو محل پر صادر نہیں ہو گا وہی خراب سیرت ہو جائے گی۔ اسی لئے ان تینوں کے ساتھ موقع اور محل کی شرط لگا دی ہے۔ اس جگہ یاد رہے کہ مجرد عدل یا احسان یا ہمدردیٔ ذی القربیٰ کو خلق نہیں کہہ سکتے بلکہ انسان میں یہ سب طبعی حالتیں اور طبعی قوتیں ہیں کہ جو بچوں میں بھی وجود عقل سے پہلے پائی جاتی ہیں۔ مگر خلق کے لئے عقل شرط ہے اور نیز یہ شرط ہے کہ ہر ایک طبعی قوت محل اور موقعہ پر استعمال ہو۔

اور پھر احسان کے بارے میں اور بھی ضروری ہدایتیں قرآن شریف میں ہیں اور سب الف لام کے ساتھ جو خاص کرنے کے لئے آتا ہے استعمال فرما کر موقع اور محل کی رعایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 353 تا 355)

"یہ آیت حق اللہ اور حق العباد پر مشتمل ہے اور اس میں کمال بلاغت یہ ہے کہ دونوں پہلو پر اللہ تعالیٰ

نے اس کو قائم کیا ہے۔ حق العباد کا پہلو تو ہم ذکر کر چکے ہیں اور حق اللہ کے پہلو کی رو سے اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ انصاف کی پابندی سے خدا تعالیٰ کی اطاعت کر کیونکہ جس نے تجھے پیدا کیا اور تیری پرورش کی اور ہر وقت کر رہا ہے اس کا حق ہے کہ تو بھی اس کی اطاعت کرے اور اگر اس سے زیادہ تجھے بصیرت ہو تو نہ صرف رعایت حق سے بلکہ احسان کی پابندی سے اس کی اطاعت کر کیونکہ وہ محسن ہے اور اس کے احسان اس قدر ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے اور ظاہر ہے کہ عدل کے درجہ سے بڑھ کر وہ درجہ ہے جس میں اطاعت کے وقت احسان بھی ملحوظ رہے اور چونکہ ہر وقت مطالعہ اور ملاحظہ احسان کا محسن کی شکل اور شمائل کو ہمیشہ نظر کے سامنے لے آتا ہے اس لئے احسان کی تعریف میں یہ بات داخل ہے کہ ایسے طور سے عبادت کرے کہ گویا خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور خدا تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے در حقیقت تین قسم پر منقسم ہیں۔ اوّل وہ لوگ جو بباعث محجوبیت اور رویت اسباب کے احسان الٰہی کا اچھی طرح ملاحظہ نہیں کرتے اور نہ وہ جوش ان میں پیدا ہوتا ہے جو احسان کی عظمتوں پر نظر ڈال کر پیدا ہوا کرتا ہے اور نہ وہ محبت ان میں حرکت کرتی ہے جو محسن کی عنایات عظیمہ کا تصور کر کے جنبش میں آیا کرتی ہے بلکہ صرف ایک اجمالی نظر سے خدا تعالیٰ کے حقوق خالقیت وغیرہ کو تسلیم کر لیتے ہیں اور احسان الٰہی کی ان تفصیلات کو جن پر ایک باریک نظر ڈالنا اس حقیقی محسن کو نظر کے سامنے لے آتا ہے ہرگز مشاہدہ نہیں کرتے کیونکہ اسباب پرستی کا گرد و غبار مُسبّبِ حقیقی کا پورا چہرہ دیکھنے سے روک دیتا ہے اس لئے ان کو وہ صاف نظر میسر نہیں آتی جس سے کامل طور پر معطی حقیقی کا جمال مشاہدہ کر سکتے سو ان کی ناقص معرفت رعایت اسباب کی کدورت سے ملی ہوئی ہوتی ہے اور بوجہ اس کے جو وہ خدا کے احسانات کو اچھی طرح دیکھ نہیں سکتے خود بھی اس کی طرف وہ التفات نہیں کرتے جو احسانات کے مشاہدہ کے وقت کرنی پڑتی ہے جس سے محسن کی شکل نظر کے سامنے آجاتی ہے بلکہ ان کی معرفت ایک دھندلی سی ہوتی ہے۔ وجہ یہ کہ وہ کچھ تو اپنی محنتوں اور اپنے اسباب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور کچھ تکلف کے طور پر یہ بھی مانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا حق خالقیّت اور رزّاقیّت ہمارے سر پر واجب ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ انسان کو اس کے وسعت فہم سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اس لئے ان سے جب تک کہ وہ اس حالت میں ہیں یہی چاہتا ہے کہ اس کے حقوق کا شکر ادا کریں اور آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ۔ (النحل: 91) میں عدل سے مراد یہی اطاعت برعایت عدل ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر ایک اور مرتبہ انسان کی معرفت کا ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں انسان کی نظر رویت اسباب سے بالکل پاک اور منزہ ہو کر خدا تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ہاتھ کو دیکھ لیتی ہے اور اس مرتبہ پر انسان اسباب کے حجابوں سے بالکل باہر آجاتا ہے اور یہ مقولہ کہ مثلاً میری اپنی ہی آبپاشی سے میری کھیتی ہوئی اور یا میرے

اپنے ہی بازو سے یہ کامیابی مجھے ہوئی یا زید کی مہربانی سے فلاں مطلب میرا پورا ہوا اور بکر کی خبر گیری سے میں تباہی سے بچ گیا یہ تمام باتیں ہیچ اور باطل معلوم ہونے لگتی ہیں اور ایک ہی ہستی اور ایک ہی قدرت اور ایک ہی محسن اور ایک ہی ہاتھ نظر آتا ہے تب انسان ایک صاف نظر سے جس کے ساتھ ایک ذرہ شرک فی الاسباب کی گرد و غبار نہیں خدا تعالیٰ کے احسانوں کو دیکھتا ہے اور یہ رویت اس قسم کی صاف اور یقینی ہوتی ہے کہ وہ ایسے محسن کی عبادت کرنے کے وقت اس کو غائب نہیں سمجھتا بلکہ یقیناً اس کو حاضر خیال کر کے اس کی عبادت کرتا ہے اور اس عبادت کا نام قرآن شریف میں اِحسان ہے۔ اور صحیح بخاری اور مسلم میں خود آنحضرت ﷺ نے احسان کے یہی معنی بیان فرمائے ہیں۔

اور اس درجہ کے بعد ایک اور درجہ ہے جس کا نام اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی ہے اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب انسان ایک مدت تک احسانات الٰہی کو بلا شرکت اسباب دیکھتا رہے اور اس کو حاضر اور بلا واسطہ محسن سمجھ کر اس کی عبادت کرتا رہے تو اس تصور اور تخیل کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ذاتی محبت اس کو جناب الٰہی کی نسبت پیدا ہو جائے گی کیونکہ متواتر احسانات کا دائمی ملاحظہ بالضرورت شخص ممنون کے دل میں یہ اثر پیدا کرتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ اس شخص کی ذاتی محبت سے بھر جاتا ہے جس کے غیر محدود احسانات اس پر محیط ہو گئے پس اس صورت میں وہ صرف احسانات کے تصور سے اس کی عبادت نہیں کرتا بلکہ اس کی ذاتی محبت اس کے دل میں بیٹھ جاتی ہے جیسا کہ بچہ کو ایک ذاتی محبت اپنی ماں سے ہوتی ہے۔ پس اس مرتبہ پر وہ عبادت کے وقت صرف خدا تعالیٰ کو دیکھتا ہی نہیں بلکہ دیکھ کر سچے عشاق کی طرح لذت بھی اٹھاتا ہے اور تمام اغراض نفسانی معدوم ہو کر ذاتی محبت اس کی اندر پیدا ہو جاتی ہے اور یہ وہ مرتبہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے لفظ اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی سے تعبیر کیا ہے اور اسی کی طرف خدا تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا۔(البقرہ: 201)غرض آیت اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى ۔(النحل: 91) کی یہ تفسیر ہے اور اس میں خدا تعالیٰ نے تینوں مرتبے انسانی معرفت کے بیان کر دیئے اور تیسرے مرتبہ کو محبت ذاتی کا مرتبہ قرار دیا اور یہ وہ مرتبہ ہے جس میں تمام اغراض نفسانی جل جاتے ہیں اور دل ایسا محبت سے بھر جاتا ہے جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے اسی مرتبہ کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۔(البقرہ: 208)یعنی بعض مومن لوگوں میں سے وہ بھی ہیں کہ اپنی جانیں رضاء الٰہی کے عوض میں بیچ دیتے ہیں اور خدا ایسوں ہی پر مہربان ہے۔ اور پھر فرمایا بَلٰى ۗ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔(البقرہ: 113)

یعنی وہ لوگ نجات یافتہ ہیں جو خدا کو اپنا وجود حوالہ کر دیں اور اس کی نعمتوں کے تصور سے اس طور سے اس کی عبادت کریں کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہیں سو ایسے لوگ خدا کے پاس سے اجر پاتے ہیں اور نہ ان کو کچھ خوف ہے اور نہ وے کچھ غم کرتے ہیں یعنی ان کا مدّعا خدا اور خدا کی محبت ہو جاتی ہے اور خدا کے پاس کی نعمتیں ان کا اجر ہوتا ہے اور پھر ایک جگہ فرمایا وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا۔ (الدھر:9،10) یعنی مومن وہ ہیں جو خدا کی محبت سے مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو روٹی کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس روٹی کھلانے سے تم سے کوئی بدلہ اور شکر گذاری نہیں چاہتے اور نہ ہماری کچھ غرض ہے ان تمام خدمات سے صرف خدا کا چہرہ ہمارا مطلب ہے۔ اب سوچنا چاہئے کہ ان تمام آیات سے کس قدر صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف نے اعلیٰ طبقہ عبادت الٰہی اور اعمال صالحہ کا یہی رکھا ہے کہ محبت الٰہی اور رضاء الٰہی کی طلب سچے دل سے ظہور میں آوے۔" (نور القرآن نمبر 2 روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 436 تا 441)

(14) قرآن مجید میں ہمارے نبی ﷺ کے معراج کا ذکر ہے فرماتا ہے سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (بنی اسرائیل:2) حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اس روحانی سفر کی جو لطیف تشریح فرمائی ہے اسی میں حسن ترتیب کی خوبصورت جھلک نظر آتی ہے، فرماتے ہیں:

"قرآن شریف کی یہ آیت کہ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ۔ (بنی اسرائیل:2) معراج مکانی اور زمانی دونوں پر مشتمل ہے اور بغیر اس کے معراج ناقص رہتا ہے پس جیسا کہ سیر مکانی کے لحاظ سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام سے بیت المقدس تک پہنچا دیا تھا ایسا ہی سیر زمانی کے لحاظ سے آنجناب کو شوکت اسلام کے زمانہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا برکات اسلامی کے زمانہ تک جو مسیح موعود کا زمانہ ہے پہنچا دیا۔ پس اس پہلو کے رو سے جو اسلام کے انتہاء زمانہ تک آنحضرت ﷺ کا سیر کشفی ہے مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیاں میں واقع ہے جس کی نسبت براہین احمدیہ میں خدا کا کلام یہ ہے۔ مُبَارِكٌ وَّمُبَارَكٌ وَّكُلُّ اَمْرٍ مُّبَارَكٍ يُّجْعَلُ فِيْهِ۔ اور یہ مبارک کا لفظ جو بصیغہ مفعول اور فاعل واقع ہوا قرآن شریف کی آیت بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ کے مطابق ہے۔ پس کچھ شک نہیں جو قرآن شریف میں قادیان کا ذکر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ۔ اس آیت کے ایک تو وہی معنے ہیں جو

علماء میں مشہور ہیں یعنی یہ کہ آنحضرت ﷺ کے مکانی معراج کا یہ بیان ہے۔ مگر کچھ شک نہیں کہ اس کے سوا آنحضرت ﷺ کا ایک زمانی معراج بھی تھا جس سے یہ غرض تھی کہ تا آپ کی نظر کشفی کا کمال ظاہر ہو اور نیز ثابت ہو کہ مسیحی زمانہ کے برکات بھی در حقیقت آپ ہی کے برکات ہیں جو آپ کی توجہ اور ہمت سے پیدا ہوئی ہیں۔ اسی وجہ سے مسیح ایک طور سے آپ ہی کا روپ ہے۔ اور وہ معراج یعنی بلوغ نظر کشفی دنیا کی انتہا تک تھا جو مسیح کے زمانہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس معراج میں جو آنحضرت ﷺ مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر فرما ہوئے وہ مسجد اقصیٰ یہی ہے جو قادیاں میں بجانب مشرق واقع ہے جس کا نام خدا کے کلام نے مبارک رکھا ہے۔ یہ مسجد جسمانی طور پر مسیح موعود کے حکم سے بنائی گئی ہے اور روحانی طور پر مسیح موعود کے برکات اور کمالات کی تصویر ہے جو آنحضرت ﷺ کی طرف سے بطور موہبت ہیں اور جیسا کہ مسجد الحرام کی روحانیت حضرت آدمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے کمالات ہیں اور بیت المقدس کی روحانیت انبیاء بنی اسرائیل کے کمالات ہیں ایسا ہی مسیح موعودؑ کی یہ مسجد اقصیٰ جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے اس کے روحانی کمالات کی تصویر ہے۔

پس اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی معراج میں زمانہ گذشتہ کی طرف صعود ہے اور زمانہ آئندہ کی طرف نزول ہے اور ماحصل اس معراج کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ خیر الاولین والآخرین ہیں۔ معراج جو مسجد الحرام سے شروع ہوا اِس میں یہ اشارہ ہے کہ صفی اللہ آدم کے تمام کمالات اور ابراہیم خلیل اللہ کے تمام کمالات آنحضرت ﷺ میں موجود تھے اور پھر اس جگہ سے قدم آنحضرت ﷺ مکانی سیر کے طور پر بیت المقدس کی طرف گیا اور اس میں یہ اشارہ تھا کہ آنحضرت ﷺ میں تمام اسرائیلی نبیوں کے کمالات بھی موجود ہیں۔ اور پھر اس جگہ سے قدم آنجناب علیہ السلام زمانی سیر کے طور پر اس مسجد اقصیٰ تک گیا جو مسیح موعود کی مسجد ہے یعنی کشفی نظر اس آخری زمانہ تک جو مسیح موعود کا زمانہ کہلاتا ہے پہنچ گئی۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ جو کچھ مسیح موعود کو دیا گیا وہ آنحضرت ﷺ کی ذات میں موجود ہے۔ اور پھر قدم آنحضرت ﷺ آسمانی سیر کے طور پر اوپر کی طرف گیا اور مرتبہ قَابَ قَوۡسَیۡنِ کا پایا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آنحضرت ﷺ مظہر صفاتِ الٰہیہ اتم اور اکمل طور پر تھے۔ غرض آنحضرت ﷺ کا اس قسم کا معراج یعنی مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک جو زمانی مکانی دونوں رنگ کی سیر تھی اور نیز خدا تعالیٰ کی طرف ایک سیر تھا جو مکان اور زمان دونوں سے پاک تھا۔ اس جدید طرز کی معراج سے غرض یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ خیر الاولین والآخرین ہیں اور نیز خدا تعالیٰ کی طرف سیر ان کا اس نقطہ ارتفاع پر ہے کہ اِس سے بڑھ کر کسی انسان کو گنجائش نہیں۔ مگر اس حاشیہ میں ہماری صرف یہ غرض ہے کہ جیسا کہ آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں کشفی

طور پر لکھا گیا تھا کہ قرآن شریف میں قادیاں کا ذکر ہے۔ یہ کشف نہایت صحیح اور درست تھا کیونکہ زمانی رنگ میں آنحضرت ﷺ کا معراج اور مسجد اقصےٰ کی طرف سیر مسجد الحرام سے شروع ہو کر یہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا جب تک ایسی مسجد تک آنحضرت ﷺ کا سیر تسلیم نہ کیا جائے جو باعتبار بُعد زمانہ کے مسجد اقصیٰ ہو اور ظاہر ہے کہ مسیح موعود کا وہ زمانہ ہے جو اسلامی سمندر کا بمقابلہ زمانہ آنحضرت ﷺ کے دوسرا کنارہ ہے ابتدا سیر کا جو مسجد الحرام سے بیان کیا گیا اور انتہا سیر کا جو اس بہت دُور مسجد تک مقرر کیا گیا جس کے ارد گرد کو برکت دی گئی۔ یہ برکت دینا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ زمانہ آنحضرت ﷺ میں شوکتِ اسلام ظاہر کی گئی اور حرام کیا گیا کہ کفار کا دست تعدّی اسلام کو مٹادے جیسا کہ آیت وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔ (ال عمران:98) سے ظاہر ہے۔ لیکن زمانہ مسیح موعود میں جس کا دوسرا نام مہدی بھی ہے تمام قوموں پر اسلام کی برکتیں ثابت کی جائیں گی اور دکھلایا جائے گا کہ ایک اسلام ہی بابرکت مذہب ہے جیسا کہ بیان کیا گیا کہ وہ ایسا برکات کا زمانہ ہو گا کہ دنیا میں صلح کاری کی برکت پھیلے گی اور آسمان اپنے نشانوں کے ساتھ برکتیں دکھلائے گا اور زمین میں طرح طرح کے پھلوں کے دستیاب ہونے اور طرح طرح کے آراموں سے اس قدر برکتیں پھیل جائیں گی جو اس سے پہلے کبھی نہیں پھیلی ہوں گی۔ اسی وجہ سے مسیح موعود اور مہدی معہود کے زمانہ کا نام احادیث میں زمان البرکات ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ ہزارہا نئی ایجادوں نے کیسی زمین پر برکتیں اور آرام پھیلا دیئے ہیں کیونکہ ریل کے ذریعہ سے مشرق اور مغرب کے میوے ایک جگہ اکٹھے ہوسکتے ہیں اور تار کے ذریعہ سے ہزاروں کوسوں کی خبریں پہنچ جاتی ہیں۔ سفر کی وہ تمام مصیبتیں یکدفعہ دُور ہو گئیں جو پہلے زمانوں میں تھیں۔

غرض اس زمانہ کا نام جس میں ہم ہیں **زمان البرکات** ہے لیکن ہمارے نبی ﷺ کا زمانہ زمان التائیدات اور دفع الآفات تھا اور اُس زمانہ میں خدا تعالیٰ کا بھاری مقصد دفع شر تھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اُس زمانہ میں اسلام کو اپنے قوی ہاتھ سے دشمنوں سے بچایا اور دشمنوں کو یوں ہانک دیا جیسا کہ ایک مرد مضبوط اپنی لاٹھی سے کتّوں کو ہانک دیتا ہے۔

پس چونکہ مسیح اور مہدی موعود کا زمانہ زمان البرکات تھا اسی لئے خدا تعالیٰ نے اس کے حق میں فرمایا بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ یعنی مسیح موعود کی فرودگاہ کے اردگرد جہاں نظر ڈالو گے ہر طرف سے برکتیں نظر آئیں گی چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ زمین کیسی آباد ہو گئی باغ کیسے بکثرت ہو گئے نہریں کیسی بکثرت جاری ہو گئیں تمدنی آرام کی چیزیں کیسی کثرت سے موجود ہو گئیں۔ پس یہ زمینی برکات ہیں۔ اور جیسے اس زمانہ میں زمینی اور آسمانی برکتیں بکثرت ظاہر ہو گئی ہیں ایسا ہی آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں تائیدات کا بھی ایک دریا چل رہا تھا۔

فحاصل البیان ان الزمان زمانان۔ زمان التائیدات ودفع الاٰفات و زمان البرکات والطیبات والیہ اشار عزاسمہ بقولہ

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ۔(بنی اسرائیل:2)

فاعلم ان لفظ مسجد الحرام فی قولہ تعالیٰ یدل علی زمانٍ فیہ ظہرت عزۃ حرمات اللہ بتائید من اللہ وظہرت عزۃ حدودہ واحکامہ وفرائضہ وتراءت شوکۃ دینہ ورعب ملّتہ۔ وھو زمان نبینا ﷺ والمسجد الحرام البیت الذی بناہ ابراھیم علیہ السلام فی مکۃ وھو موجود الیٰ ھٰذا الوقت حرسہ اللہ من کلّ آفۃ۔ واما قولہ عزّ اسمہ بعد ھٰذا القول اعنی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ فیدل علی زمانٍ فیہ یظہر برکاتٍ فی الارض من کل جھۃ کما ذکرناہ اٰنفا وھو زمان المسیح الموعود والمھدی المعھود والمسجد الاقصیٰ ھو المسجد الذی بناہ المسیح الموعود فی القادیان سُمّی اَقۡصٰی لبُعۡدہ من زمان النبوّۃ ولما وقع فی اقصیٰ طرفٍ من زمن ابتداء الاسلام فتدبر ھٰذا المقام فانہ اودع اسرارًا من اللہ العلام۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ **آنحضرت ﷺ کا معراج تین قسم پر منقسم ہے**۔ سیر مکانی اور سیر زمانی اور سیر لامکانی ولازمانی سَیر مکانی میں اشارہ ہے طرف غلبہ اور فتوحات پر یعنی یہ اشارہ کہ اسلامی ملک مکہ سے بیت المقدس تک پھیلے گا۔ اور سیر زمانی میں اشارہ ہے طرف تعلیمات اور تاثیرات کے یعنی یہ کہ مسیح موعود کا زمانہ بھی آنحضرت ﷺ کی تاثیرات سے تربیت یافتہ ہوگا جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا ہے وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ۔ (الجمعہ:4) اور سیر لامکانی ولازمانی میں اشارہ ہے طرف اعلیٰ درجہ کے قُرب اللہ اور مدانات کی جس پر دائرہ امکانِ قرب کا ختم ہے۔" (خطبہ الہامیہ روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 26-21)

(15) قرآن شریف میں ماضی کے واقعات بہت تفصیل سے بیان ہیں مگر قرآن شریف قصے کہانیوں کی کتاب نہیں۔ اس میں ماضی کے قصے آئندہ کے سبق دینے اور آئندہ زمانہ میں ہونے والے واقعات کے لئے بطور پیشگوئی ہیں۔ یہ قرآنی ترتیب مضامین کا ایک لطیف پہلو ہے ان واقعات میں ایک واقعہ حضرت ذوالقرنین (خورس) کا ہے جو ماضی کے واقعات کے بیان کے علاوہ مستقبل کے واقعات کے بارہ میں پیشگوئی بھی ہے، حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اس کے بارہ میں فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ نے میرا نام ذوالقرنین بھی رکھا کیونکہ خدا تعالیٰ کی میری نسبت یہ وحی مقدّس کہ جَرِیُّ

اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ خدا کا رسول تمام نبیوں کے پیرائیوں میں یہ چاہتی ہے کہ مجھ میں ذوالقرنین کے بھی صفات ہوں کیونکہ سورہء کہف سے ثابت ہے کہ ذوالقرنین بھی صاحب وحی تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس کی نسبت فرمایا ہے قُلْنَا یٰذَاالْقَرْنَیْنِ۔ (الکھف: 87) پس اس وحی الٰہی کی رُو سے کہ جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ۔ اِس اُمت کے لئے ذوالقرنین مَیں ہوں۔ اور قرآن شریف میں مثالی طور پر میری نسبت پیشگوئی موجود ہے مگر اُن کے لئے جو فراست رکھتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ذوالقرنین وہ ہوتا ہے جو دو2 صدیوں کو پانے والا ہو۔ اور میری نسبت یہ عجیب بات ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں نے جس قدر اپنے اپنے طور پر صدیوں کی تقسیم کر رکھی ہے ان تمام تقسیموں کے لحاظ سے جب دیکھا جائے تو ظاہر ہو گا کہ میں نے ہر ایک قوم کی دو صدیوں کو پالیا ہے۔ میری عمر اس وقت تخمیناً 67 سال ہے پس ظاہر ہے کہ اس حساب سے جیسا کہ میں نے دو ہجری صدیوں کو پالیا ہے۔ ایسا ہی دو عیسائی صدیوں کو بھی پالیا ہے اور ایسا ہی دو ہندی صدیوں کو بھی جن کا سن بکرماجیت سے شروع ہوتا ہے اور میں نے جہاں تک ممکن تھا قدیم زمانہ کے تمام ممالک شرقی اور غربی کی مقرر شدہ صدیوں کا ملاحظہ کیا ہے کوئی قوم ایسی نہیں جس کی مقرر کردہ صدیوں میں سے دو صدئیں میں نے نہ پائی ہوں۔ اور بعض احادیث میں بھی آچکا ہے کہ آنے والے مسیح کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ وہ ذوالقرنین ہو گا۔ غرض بموجب نص وحی الٰہی کے مَیں ذوالقرنین ہوں اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کی ان آیتوں کی نسبت جو سورۂ کہف میں ذوالقرنین کے قِصّہ کے بارے میں ہیں میرے پر پیشگوئی کے رنگ میں معنی کھولے ہیں۔ مَیں ذیل میں ان کو بیان کرتا ہوں مگر یاد رہے کہ پہلے معنوں سے انکار نہیں ہے وہ گذشتہ سے متعلق ہیں اور یہ آئندہ کے متعلق اور قرآن شریف صرف قصہ گو کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کے ہر ایک قصہ کے نیچے ایک پیشگوئی ہے۔ اور ذوالقرنین کا قِصّہ مسیح موعود کے زمانہ کیلئے ایک پیشگوئی اپنے اندر رکھتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف کی عبارت یہ ہے وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَیْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا۔ (الکھف: 84) یعنی یہ لوگ تجھ سے ذوالقرنین کا حال دریافت کرتے ہیں۔ ان کو کہو کہ میں ابھی تھوڑا سا تذکرہ ذوالقرنین کا تم کو سناؤں گا اور پھر بعد اس کے فرمایا وَاٰتَیْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا۔ (الکھف: 85) یعنی ہم اس کو یعنی مسیح موعود کو جو ذوالقرنین بھی کہلائے گا روئے زمین پر ایسا مستحکم کریں گے کہ کوئی اس کو نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ اور ہم ہر طرح سے سازو سامان اس کو دے دیں گے۔ اور اُس کی کارروائیوں کو سہل اور آسان کر دیں گے۔ یاد رہے کہ یہ وحی براہین احمدیہ حصص سابقہ میں بھی میری نسبت ہوئی ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے اَلَمْ نَجْعَلْ لَكَ سُهُوْلَةً فِیْ كُلِّ اَمْرٍ یعنی کیا ہم نے ہر ایک امر میں تیرے لئے آسانی نہیں کر دی۔ یعنی کیا ہم نے تمام وہ سامان تیرے لئے میسر نہیں کر دیئے

جو تبلیغ اور اشاعت حق کے لئے ضروری تھے۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ اس نے میرے لئے وہ سامان تبلیغ اور اشاعت حق کے میسر کر دیئے جو کسی نبی کے وقت میں موجود نہ تھے۔ تمام قوموں کی آمد و رفت کی راہیں کھولی گئیں۔ طے مسافرت کے لئے وہ آسانیاں کر دی گئیں کہ برسوں کی راہیں دنوں میں طے ہونے لگیں اور خبر رسانی کے وہ ذریعے پیدا ہوئے کہ ہزاروں کوس کی خبریں چند منٹوں میں آنے لگیں۔ ہر ایک قوم کی وہ کتابیں شائع ہوئیں جو مخفی اور مستور تھیں۔ اور ہر ایک چیز کے بہم پہنچانے کے لئے ایک سبب پیدا کیا گیا۔ کتابوں کے لکھنے میں جو جو دقتیں تھیں وہ چھاپہ خانوں سے دفع اور دور ہو گئیں یہاں تک کہ ایسی ایسی مشینیں نکلی ہیں کہ ان کے ذریعہ سے دس دن میں کسی مضمون کو اس کثرت سے چھاپ سکتے ہیں کہ پہلے زمانوں میں دس سال میں بھی وہ مضمون قید تحریر میں نہیں آسکتا تھا اور پھر ان کے شائع کرنے کے اس قدر حیرت انگیز سامان نکل آئے ہیں کہ ایک تحریر صرف چالیس دن میں تمام دنیا کی آبادی میں شائع ہو سکتی ہے اور اس زمانہ سے پہلے ایک شخص بشر طیکہ اس کی عمر بھی لمبی ہو سو برس تک بھی اس وسیع اشاعت پر قادر نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر بعد اس کے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۶﴾ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغۡرِبَ الشَّمۡسِ وَجَدَهَا تَغۡرُبُ فِیۡ عَیۡنٍ حَمِئَۃٍ وَّ وَجَدَ عِنۡدَهَا قَوۡمًا ۬ؕ قُلۡنَا یٰذَا الۡقَرۡنَیۡنِ اِمَّاۤ اَنۡ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنۡ تَتَّخِذَ فِیۡهِمۡ حُسۡنًا ﴿۸۷﴾ قَالَ اَمَّا مَنۡ ظَلَمَ فَسَوۡفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰی رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّکۡرًا ﴿۸۸﴾ وَ اَمَّا مَنۡ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۣالۡحُسۡنٰی ۚ وَ سَنَقُوۡلُ لَهٗ مِنۡ اَمۡرِنَا یُسۡرًا۔
(الکھف:86 تا89)

یعنی جب ذوالقرنین کو جو مسیح موعود ہے ہر ایک طرح کے سامان دیئے جائیں گے۔ پس وہ ایک سامان کے پیچھے پڑے گا۔ یعنی وہ مغربی ممالک کی اصلاح کے لئے کمر باندھے گا اور وہ دیکھے گا کہ آفتاب صداقت اور حقانیت ایک کیچڑ کے چشمہ میں غروب ہو گیا اور اس غلیظ چشمہ اور تاریکی کے پاس ایک قوم کو پائے گا جو مغربی قوم کہلائے گی یعنی مغربی ممالک میں عیسائیت کے مذہب والوں کو نہایت تاریکی میں مشاہدہ کرے گا۔ نہ اُن کے مقابل پر آفتاب ہو گا جس سے وہ روشنی پا سکیں اور نہ اُن کے پاس پانی صاف ہو گا جس کو وہ پیویں یعنی ان کی علمی و عملی حالت نہایت خراب ہو گی اور وہ روحانی روشنی اور روحانی پانی سے بے نصیب ہوں گے۔ تب ہم ذوالقرنین یعنی مسیح موعود کو کہیں گے کہ تیرے اختیار میں ہے چاہے تو اِن کو عذاب دے یعنی عذاب نازل ہونے کے لئے بد دُعا کرے (جیسا کہ احادیث صحیحہ میں مروی ہے) یا اُن کے ساتھ حسن سلوک کا شیوہ اختیار کرے تب ذوالقرنین یعنی مسیح موعود جواب دے گا کہ ہم اُسی کو سزا دلانا چاہتے ہیں جو ظالم ہو۔ وہ دنیا میں بھی ہماری بد دُعا

سے سزا یاب ہو گا اور پھر آخرت میں سخت عذاب دیکھے گا۔ لیکن جو شخص سچائی سے منہ نہیں پھیرے گا اور نیک عمل کرے گا اس کو نیک بدلہ دیا جائے گا اور اس کو انہیں کاموں کی بجا آوری کا حکم ہو گا جو سہل ہیں اور آسانی سے ہو سکتے ہیں۔ غرض یہ مسیح موعود کے حق میں پیشگوئی ہے کہ وہ ایسے وقت میں آئے گا جبکہ مغربی ممالک کے لوگ نہایت تاریکی میں پڑے ہوں گے اور آفتابِ صداقت اُن کے سامنے سے بالکل ڈوب جائے گا اور ایک گندے اور بدبودار چشمہ میں ڈوبے گا یعنی بجائے سچائی کے بدبودار عقائد اور اعمال اُن میں پھیلے ہوئے ہوں گے۔ اور وہی ان کا پانی ہو گا جس کو وہ پیتے ہوں گے۔ اور روشنی کا نام و نشان نہیں ہو گا تاریکی میں پڑے ہوں گے اور ظاہر ہے کہ یہی حالت عیسائی مذہب کی آج کل ہے جیسا کہ قرآن شریف نے ظاہر فرمایا ہے اور عیسائیت کا بھاری مرکز ممالک مغربیہ ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا ﴿۹۰﴾ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَطۡلِعَ الشَّمۡسِ وَجَدَهَا تَطۡلُعُ عَلٰی قَوۡمٍ لَّمۡ نَجۡعَلۡ لَّهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهَا سِتۡرًا ﴿۹۱﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدۡ اَحَطۡنَا بِمَا لَدَيۡهِ خُبۡرًا۔ (الکھف: 90 تا 92) یعنی پھر ذوالقرنین جو مسیح موعود ہے جس کو ہر ایک سامان عطا کیا جائے گا ایک اور سامان کے پیچھے پڑے گا یعنی ممالک مشرقیہ کے لوگوں کی حالت پر نظر ڈالے گا اور وہ جگہ جس سے سچائی کا آفتاب نکلتا ہے اس کو ایسا پائے گا کہ ایک ایسی نادان قوم پر آفتاب نکلا ہے جن کے پاس دھوپ سے بچنے کے لئے کوئی بھی سامان نہیں یعنی وہ لوگ ظاہر پرستی اور افراط کی دھوپ سے جلتے ہوں گے اور حقیقت سے بے خبر ہوں گے اور ذوالقرنین یعنی مسیح موعود کے پاس حقیقی راحت کا سامان سب کچھ ہو گا جس کو ہم خوب جانتے ہیں مگر وہ لوگ قبول نہیں کریں گے اور وہ لوگ افراط کی دھوپ سے بچنے کے لئے کچھ بھی پناہ نہیں رکھتے ہوں گے۔ نہ گھر نہ سایہ دار درخت نہ کپڑے جو گرمی سے بچا سکیں اس لئے آفتاب صداقت جو طلوع کرے گا اُن کی ہلاکت کا موجب ہو جائے گا۔ یہ اُن لوگوں کے لئے ایک مثال ہے جو آفتاب ہدایت کی روشنی تو اُن کے سامنے موجود ہے اور اُس گروہ کی طرح نہیں ہیں جن کا آفتاب غروب ہو چکا ہے لیکن ان لوگوں کو اس آفتاب ہدایت سے بجز اس کے کوئی فائدہ نہیں کہ دھوپ سے چمڑا اُن کا جل جائے اور رنگ سیاہ ہو جائے اور آنکھوں کی روشنی بھی جاتی رہے۔ اس تقسیم سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح موعود کا اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے کے لئے تین قسم کا دورہ ہو گا۔ اوّل اس قوم پر نظر ڈالے گا جو آفتاب ہدایت کو کھو بیٹھے ہیں اور ایک تاریکی اور کیچڑ کے چشمہ میں بیٹھے ہیں۔ دوسرا دورہ اس کا ان لوگوں پر ہو گا جو ننگ دھڑنگ آفتاب کے سامنے بیٹھے ہیں۔ یعنی ادب سے اور حیا سے اور تواضع سے اور نیک ظن سے کام نہیں لیتے نرے ظاہر پرست ہیں گویا آفتاب کے ساتھ لڑنا چاہتے ہیں سو وہ بھی فیض آفتاب سے بے نصیب ہیں اور ان کو آفتاب سے بجز جلنے کے اور کوئی حصہ نہیں۔ یہ ان مسلمانوں کی طرف اشارہ ہے جن میں مسیح

موعود ظاہر تو ہوا مگر وہ انکار اور مقابلہ سے پیش آئے اور حیا اور ادب اور حسن ظن سے کام نہ لیا اس لئے سعادت سے محروم رہ گئے بعد اس کے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے

ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا ﴿۹۳﴾ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ بَیۡنَ السَّدَّیۡنِ وَجَدَ مِنۡ دُوۡنِہِمَا قَوۡمًا ۙ لَّا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَہُوۡنَ
قَوۡلًا ﴿۹۴﴾ قَالُوۡا یٰذَا الۡقَرۡنَیۡنِ اِنَّ یَاۡجُوۡجَ وَ مَاۡجُوۡجَ مُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَہَلۡ نَجۡعَلُ لَکَ خَرۡجًا عَلٰۤی اَنۡ تَجۡعَلَ بَیۡنَنَا
وَ بَیۡنَہُمۡ سَدًّا ﴿۹۵﴾ قَالَ مَا مَکَّنِّیۡ فِیۡہِ رَبِّیۡ خَیۡرٌ فَاَعِیۡنُوۡنِیۡ بِقُوَّۃٍ اَجۡعَلۡ بَیۡنَکُمۡ وَ بَیۡنَہُمۡ رَدۡمًا ﴿ۙ۹۶﴾ اٰتُوۡنِیۡ زُبَرَ الۡحَدِیۡدِ ؕ
حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیۡنَ الصَّدَفَیۡنِ قَالَ انۡفُخُوۡا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَہٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوۡنِیۡۤ اُفۡرِغۡ عَلَیۡہِ قِطۡرًا ﴿ؕ۹۷﴾ فَمَا اسۡطَاعُوۡۤا اَنۡ
یَّظۡہَرُوۡہُ وَ مَا اسۡتَطَاعُوۡا لَہٗ نَقۡبًا ﴿۹۸﴾ قَالَ ہٰذَا رَحۡمَۃٌ مِّنۡ رَّبِّیۡ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ رَبِّیۡ جَعَلَہٗ دَکَّآءَ ۚ وَ کَانَ وَعۡدُ رَبِّیۡ
حَقًّا ﴿ؕ۹۹﴾ وَ تَرَکۡنَا بَعۡضَہُمۡ یَوۡمَئِذٍ یَّمُوۡجُ فِیۡ بَعۡضٍ وَّ نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَجَمَعۡنٰہُمۡ جَمۡعًا ﴿ۙ۱۰۰﴾ وَّ عَرَضۡنَا جَہَنَّمَ یَوۡمَئِذٍ
لِّلۡکٰفِرِیۡنَ عَرۡضَا ﴿ۙ۱۰۱﴾ الَّذِیۡنَ کَانَتۡ اَعۡیُنُہُمۡ فِیۡ غِطَـآءٍ عَنۡ ذِکۡرِیۡ وَ کَانُوۡا لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَمۡعًا ﴿۱۰۲﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ
کَفَرُوۡۤا اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا عِبَادِیۡ مِنۡ دُوۡنِیۡۤ اَوۡلِیَآءَ ؕ اِنَّـاۤ اَعۡتَدۡنَا جَہَنَّمَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ نُزُلًا ۔ (الکھف: 93 تا 103)

پھر ذوالقرنین یعنی مسیح موعود ایک اور سامان کے پیچھے پڑے گا۔ اور جب وہ ایک ایسے موقعہ پر پہنچے گا یعنی جب وہ ایک ایسانازک زمانہ پائے گا جس کو بین السدّین کہنا چاہیئے یعنی دو پہاڑوں کے بیچ مطلب یہ کہ ایسا وقت پائے گا جب کہ دوطرفہ خوف میں لوگ پڑے ہوں گے اور ضلالت کی طاقت حکومت کی طاقت کے ساتھ مل کر خوفناک نظارہ دکھائے گی تو ان دونوں طاقتوں کے ماتحت ایک قوم کو پائے گا جو اُس کی بات کو مشکل سے سمجھیں گے یعنی غلط خیالات میں مبتلا ہوں گے اور بباعث غلط عقائد مشکل سے اُس ہدایت کو سمجھیں گے جو وہ پیش کرے گا لیکن آخر کار سمجھ لیں گے اور ہدایت پالیں گے اور یہ تیسری قوم ہے جو مسیح موعود کی ہدایات سے فیض یاب ہوں گے تب وہ اس کو کہیں گے کہ اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج نے زمین پر فساد مچار کھا ہے پس اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم آپ کے لئے چندہ جمع کر دیں تا آپ ہم میں اور ان میں کوئی روک بنادیں۔ وہ جواب میں کہے گا کہ جس بات پر خدا نے مجھے قدرت بخشی ہے وہ تمہارے چندوں سے بہتر ہے ہاں اگر تم نے کچھ مدد کرنی ہو تو اپنی طاقت کے موافق کرو تا میں تم مَیں اور ان میں ایک دیوار کھینچ دوں۔ یعنی ایسے طور پر اُن پر حجت پوری کروں کہ وہ کوئی طعن تشنیع اور اعتراض کا تم پر حملہ نہ کر سکیں۔ لوہے کی سلیں مجھے لادو تا آمد ورفت کی راہوں کو بند کیا جائے یعنی اپنے تئیں میری تعلیم اور دلائل پر مضبوطی سے قائم کرو اور پوری استقامت اختیار کرو اور اس طرح پر خود لوہے کی سِل بن کر مخالفانہ حملوں کو روکو اور پھر سلوں میں آگ پھونکو جب تک کہ وہ خود آگ بن جائیں۔ یعنی محبت الٰہی اس قدر اپنے اندر بھڑکاؤ کہ خود الٰہی رنگ اختیار کرو۔ یاد رکھنا چاہئے کہ

خدائے تعالیٰ سے کمال محبت کی یہی علامت ہے کہ محب میں ظلی طور پر الٰہی صفات پیدا ہو جائیں۔ اور جب تک ایسا ظہور میں نہ آوے تب تک دعویٰ محبت جھوٹ ہے۔ محبت کاملہ کی مثال بعینہٖ لوہے کی وہ حالت ہے جب کہ وہ آگ میں ڈالا جائے اور اس قدر آگ اُس میں اثر کرے کہ وہ خود آگ بن جائے۔ پس اگرچہ وہ اپنی اصلیت میں لوہا ہے آگ نہیں ہے مگر چونکہ آگ نہایت درجہ اس پر غلبہ کر گئی ہے اس لئے آگ کے صفات اُس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ آگ کی طرح جلا سکتا ہے۔ آگ کی طرح اس میں روشنی ہے۔ پس محبت الٰہیہ کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اس رنگ سے رنگین ہو جائے اور اگر اسلام اس حقیقت تک پہنچا نہ سکتا تو وہ کچھ چیز نہ تھا لیکن اسلام اس حقیقت تک پہنچاتا ہے۔ اوّل انسان کو چاہیئے کہ لوہے کی طرح اپنی استقامت اور ایمانی مضبوطی میں بن جائے کیونکہ اگر ایمانی حالت خس و خاشاک کی طرح ہے تو آگ اُس کو چھوتے ہی بھسم کر دے گی۔ پھر کیونکر وہ آگ کا مظہر بن سکتا ہے۔ افسوس بعض نادانوں نے عبودیّت کے اُس تعلق کو جو ربوبیّت کے ساتھ ہے جس سے ظلّی طور پر صفاتِ الٰہیہ بندہ میں پیدا ہوتے ہیں نہ سمجھ کر میری اس وحی من اللہ پر اعتراض کیا ہے کہ اِنَّمَا امرک اذا اردتَ شیئًا ان تقول لہ کُنْ فیکون۔ یعنی تیری یہ بات ہے کہ جب تو ایک بات کو کہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا یہ میری طرف سے نہیں ہے اور اس کی تصدیق اکابر صوفیہ اسلام کر چکے ہیں جیسا کہ سید عبد القادر جیلانیؒ نے بھی فتوح الغیب میں یہی لکھا ہے اور عجیب تر یہ کہ سید عبد القادر جیلانیؒ نے بھی یہی آیت پیش کی ہے۔ افسوس لوگوں نے صرف رسمی ایمان پر کفایت کر لی ہے اور پوری معرفت کی طلب ان کے نزدیک کفر ہے اور خیال کرتے ہیں کہ یہی ہمارے لئے کافی ہے حالانکہ وہ کچھ بھی چیز نہیں اور اس سے منکر ہیں کہ کسی سے بعد رسول اللہ ﷺ خدا تعالیٰ کا مکالمہ مخاطبہ یقینی اور واقعی طور پر ہو سکتا ہے۔ ہاں اس قدر اُن کا خیال ہے کہ دلوں میں القا تو ہوتا ہے مگر نہیں معلوم کہ وہ القا شیطانی ہے یا رحمانی ہے اور نہیں سمجھتے کہ ایسے القا سے ایمانی حالت کو فائدہ کیا ہوا اور کونسی ترقی ہوئی بلکہ ایسا القا تو ایک سخت ابتلا ہے جس میں معصیت کا اندیشہ یا ایمان جانے کا خطرہ ہے کیونکہ اگر ایسی مشتبہ وحی میں جو نہیں معلوم شیطان سے ہے یا رحمان سے ہے کسی کو تاکیدی حکم ہو کہ یہ کام کر تو اگر اس نے وہ کام نہ کیا اس خیال سے کہ شاید یہ شیطان نے حکم دیا ہے اور دراصل وہ خدا کا حکم تھا تو یہ انحراف موجب معصیت ہوا۔ اور اگر اُس حکم کو بجا لایا اور اصل میں شیطان کی طرف سے وہ حکم تھا تو اس سے ایمان گیا۔ پس ایسے الہام پانے والوں سے وہ لوگ اچھے رہے جو ایسے خطرناک الہامات سے جن میں شیطان بھی حصہ دار ہو سکتا ہے۔ محروم ہیں۔ ایسے عقیدہ کی حالت میں عقل بھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی ممکن ہے کہ کوئی الہام الٰہی ایسا ہو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا تھا جس کی تعمیل میں

اس کے بچہ کی جان خطرہ میں پڑتی تھی یا جیسا کہ خضر علیہ السلام کا الہام تھا جس نے بظاہر حال ایک نفس زکیہ کا ناحق خون کیا اور چونکہ ایسے امور بظاہر شریعت کے برخلاف ہیں اس لئے شیطانی دخل کے احتمال سے کون ان پر عمل کرے گا اور بوجہ عدم تعمیل معصیت میں گرے گا۔ اور ممکن ہے کہ شیطان لعین کوئی ایسا حکم دے کہ بظاہر شریعت کے مخالف معلوم نہ ہو اور دراصل بہت فتنہ اور تباہی کا موجب ہو یا پوشیدہ طور پر ایسے امور ہوں جو موجب سلبِ ایمان ہوں۔ پس ایسے مکالمہ مخاطبہ سے فائدہ کیا ہوا۔

پھر آیاتِ متذکرہ بالا کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذوالقرنین یعنی مسیح موعود اس قوم کو جو یاجوج ماجوج سے ڈرتی ہے کہے گا کہ مجھے تانبا لادو کہ مَیں اس کو پگھلا کر اُس دیوار پر انڈیل دوں گا۔ پھر بعد اس کے یاجوج ماجوج طاقت نہیں رکھیں گے کہ ایسی دیوار پر چڑھ سکیں یا اس میں سوراخ کر سکیں۔ یادرہے کہ لوہا اگرچہ بہت دیر تک آگ میں رہ کر آگ کی صورت اختیار کرلیتا ہے مگر مشکل سے پگھلتا ہے مگر تانبا جلد پگھل جاتا ہے اور سالک کے لئے خدا تعالیٰ کی راہ میں پگھلنا بھی ضروری ہے۔ پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایسے مستعد دل اور نرم طبیعتیں لاؤ کہ جو خدا تعالیٰ کے نشانوں کو دیکھ کر پگھل جائیں کیونکہ سخت دلوں پر خدا تعالیٰ کے نشان کچھ اثر نہیں کرتے لیکن انسان شیطانی حملے سے تب محفوظ ہوتا ہے کہ اوّل استقامت میں لوہے کی طرح ہو اور پھر وہ لوہا خدا تعالیٰ کی محبت کی آگ سے آگ کی صورت پکڑ لے اور پھر دل پگھل کر اس لوہے پر پڑے اور اس کو منتشر اور پراگندہ ہونے سے تھام لے۔ سلوک تمام ہونے کے لئے یہ تین ہی شرطیں ہیں جو شیطانی حملوں سے محفوظ رہنے کیلئے سدِّ سکندری ہیں اور شیطانی رُوح اس دیوار پر چڑھ نہیں سکتی اور نہ اس میں سوراخ کر سکتی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ یہ خدا کی رحمت سے ہوگا اور اس کا ہاتھ یہ سب کچھ کرے گا۔ انسانی منصوبوں کا اس میں دخل نہیں ہوگا۔ اور جب قیامت کے دن نزدیک آجائیں گے تو پھر دوبارہ فتنہ برپا ہو جائے گا یہ خدا کا وعدہ ہے اور پھر فرمایا کہ ذوالقرنین کے زمانہ میں جو مسیح موعود ہے ہر ایک قوم اپنے مذہب کی حمایت میں اُٹھے گی اور جس طرح ایک موج دوسری موج پر پڑتی ہے ایک دوسرے پر حملہ کریں گے اتنے میں آسمان پر قرناء پھونکی جائے گی یعنی آسمان کا خدا مسیح موعود کو مبعوث فرما کر ایک تیسری قوم پیدا کر دے گا اور ان کی مدد کے لئے بڑے بڑے نشان دکھلائے گا یہاں تک کہ تمام سعید لوگوں کو ایک مذہب پر یعنی اسلام پر جمع کر دے گا۔ اور وہ مسیح کی آواز سنیں گے اور اس کی طرف دوڑیں گے تب ایک ہی چوپان اور ایک ہی گلہ ہوگا اور وہ دن بڑے سخت ہوں گے۔ اور خدا ہیبت ناک نشانوں کے ساتھ اپنا چہرہ ظاہر کر دے گا۔ اور جو لوگ کفر پر اصرار کرتے ہیں وہ اسی دنیا میں بباعث طرح طرح کی بلاؤں کے دوزخ کا منہ دیکھ لیں گے۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جن

کی آنکھیں میری کلام سے پردہ میں تھیں اور جن کے کان میرے حکم کو سن نہیں سکتے تھے کیا ان منکروں نے یہ گمان کیا تھا کہ یہ امر سہل ہے کہ عاجز بندوں کو خدا بنا دیا جائے اور میں معطل ہو جاؤں اس لئے ہم ان کی ضیافت کے لئے اِسی دنیا میں جہنم کو نمودار کر دیں گے۔ یعنی بڑے بڑے ہولناک نشان ظاہر ہوں گے اور یہ سب نشان اس کے مسیح موعود کی سچائی پر گواہی دیں گے۔ اُس کریم کے فضل کو دیکھو کہ یہ انعامات اِس مُشتِ خاک پر ہیں جس کو مخالف کافر اور دجّال کہتے ہیں۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 118 تا 126)

(جاری ہے)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت وسوانح پر 79 کے قریب لکھی جانے والی کتب کا تعارف

قسط دوم

(اے۔ ولیم)

اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا

5: سیرت طیبہ

(حضرت مسیح موعودؑ کے خلق عظیم کے تین درخشاں پہلو: محبت الٰہی، عشق رسول ﷺ، شفقت علیٰ خلق اللہ)

مصنفہ: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ　　　کل صفحات: 91

ناشر: نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ ربوہ

تعارف کتاب:

جلسہ سالانہ ربوہ 1959ء جو کہ جنوری 1960ء میں ہوا تھا اس موقعہ پر "ذکر حبیب" کے موضوع پر حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے ایک تقریر فرمائی جسے بعد میں یعنی 11 مارچ 1960ء کو "سیرت طیبہ" کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ اس کے ساتھ ضمیمہ کے طور پر حضرت اماں جانؓ کے اخلاق فاضلہ اور سیرت کے کچھ واقعات شامل کئے گئے ہیں۔

6: در منثور [یعنی چند بکھرے ہوئے موتی]

مصنفہ: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ　　　کل صفحات: 74

تعارف کتاب:

یہ جلسہ سالانہ دسمبر 1960ء کے موقعہ پر "ذکر حبیب" کے عنوان سے ہونے والی تقریر ہے جسے

بعد میں کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔

7:درمکنون

مصنفہ: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کل صفحات:76

تعارف کتاب:

یہ بھی جلسہ سالانہ دسمبر 1961ء کے موقعہ پر "ذکر حبیب" کے عنوان سے ہونے والی تقریر ہے جسے بعد میں کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔

8:آئینہ جمال

مصنفہ: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کل صفحات:75

تعارف کتاب:

یہ جلسہ سالانہ دسمبر 1962ء کے موقعہ پر "ذکر حبیب" کے عنوان سے ہونے والی تقریر ہے جسے بعد میں کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔

9:سیرت طیبہ

مصنفہ: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کل صفحات:325

مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ طابع وناشر: سید عبدالحئی ایم اے

تعارف کتاب:

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے وہ چاروں مقالہ جات جو کہ جلسہ سالانہ ربوہ 1959ء سے 1962ء تک جلسہ کے مواقع پر پڑھے جاتے رہے اور الگ الگ بھی سیرت طیبہ، درمنثور، درمکنون اور آئینۂ جمال کے نام سے شائع ہو چکے تھے، یہ چاروں مقالات ایک جلد میں نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ نے شائع کئے۔

Seerat E Tayyaba byMirza Bashir Ahmad :10

ترجمہ:A.Q.Niaz

کل صفحات:81 تاریخ اشاعت:11مارچ1960ء

سیرت طیبہ جسکی تفصیلات نمبر شمار 9 کے تحت درج ہیں یہ اسی کا انگریزی ترجمہ ہے جو کہ صوفی عبد

القدیر نیاز صاحب ابن حضرت منشی عبد اللہ سنوری صاحبؓ نے کیا ہے۔

11:سلسلہ احمدیہ

مؤلفہ: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحات:442

سنِ اشاعت: دسمبر 1939ء ناشر: نظارت تالیف و تصنیف قادیان

تعارف کتاب:

یہ کتاب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے 1939ء میں خلافت جوبلی کے موقع پر تالیف فرمائی۔ اس کتاب میں اختصار اور وضاحت کے ساتھ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے حالات، احمدیت کی پچاس سالہ تاریخ کے علاوہ جماعت کے مخصوص مذہبی عقائد، غرض و غایت، سلسلہ کا نظام اور اس کے مستقبل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

12:ذکرِ حبیبؑ

مصنفہ: حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کل صفحات:32

ناشر: مہتمم نشرواشاعت صدر انجمن احمدیہ ربوہ

مطبوعہ: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

سوانحی تعارف:

(پیدائش:24مئی 1895ء، وفات:26دسمبر 1961ء)

آپؓ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی مبشر اولاد میں سے ہیں، حضورؑ نے آپ کے متعلق خدا سے جو بشارت پائی اس کا آپؑ نے اپنی کتاب انوار الاسلام میں ذکر کیا کہ خدا نے آپؑ کو مخاطب کر کے فرمایا: اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ یعنی ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔(انوار الاسلام رخ جلد 9 صفحہ 40)

آپؑ نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”ہمیں خدا تعالیٰ نے... بشارت دی تھی کہ تجھے ایک لڑکا دیا جائے گا جیسا کہ ہم اسی رسالہ انوارالاسلام میں اس بشارت کو شائع بھی کر چکے۔ سو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃِ کہ اس الہام کے مطابق 27/ ذی قعد 1312ھ میں مطابق 24 مئی 1895ء میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شریف احمد رکھا گیا۔“
(ضیاء الحق رخ جلد 9 صفحہ 323)

آپ کا نکاح حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہی حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ آف مالیر کوٹلہ کی صاحبزادی محترمہ بو زینب بیگم صاحبہؓ سے ہوا جن سے آپؓ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ آپؓ کی لمبی عمر کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کو جو الہام ہوا وہ یہ تھا کہ عَمَّرَهُ اللهُ عَلٰى خِلَافِ التَّوَقُّعِ۔ (تذکرہ صفحہ 609) یعنی اس کو خدا تعالیٰ امید سے بڑھ کر عمر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی بہت سی پیش خبریوں اور الہامات کے مصداق یہ بابرکت وجود جو خدوخال اور رنگ ڈھنگ میں حضرت مسیح موعودؑ سے مشابہ تھا۔ چھیاسٹھ سال کی عمر میں 26 دسمبر 1961ء کو ہم سے جدا ہو گیا۔

تعارف کتاب:

دراصل یہ جلسہ سالانہ ربوہ پاکستان 1957ء کی تقریر ہے۔ اسی کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسی عنوان سے حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ نے 1956ء کے جلسہ پر بھی تقریر فرمائی تھی۔ اور اس تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت الٰہی، محبت رسول ﷺ اور قرآن مجید کے ساتھ آپؑ کے عشق کے جذبات و واقعات کا ذکر فرمایا تھا۔

13: تحریرات مبارکہ، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی تحریرات، تقاریر، مضامین اور خطوط کا مجموعہ

کل صفحات: 334 ناشر: شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ربوہ پاکستان

پرنٹر: ایس۔ اے۔ ڈوگر ضیاء الاسلام پریس ربوہ

سوانحی تعارف: (پیدائش: 2 مارچ 1897ء، وفات: 23 مئی 1977ء)

آپؓ حضرت مسیح موعودؑ کی مبشر اولاد میں سے تھیں۔ 2 مارچ 1897ء کو قادیان میں پیدا ہوئیں۔ آپؓ کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو الہام ہوا کہ تُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ کہ یہ لڑکی زیورات میں نشوونما پائے گی۔ (تذکرہ ص: 245)

بچپن سے ہی آپؓ کا حافظہ بہت شاندار تھا۔ آپؓ کا نکاح حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ آف مالیر کوٹلہ سے 17 فروری 1908ء کو ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے آپ کا نکاح پڑھایا۔ بعد ازاں 14 مارچ 1909ء کو تقریب رخصتانہ ہوئی۔ 22/23 مئی کی درمیانی شب 1977ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ آپؓ ایک باکمال شاعرہ بھی تھیں آپ کا شعری مجموعہ درّعدن کے نام سے جماعتی لٹریچر میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔

تعارف کتاب:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آغوش میں پرورش پانے والی مبارک ہستی، جس نے گیارہ سال تک اپنی آنکھوں سے خدا کے اس پیارے کو دیکھا، اس کی ایک ایک حرکت وسکون کو اپنے دل کے حافظے میں محفوظ کیا اور پھر تقریباً ستر سال تک حضرت اقدسؑ کی پاکیزہ سیرت کے بارہ میں مختلف مواقع پر آپؓ جماعت کو بتلاتی رہیں۔ ذکر حبیب ہو یا کوئی اور موضوع پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دلکش سیرت کا بیان آپؓ کی زبان مبارک سے اور قلم سے افراد جماعت تک پہنچتا رہا انہیں تحریرات وفرمودات اور تقاریر کا مجموعہ یہ کتاب ہے۔

اس کتاب کے پیش لفظ سے ایک حصہ درج کیا جاتا ہے:

"حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ میر عنایت علی صاحب لدھیانوی رفیق (جن کی بیعت کا نمبر 9 ہے) حضرت اقدس مسیح موعود علیہ والسلام کے تبرکات کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ "جس کے پاس میرے قلمدان کا ایک ٹکڑا بھی ہو گا خدا تعالیٰ اس کے قلم میں برکت دے گا۔" اس پر حضرت سیدہؓ نے عرض کیا "مجھے بھی دیں" حضور نے اپنے دائیں ہاتھ پر موجود لکڑی کے قلمدان کے ٹکڑے اٹھا کر آپ کو دئے جو نہایت سفید تازہ کچے ناریل کے ٹکڑوں جیسے بالکل دودھ کی سی رنگت کے تھے۔ یہ رؤیا بڑی شان سے پوری ہوئی اور حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے قلم کو بھی وہ غیر معمولی برکت بخشی گئی جس پر کیا اپنے اور کیا بیگانے سب معترف ہیں۔"

(کتاب ہذا پیش لفظ ص:i,ii)

14: سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مصنفہ: حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ کل صفحات: 60

ناشر: ابو الفضل محمود قادیان

سوانحی تعارف:

(پیدائش: 1858ء، وفات: 11 اکتوبر 1905ء)

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ 1858ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام کریم بخش تھا جس کو بعد ازاں حضرت اقدسؑ نے تبدیل کر کے عبد الکریم رکھا۔ آپ کے والد محمد سلطان صاحب اور والدہ حشمت بی بی صاحبہ تھیں۔ ابتدائی تعلیم آپؓ نے امریکن مشن ہائی سکول سے حاصل کی بعد ازاں

پرائیویٹ طور پر عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ آپؓ نے امریکن مشن سکول میں کچھ عرصہ فارسی بھی پڑھائی۔ آغاز میں شعر و سخن کا بھی شوق رہا۔ صافی تخلص تھا۔

حضرت مولوی صاحب کی پہلی شادی 1884ء، 1885ء میں سیالکوٹ میں حضرت زینب بی بی صاحبہ سے ہوئی اور دوسری شادی حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کی حضرت عائشہ بیگم صاحبہ سے کروائی ان دونوں ازواج سے آپؓ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ 23 مارچ 1889ء کے 3، 2 روز بعد بیعت کی۔ مسجد مبارک قادیان میں امامت کے فرائض سرانجام دیئے، جلسہ مذاہب عالم میں حضرت مسیح موعودؑ کا مضمون پڑھ کر سنانے کی سعادت آپ کو نصیب ہوئی۔ خطبہ الہامیہ کے کاتب بھی تھے، لیکچر لاہور بھی آپؓ نے پڑھ کر سنایا، 1905ء میں آپؓ شدید بیمار ہوگئے اور خدائی تقدیر غالب آئی اور 11 اکتوبر 1905ء بدھ کے روز وفات پائی۔ ابتداءً ایک صندوق میں امانتاً تدفین کی گئی اور بہشتی مقبرہ کے قیام کے بعد سب سے پہلے آپؓ کو وہاں منتقل کیا گیا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے آپؓ کا جنازہ دوبارہ پڑھ کر دفن کیا۔ آپؓ بہت سارے خدائی الہامات کے مصداق تھے۔ آپؓ کی وفات پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

"وہ ہماری محبت میں ایسے محو ہو گئے تھے کہ اگر ہم دن کو کہتے کہ ستارے ہیں اور رات کو کہتے کہ سورج ہے تو وہ کبھی مخالفت کرنے والے نہ تھے۔ ان کو ہمارے ساتھ ایک پورا اتحاد اور پوری موافقت حاصل تھی۔ کسی امر میں ہمارے ساتھ خلاف رائے کرنا وہ کفر سمجھتے تھے...... ان کے متعلق ایک خاص الہام بھی تھا۔ "مسلمانوں کا لیڈر" غرض میں جانتا ہوں کہ ان کا خاتمہ قابل رشک ہوا کیونکہ ان کے ساتھ دنیا کی ملونی نہ تھی۔" (بدر 12 جنوری 1906ء نمبر 2 جلد 2 صفحہ 3، تاریخ احمدیت جلد 2 ص 401)

آپ کی تصانیف: اثبات حقیقۃ المثیل المسیح، اشتہار ضروری، اعجاز المسیح اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی، تائید حق، خطبات کریمہ، خلافت راشدہ، دعوۃ الندوہ، سلسلہ ملفوظات کریمیہ، سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام، ضمیمہ واقعات صحیحہ، الفرقان، لیکچر اثبات خلافت شیخین، لیکچر گناہ۔

تعارف کتاب:

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت و سوانح پر یہ اولین کتاب کہلائے جانے کی مستحق ہے۔ انداز تحریر انتہائی سادہ لیکن دل موہ لینے والا ہے اور بیان کرنے کا طریق ایسا عاشقانہ اور والہانہ ہے کہ گویا نقشہ کھینچ کر سامنے رکھ دیتے ہیں۔ لفظ لفظ سے عقیدت و محبت شہد کی طرح دل و دماغ کی سرزمین پر ٹپکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اور مشام جان تک معطر کر دینے والا بیان۔ سیرت کی یہ کتاب اس اعتبار سے منفرد اور امتیازی حیثیت

کی حامل ہے کہ مؤلف نے سارے واقعات خود مشاہدہ کئے اور اپنی اور حضور علیہ السلام کی زندگی میں یہ واقعات بیان کر دئے، شائع بھی کر دئے۔ اور ایک اور بات بھی ذہن میں رکھنے والی ہے کہ یہ مؤلف ہر چند کہ عقیدت ومحبت کی روشنائی سے یہ واقعات بیان کر رہے تھے لیکن یہ عقیدت اور محبت لَمۡ یَخِرُّوۡا عَلَیۡہَا صُمًّا وَّ عُمۡیَانًا (الفرقان:74) کی اندھی عقیدت میں گم ہو کر نہیں بلکہ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیۡ (یوسف:109) کی روشنی اور نور کے ایسے ماحول میں بیٹھ کر یہ تحریر لکھی گئی ہے کہ آج ایک سو گیارہ سال ہونے کو آئے کہ ان کا نور مدھم ہوا، نہ ماند، بلکہ اس کی چمک دمک چودھویں کے چاند کی طرح ابھی تک منور، روشن اور آنکھوں کو ٹھنڈک اور دلوں کو سرور و فرحت بخش رہی ہے۔ اور یہ تحریر پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہم اپنی آنکھوں سے اس چاند چہرے کو دیکھ رہے ہیں اور ان ستاروں کو جس کے جھرمٹ میں یہ چاند رہا کرتا تھا۔ جس دوربین نگاہ اور نکتہ چین نظر نے یہ واقعات دیکھے اور قلمبند کئے وہ اس گہرے مشاہدہ کا خود ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"جو کچھ میں نے لکھا ہے اپنے سچے وجدان اور ایمان اور واقعی تجربوں کا نچوڑ لکھا ہے۔ مجھے کامل یقین ہے کہ نہ میں نے خود دھوکہ کھایا ہے اور نہ دوسروں کو دھوکا دینا چاہا ہے... خداتعالیٰ کے خاص فضل نے مجھے کئی سال سے یہ موقع دے رکھا ہے کہ حضرت کے قرب وجوار کا نسبتاً مجھے بہت زیادہ فخر حاصل ہے اور علاوہ براں خداوند حکیم نے مجھے دل بھی ایسا تیز حس اور نکتہ رس عنایت کیا ہے کہ میں کسی دیدہ و شنیدہ واقعہ کو جزوی ہو یا کلی بے التفاتی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ میرا جودت زا دل ہر امر میں ڈوب جاتا اور اس کی تہ سے کام کی بات نکال لاتا ہے اور یہ بھی خاص فضل مجھ پر ہے کہ زندگی کی کثرت اور وحدت کی گھڑیوں میں نہ تو میں ہی کبھی اپنے دل کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہوں اور نہ میرے دل نے اپنی اصلی صورت اور حقیقی حقیقت کے خلاف کسی اور روپ میں کبھی میرے سامنے جلوہ افروزی کی ہے۔"

(کتاب ہذا: دیباچہ صفحہ الف، وص10)

یہ کتاب دراصل اول اول چند مضامین کا سلسلہ ہے جو حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ کی طرف سے اخبار الحکم میں شائع ہونا شروع ہوا تھا۔ جو مکتوب کی صورت میں اخبار الحکم میں شائع ہوا۔ کتاب کے صفحہ 1 تا 27 سطر نمبر 6 "اور پیر بنا اس شخص کو" تک الحکم نمبر 2 جلد 4 صفحہ 1 تا 11 بمطابق 17 جنوری 1900ء میں شائع ہوا اور دوسرا حصہ جو صفحہ نمبر 27 سے آخر کتاب تک ہے وہ الحکم شمارہ نمبر 3 جلد 4، 24 جنوری 1900ء کے صفحات 1 تا 11 پر شائع ہوا ہے۔ یہ مکتوب 6 جنوری 1900ء کو آپؓ نے تحریر فرمایا لیکن اسی کے اندر 8 جنوری 1900ء کا ایک واقعہ بھی درج ہے۔ اس کتاب کے صفحہ 56 پر جدی شرکاء کی طرف سے جو دیوار کھینچی

گئی اس کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف خود وہاں تحریر فرماتے ہیں کہ: ”یہ واقعہ 8 جنوری 1900ء کا ہے۔“ اور اسی طرح 10 جنوری کا بھی ایک واقعہ ص 47 حاشیہ پر درج ہے۔ اور ظاہر ہے کہ چونکہ مسلسل تحریر 6 جنوری کی تھی اور بعد میں دو ایک واقعات بھی سامنے آئے تو وہ بھی شامل مضمون کر لئے گئے اور الحکم میں تو 17 اور 24 جنوری 1900ء میں دو اقساط میں یہ مضمون شائع ہوا تھا۔

الغرض سیرت مطہرہ کا ایک خوبصورت مرقع اس کتاب کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ جیسا کہ خاکسار نے عرض کیا کہ یہ سیرت کی ایسی کتاب ہے کہ چشمدید راوی نے حضرت اقدسؑ کی زندگی میں ہی اس سیرت کو شائع کیا اور اس کتاب کی اشاعت نے یہ مسئلہ بھی واضح کر دیا کہ ایک عام خیال جو پایا جاتا ہے، یا یوں کہنا چاہیے کہ عوام الناس کا جو یہ خیال ہے کہ کسی کی سیرت اس کے فوت ہونے کے بعد ہی لکھی جاتی ہے وہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ کسی کی زندگی میں بھی سیرت لکھی جا سکتی ہے۔ اور خاص طور پر ایسے وجودوں کی سیرت اور سوانح جو لوگوں کے لئے اسوہ ہوں، قابل تقلید ہوں، ایسے لوگوں کی سیرت لکھی جا سکتی ہے کہ وہ امام ہوتے ہیں ان کے نقش قدم پر لوگوں نے چلنا ہوتا ہے۔

قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اس کتاب کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: [انڈر لائن اور بولڈ خاکسار مضمون نگار کی طرف سے ہے۔ ایڈیٹر]

”مولوی صاحب مرحوم اکابر صحابہ میں سے تھے اور حضرت مولوی صاحب یعنی خلیفہ اول کے بعد جماعت میں انہی کا مرتبہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ تصنیف نہایت مختصر ہے لیکن چونکہ مولوی صاحب مرحوم کی طبیعت نہایت ذکی اور نکتہ سنج واقع ہوئی تھی اس لئے بعض چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا اور اچھے اچھے استدلال کئے ہیں عموماً خانگی اخلاق پر روشنی ڈالی ہے۔ اور ہر بات کی بنا اپنے ذاتی مشاہدہ پر رکھی ہے اور چونکہ مولوی صاحب مرحوم حضرت مسیح موعودؑ کے مکان کے ایک حصہ میں ہی رہتے تھے اس لئے ان کو حضرت صاحب کے اخلاق و عادات کے مطالعہ کا بہت اچھا موقعہ میسر تھا۔ اس پر خدا نے تقریر و تحریر کی طاقت بھی خاص عطا کی تھی۔ یہ رسالہ نہایت دلچسپ اور قابل دید ہے۔ **روایات چونکہ سب حضرت مولوی صاحب مرحوم کی ذاتی ہیں اس لئے شک و شبہ کی گنجائش سے بالا ہیں۔** ہاں مولوی صاحب کے قلم کے زور نے ان کو بعض جگہ الفاظ کی پابندی سے آزاد کر دیا ہے یعنی معلوم ہوتا ہے کہ کہیں کہیں مفہوم لیکر واقعات کو اپنے طرز کلام میں بیان کر دیا ہے۔ تاریخ تصنیف جنوری 1900ء ہے۔ حضرت مولوی صاحب موصوف کی وفات 1905ء میں ہوئی تھی کیا خوب ہوتا اگر مولوی صاحب اس رسالہ کو زیادہ مکمل و مبسوط

کر جاتے۔ **یہ رسالہ سوانح کے حصہ سے بالکل خالی ہے** یعنی سیرت و خلق ذاتی پر روشنی ڈالنے کیلئے صرف جَستہ جَستہ واقعات لے لئے ہیں مگر ہر لفظ عشق و محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔ ناظرین اس مختصر رسالہ کا ضرور مطالعہ کریں۔" (سیرت المہدی جلد اول حصہ اول، روایت نمبر 181)

15: حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام مؤلف براہین احمدیہ کے مختصر حالات

مرتبہ: حضرت معراج الدین عمر صاحب احمدیؓ

کل صفحات: 52 (سائز 10x8)

سوانحی تعارف:

(پیدائش: 1875ء، وفات: 28 جولائی 1940ء)

لاہور کے پرانے باشندوں میں سے یہ ایک بڑا خاندان ہے جس نے سب سے پہلے احمدیت قبول کی۔ لاہور کے ایک مشہور رئیس، ٹھیکیدار محمد سلطان، جنہوں نے لاہور ریلوے سٹیشن، ضلع کچہری اور سرائے سلطان تعمیر کی وہ حضرت میاں معراج الدین صاحبؓ کے دادا میاں الٰہی بخش کے بھائی تھے۔ حضرت میاں معراج الدین صاحبؓ کا نام 313 اصحاب کی فہرست مندرجہ انجام آتھم میں 74 نمبر پر ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنی کتب تحفہ قیصریہ، کتاب البریہ اور آریہ دھرم اور حقیقۃ الوحی میں پرامن جماعت کے ممبران اور نشانات کے گواہ کے طور پر ان کا ذکر فرمایا۔

آپؓ ایک قابل انشا پرداز تھے۔ براہین احمدیہ ہر چہار حصص کی اشاعت کی اور اس میں ایک دیباچہ لکھا جس میں حضورؑ کے سوانح اور سیرت و عقائد کا بیان کیا، بعض کتابوں کے تراجم بھی شائع کروائے، اخبار البدر کے مالک رہے۔

آپ کی تصنیفات: تقویم (جنتری)، جو کہ تقویم عمری کے نام سے معروف ہے، صداقت مریمیہ، THE CRUCIFICTION BY AN EYE WITNESS کا ترجمہ واقعات صلیب کی چشم دید شہادت

تعارف کتاب:

حضرت معراج الدین صاحب عمرؓ نے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت لے کر براہین احمدیہ کو دوبارہ کتابت کروانے کے بعد اپنے پریس مطبع بدر لاہور سے شائع کیا۔ اور اس کے پہلے حصہ کے ساتھ آپؑ کی سیرت و سوانح پر مشتمل ایک ضمیمہ بعنوان "حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام مؤلف براہین احمدیہ کے مختصر حالات" بھی لگا دیا۔ باون بڑے سائز 10x8 کے صفحات پر یہ وہ سیرت و سوانح عمری ہے

کہ جو حضرت اقدس علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں شائع ہوئی۔ اس سوانح کے آخری صفحہ پر معراج الدین عمر صاحبؓ کے اردو اور انگریزی میں دستخط ہیں اور تاریخ اور پتہ یوں لکھا ہوا ہے:

"راقم خاکسار معراج الدین عمر احمدی معراج منزل نولکھا (لاہور) 12 اپریل 1906ء"

اس مختصر تعارف میں حضورؑ کے خاندان کا تعارف، آپؑ کی پیدائش اور تعلیم اور بچپن و پاکیزہ جوانی کے حالات، سیالکوٹ میں قیام کا تذکرہ، بعثت، مخالفت، زمانے کے حالات، آپؑ کی صداقت کے دلائل، بیعت اور تعلیم اور سیرت طیبہ وغیرہ کا جامع بیان ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ معراج الدین صاحبؓ کی اسی تصنیف کے متعلق فرماتے ہیں:

"میاں صاحب موصوف پرانے احمدی ہیں۔ ہجرت نہیں کی لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت کافی اٹھائی ہے اور ذہین اور منشی آدمی ہیں۔ یہ مضمون براہین احمدیہ کے ایک ایڈیشن کے ساتھ شامل ہو کر شائع ہوا ہے۔ اور آپ کے خاندانی حالات سوانح و سیرت پر مشتمل ہے جو عمدگی کے ساتھ مرتب کئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ واقعات میں کوئی مستقل تحقیق نہیں کی گئی۔ بلکہ عموماً معروف واقعات کو لے لیا ہے۔ تاریخ تصنیف 1906ء ہے۔" (سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 181)

16: تذکرۃ المہدی حصّہ اول

مصنفہ: حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ کل صفحات: 370

تاریخ اشاعت: جون 1915ء ناشر: قاسم علی صاحب

مطبع: الحق پریس دہلی (صرف ٹائٹل ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا)

سوانحی تعارف:

حضرت پیر محمد سراج الحق صاحب نعمانیؓ ابن شاہ حبیب الرحمٰن صاحب کی تاریخ پیدائش اندازاً 1855ء ہے۔ والد صاحب نے آپ کا نام نصیر الدین رکھا تھا لیکن بعد میں بدل کر سراج الحق رکھ دیا۔ آپ کی بیعت کے بارے میں تاریخ احمدیت میں لکھا ہے کہ "پیر سراج الحق نعمانی... اس دن لدھیانہ میں موجود تھے مگر پہلی بیعت میں شامل نہ ہو سکے۔ پیر سراج الحق نعمانی صاحب کا منشاء قادیان کی مسجد مبارک میں بیعت کرنے کا تھا جسے حضرت اقدسؑ نے منظور فرمالیا اور 23 دسمبر 1889ء کو بیعت لی۔" آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی کثرت سے صحبت نصیب ہوئی۔ حضرت اقدسؑ پیر صاحب کو اکثر "صاحبزادہ صاحب" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

حضرت پیر صاحبؓ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ بیس سال تک وہ قادیان میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی صحبت میں رہے بلکہ الدار میں آپؑ کی ہمسائیگی میں بھی قیام کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت اقدسؑ کے پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر بھی خدمات کی توفیق پائی، دوستوں کے خطوں کے جواب بھی تیار کرتے رہے۔ حضرت اقدسؑ نے انہیں فرمایا تھا۔

''ہمارے پاس مختلف مضمون کے خط آتے ہیں بعض دعا کے لئے آتے ہیں۔ سو اس میں ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ جس وقت کسی کا خط دعا کے لئے آتا ہے تو ہم اسی وقت دعا کر دیتے ہیں۔ اور جب وہ یاد آتا ہے تب بھی دعا کیا کرتے ہیں۔ سو ایسے خطوط کا جواب یہ لکھ دیا کرو کہ ہم نے دعا کی ہے اور کرتے رہیں گے۔ اور چاہیے کہ دعا کے لئے یاد دلاتے رہو۔ اور بعض خطوط مسائل دریافت کرنے کے بارہ میں ہوتے ہیں۔ پس جو مسئلہ ایک دفعہ تم کو کسی کے دریافت کرنے پر بتلایا جاوے تو ہمیشہ بے پوچھے لکھ دیا کرو۔ اور جو نیا مسئلہ ہو وہ دریافت کر لیا کرو......'' (کتاب ہذا ص 11-10)

احمدی احباب خاص طور پر جانتے ہیں کہ قادیان کے نام کے ساتھ دارالامان بھی لکھا جاتا ہے۔ یعنی قادیان دارالامان۔ تذکرۃ المہدی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ سب سے پہلے حضرت پیر صاحبؓ نے ہی استعمال فرمایا تھا۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

''دارالامان لکھنے کی یہ ضرورت پیش آئی کہ فتح گڑھ جو بٹالہ کے قریب ایک قصبہ ہے وہاں ایک قاضی صاحب رہتے ہیں انہوں نے حضرت اقدس علیہ السلام کو سخت الفاظ میں گستاخانہ ایک کارڈ لکھا۔ چونکہ ان دنوں میں ہی جواب لکھا کرتا تھا وہ کارڈ بھی مجھے جواب دینے کے لئے دیا اور فرمایا اس کا جواب نرم الفاظ میں لکھو۔ جب میں نے جواب لکھ لیا تو کاتب کے نام کے ساتھ یہ پتہ لکھا تھا کہ از مقام فتح گڑھ دارالامان۔ مجھے اس پر خیال ہوا کہ فتح گڑھ کا قافیہ بھی نہیں ملتا اور فتح گڑھ کو دارامان ہونے کا فخر کہاں سے، دارالامان تو قادیان کو ہونا چاہیے اور ہے بھی۔ میں نے لکھا: راقم خادمِ مسیح موعود حسب الحکم حضرت مسیح موعود علیہ السلام از قادیان دارالامان۔ پھر میرے دل میں آیا کہ اپنی طرف سے لکھنا ٹھیک نہیں۔ میں حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا کیسے آئے۔ اس وقت اکیلے تشریف رکھتے تھے اور صرف ٹہلتے تھے۔ میں نے یہ سارا حال بیان کیا اور عرض کیا کہ حضور دارالامان قادیان لکھنا چاہئے یا نہیں۔ فرمایا ضرور لکھ دو یہ خدا کی طرف سے دارالامان ہے اب ضرور ہر خط پر لکھ دیا کرو۔''

(کتاب ہذا ص:1 حاشیہ)

3 جنوری 1935ء کو وفات ہوئی اور 4 جنوری کو بعد نمازِ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپؓ کے ارشاد پر بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کیا گیا۔

پیر صاحبؓ کی کچھ دیگر تصنیفات: آپ نے مختلف عناوین پر کم و بیش 9 کتب تحریر فرمائیں۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے فیصلہ کا طریق، رسالہ سراج الحق، کشف صحیح بتصدیق مثیل مسیح، علم القرآن، مخمس، نوران القرآن۔

تعارف کتاب:

1913ء میں اخبار ''الحق'' میں ہفتہ وار سفر نامہ پیر سراج الحق نعمانی شائع ہوتا رہا بعد میں اسی سفر نامہ کو کتابی صورت میں شائع کیا گیا اور اس کا نام ''تذکرۃ المہدی'' رکھا گیا۔ یہ دو حصوں میں شائع ہوا۔ پہلا حصہ تو دراصل پہلے سے ہی شائع ہوتا رہا تھا۔ دوسرا حصہ باقاعدہ اس کے لئے لکھا گیا۔

17: تذکرۃ المہدی حصہ دوم

مصنفہ: حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق نعمانیؓ

کل صفحات: 46 تاریخ اشاعت: 25 دسمبر 1921ء

مطبع: ضیاء الاسلام پریس قادیان

تعارف کتاب:

اس جلد میں بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و سوانح کا بیان ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت پیر صاحبؓ اس موضوع پر بہت تفصیل سے لکھنا چاہتے تھے اور کئی صد صفحات پر مشتمل مسودہ تیار بھی تھا۔ پانچ حصوں تک کا مسودہ اور نوٹس موجود تھے لیکن اس زمانے کے حالات اور سرمائے کی کمی ایسے اسباب کی وجہ سے اشاعت نہ ہو سکی اور نہ جانے وہ مسودہ اور نوٹس کہاں گئے۔ کتاب کے شروع میں ''عرض حال'' کے تحت مصنف حضرت پیر صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

''تذکرۃ المہدی حصہ اوّل جس کی ضخامت 375 صفحہ کی اسی تقطیع پر ہے ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا۔ چونکہ دوسرے حصہ کا ارادہ اسی قدر صفحوں پر تھا۔ کاغذ وغیرہ کی گرانی سے میں چھپوا نہ سکا اور میرے پاس اس قدر سرمایہ بھی نہ تھا... سوچ سوچ کر یہ طریق اختیار کیا کہ دوسرے حصہ کے کئی کئی حصے کر کے شائع کر دوں ورنہ دوسرا 375 صفحہ کا ہے اس حساب سے یہ رسالہ 48 صفحہ کا دوسرے حصہ کا ساتواں حصہ ہے...

مسودہ اور نوٹ تو میرے پاس پانچ حصہ تک کے موجود ہیں۔“(تذکرۃ المہدی حصہ دوم، عرض حال)

لیکن افسوس کہ اس سے زیادہ تذکرۃ المہدی کا کوئی حصہ شائع نہ ہو سکا۔ اور سیرت وسوانح اور روایات کا ایک قیمتی خزانہ منظر عام پر نہ آسکا۔ ابھی کچھ ہی عرصہ ہوا ہوگا کہ یہ دونوں حصے ایک ہی جلد میں دوبارہ شائع ہوئے ہیں۔ کمپیوٹر ٹائپ سیٹ کی اس نئے ایڈیشن کے کل صفحات 315 ہیں۔ اس نئے ایڈیشن میں ایک دو جگہ پر کچھ عبارتوں میں تبدیلی ہے جو شاید ضروری تھی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ان کی اس تصنیف کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”تذکرۃ المہدی۔ مصنفہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی جو بہت پرانے احمدی ہیں۔ غالباً 1881-1882ء سے اُن کی قادیان میں آمدورفت شروع ہوئی تھی۔ حضرت صاحب کی صحبت بھی بہت اُٹھائی ہے۔ بلکہ کئی سال قادیان آکر خدمت میں رہے ہیں۔ لکھنے اور بات کرنے کا پیرایہ پرانے انداز کا ہے مگر اپنے اندر کشش رکھتا ہے۔ اُن کی تصنیف تذکرۃ المہدی بہت دلچسپ ہے۔ مسلسل سوانح نہیں بلکہ جَستہ جَستہ واقعات ہیں مگر خوب تفصیل اور بسط کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں اور سب چشم دید باتیں لکھی ہیں۔ گویا اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے۔ عموماً سفروں میں حضرت کے ہمرکاب رہے ہیں۔ اُن کی کتاب اپنے رنگ میں بہت دلچسپ اور قابل دید ہے۔“(سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 181)

(جاری ہے۔۔۔)

اسلام کا پیش کردہ تصورِ خدا

بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں

"واحد لاشریک"

(ابن جرار)

"ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دِلوں میں بٹھا دوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔" (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 2)

اسلام میں خدا تعالیٰ کا تصور نہایت پاکیزہ، کامل اور فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے۔ قرآنِ کریم نے جس خدا کو پیش کیا ہے وہ واحد، لاشریک، بے نیاز اور ہر قسم کے نقص سے منزہ ہے۔ یہی وہ عظیم الشان تصور ہے جو انسان کو شرک کی ہر آلودگی سے پاک کر کے خالص توحید کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ موجودہ دور میں جبکہ مختلف فکری و مذہبی الجھنیں انسان کو خدا کی حقیقی معرفت سے دور کر رہی ہیں، ایسے میں حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کے پیش کردہ تصورِ خدا کو نہایت دلنشین، عقلی اور روحانی دلائل کے ساتھ واضح فرمایا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (سورۃ لقمٰن:14) شرک کو سب سے بڑا ظلم قرار دیا۔

مزید فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ (سورۃ النساء:49)

حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات میں خدا تعالیٰ کی صفتِ واحد و لاشریک کا بیان ہمیں جابجا نظر آتا ہے کیونکہ آپ کی بعثت کا اصل مقصد ہی توحید کو دنیا میں قائم کرنا تھا۔ آپؑ نے نہ صرف قرآنِ کریم کی روشنی میں اس حقیقت کو اجاگر کیا بلکہ عقلی استدلال، مشاہداتِ فطرت اور روحانی تجربات کے ذریعے بھی اس امر کو ثابت کیا کہ خدا تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں انہی منتخب

اقتباسات کو جمع کیا گیا ہے لیکن اس سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اس لفظ کے لغوی مطلب کو سمجھ لیں کہ تا کہ آئندہ اس کی تشریح سمجھنے میں آسانی رہے۔

لغوی تحقیق:

شریک مادہ ”ش ر ک“ سے مشتق ہے، جس کے بنیادی معنی کسی چیز میں باہمی شرکت اور حصہ داری کے ہیں۔ شرک: الشِّرْكَةُ والشَّرِكة سواء: مخالطة الشريكين..والشِّرْكُ : أَن يجعل لله شريكاً في رُبوبيته..... الشَّرِيكُ: الَّذِي يُشَارِكُ غَيْرَهُ وَالشِّرْكُ وَالشَّرْكَةُ: الْمُشَارَكَةُ فِي الشَّيْءِ.

(لسان العرب-شرک)

شِرک: شِرْکۃ اور شَرِکۃ دونوں ایک ہی معنی رکھتے ہیں، یعنی دو شریکوں کا آپس میں ملنا جلنا۔ اور شِرک کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ربوبیت میں کسی کو اس کا شریک ٹھہرانا۔... شریک وہ ہے جو کسی دوسرے کے ساتھ کسی چیز میں شریک ہو، اور شرک یا شرکت کا مطلب کسی چیز میں باہم حصہ داری ہے۔

شرک: الشركة والمشاركة خلط الملكين، وقيل هو أن يُوجد شيء لاثنين فَصَاعِدًا عَيْنا كان ذلك الشيء أو معنى۔ (مفردات-شرک)

شِرك: شِرکۃ اور مشارکت کا مطلب دو ملکیتوں (حصوں) کا آپس میں مل جانا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شراکت یہ ہے کہ کوئی چیز دو یا اس سے زیادہ افراد کے لیے موجود ہو، خواہ وہ چیز عینی (مادی) ہو یا معنوی (غیر مادی)۔

شرِك فلانًا / شرِك فلانًا في الأمر: كان لكلٍّ منهما نصيب منه، فكلّ منهما شريك للآخر (المعاني الجامع)

شرِكَ فلانًا / شرِكَ فلانًا في الأمر: (یعنی) اس نے کسی کو کسی معاملے میں شریک کیا دونوں میں سے ہر ایک کا اس میں حصہ تھا، پس ہر ایک دوسرے کا شریک تھا۔

عربی لغات کے مطابق شریک کے معنی کسی چیز میں دو یا زیادہ افراد کا مشترکہ طور پر حصہ دار ہونا ہیں۔ اسی بنیاد پر جب کہا جاتا ہے ”لا شریک“ تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اختیارات میں کوئی بھی اس کا شریک یا حصہ دار نہیں۔

خدائے واحد کی یکتائی اور شرک کی تردید پر مضبوط عقلی و نقلی دلائل پیش کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ”پھر بعد ثبوت وجود صانع عالم کے طالب حق کو اس بات کا سمجھانا ضروری تھا کہ وہ صانع ہریک طور کی شرکت سے پاک ہے سو اس کی طرف اشارہ فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ......

الخ (2 تا 5) اس اقل عبارت کو جو بقدر ایک سطر بھی نہیں دیکھنا چاہیئے کہ کس لطافت اور عمدگی سے ہر یک قسم کی شراکت سے وجود حضرت باری کا منزّہ ہونا بیان فرمایا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ شرکت ازروئے حصر عقلی چار قسم پر ہے کبھی شرکت عدد میں ہوتی ہے اور کبھی مرتبہ میں اور کبھی نسب میں اور کبھی فعل اور تاثیر میں۔ سو اس سورۃ میں ان چاروں قسموں کی شرکت سے خدا کا پاک ہونا بیان فرمایا اور کھول کر بتلادیا کہ وہ اپنے عدد میں ایک ہے دو یا تین نہیں اور وہ صمد ہے یعنی اپنے مرتبہ وجوب اور محتاج الیہ ہونے میں منفرد اور یگانہ ہے اور بجز اس کے تمام چیزیں ممکن الوجود اور ہالک الذّات ہیں جو اس کی طرف ہر دم محتاج ہیں اور وہ لَمْ یَلِدْ ہے یعنی اس کا کوئی بیٹا نہیں تا بوجہ بیٹا ہونے کے اس کا شریک ٹھہر جائے اور وہ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے یعنی اس کا کوئی باپ نہیں تا بوجہ باپ ہونے کے اس کا شریک بن جائے اور وہ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ہے یعنی اس کے کاموں میں کوئی اس سے برابری کرنے والا نہیں تا باعتبار فعل کے اس کا شریک قرار پاوے۔ سو اس طور سے ظاہر فرما دیا کہ خدائے تعالیٰ چاروں قسم کی شرکت سے پاک اور منزہ ہے اور وحدہ لاشریک ہے۔ پھر بعد اس کے اس کے وحدہ لاشریک ہونے پر ایک عقلی دلیل بیان فرمائی اور کہا لَوْ کَانَ فِیْہِمَآ اٰلِـہَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا۔ (الانبیاء:23) وَّمَا کَانَ مَعَہٗ مِنْ اِلٰہٍ الخ (المومنون:92) یعنی اگر زمین و آسمان میں بجز اُس ایک ذات جامع صفات کاملہ کے کوئی اور بھی خدا ہوتا تو وہ دونوں بگڑ جاتے۔ کیونکہ ضرور تھا کہ کبھی وہ جماعت خدائیوں کی ایک دوسرے کے برخلاف کام کرتے۔ پس اسی پھوٹ اور اختلاف سے عالم میں فساد راہ پاتا اور نیز اگر الگ الگ خالق ہوتے تو ہر واحد ان میں سے اپنی ہی مخلوق کی بھلائی چاہتا اور ان کے آرام کے لئے دوسروں کا برباد کرنا روا رکھتا پس یہ بھی موجب فساد عالم ٹھہرتا یہاں تک تو دلیل لِمّی سے خدا کا واحد لاشریک ہونا ثابت کیا۔ پھر بعد اس کے خدا کے وحدہ لاشریک ہونے پر دلیل اِنّی بیان فرمائی اور کہا۔ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ فَلَا یَمْلِکُوْنَ کَشْفَ الضُّرِّ عَنْکُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا الخ (بنی اسرائیل:57) یعنی مشرکین اور منکرین وجود حضرت باری کو کہہ کہ اگر خدا کے کارخانہ میں کوئی اور لوگ بھی شریک ہیں یا اسباب موجودہ ہی کافی ہیں تو اس وقت کہ تم اسلام کے دلائل حقیت اور اس کی شوکت اور قوت کے مقابلہ پر مقہور ہو رہے ہو ان اپنے شرکاء کو مدد کے لئے بلاؤ اور یاد رکھو کہ وہ ہرگز تمہاری مشکل کشائی نہ کریں گے اور نہ بلا کو تمہارے سر پر سے ٹال سکیں گے اے رسول ان مشرکین کو کہہ کہ تم اپنے شرکاء کو جن کی پرستش کرتے ہو میرے مقابلہ پر بلاؤ اور جو تدبیر میرے مغلوب کرنے کے لئے کر سکتے ہو وہ سب تدبیریں کرو اور مجھے ذرہ مہلت مت دو اور یہ بات سمجھ رکھو کہ میرا حامی اور ناصر اور کارساز وہ خدا ہے جس نے قرآن کو نازل کیا ہے اور وہ اپنے سچے اور صالح رسولوں کی آپ کارسازی کرتا ہے مگر جن چیزوں کو تم لوگ اپنی مدد کے لئے پکارتے ہو۔ وہ ممکن نہیں ہے جو تمہاری مدد کر سکیں اور نہ کچھ اپنی مدد کر سکتے

ہیں پھر بعد اس کے خدا کا ہر یک نقصان اور عیب سے پاک ہونا قانون قدرت کے رو سے ثابت کیا اور فرمایا تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ الخ (بنی اسرائیل:45) یعنی ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے خدا کی تقدیس کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں جو اس کی تقدیس نہیں کرتی پر تم ان کی تقدیسوں کو سمجھتے نہیں یعنی زمین آسمان پر نظر غور کرنے سے خدا کا کامل اور مقدس ہونا اور بیٹوں اور شریکوں سے پاک ہونا ثابت ہو رہا ہے مگر ان کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں۔ پھر بعد اس کے جزئی طور پر مخلوق پرستوں کو ملزم کیا اور ان کا خطا پر ہونا ظاہر فرمایا اور قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ الخ (یونس:69) یعنی بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا بیٹا رکھتا ہے حالانکہ بیٹے کا محتاج ہونا ایک نقصان ہے اور خدا ہر ایک نقصان سے پاک ہے وہ تو غنی اور بے نیاز ہے جس کو کسی کی حاجت نہیں جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب اسی کا ہے کیا تم خدا پر ایسا بہتان لگاتے ہو جس کی تائید میں تمہارے پاس کسی نوع کا علم نہیں۔ خدا کیوں بیٹوں کا محتاج ہونے لگا۔ وہ کامل ہے اور فرائض الوہیّت کے ادا کرنے کے لئے وہ ہی اکیلا کافی ہے کسی اور منصوبہ کی حاجت نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا بیٹیاں رکھتا ہے حالانکہ وہ ان سب نقصانوں سے پاک ہے کیا تمہارے لئے بیٹے اور اس کے لئے بیٹیاں یہ تو ٹھیک تقسیم نہ ہوئی۔ اے لوگو! تم اس خدائے واحد لاشریک کی پرستش کرو جس نے تم کو اور تمہارے باپ دادوں کو پیدا کیا چاہئے کہ تم اس قادر توانا سے ڈرو جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا اور آسمان کو تمہارے لئے چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر طرح طرح کے رزق تمہارے لئے پھلوں میں سے پیدا کئے سو تم دیدہ دانستہ انہیں چیزوں کو خدا کا شریک مت ٹھہراؤ جو تمہارے فائدہ کے لئے بنائی گئی ہیں۔ خدا ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں وہی آسمان میں خدا ہے اور وہی زمین میں خدا۔ وہی اول ہے اور وہی آخر۔ وہی ظاہر ہے وہی باطن......... خدا ہر یک گناہ کو بخش دے گا جس کے لئے چاہے گا پر شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ سو جو شخص خدا کی ملاقات کا طالب ہے اسے لازم ہے کہ ایسا عمل اختیار کرے جس میں کسی نوع کا فساد نہ ہو اور کسی چیز کو خدا کی بندگی میں شریک نہ کرے۔ تو خدا کے ساتھ کسی دوسری چیز کو ہرگز شریک مت ٹھہراؤ خدا کا شریک ٹھہرانا سخت ظلم ہے۔ تو بجز خدا کے کسی اور سے مرادیں مت مانگ سب ہلاک ہو جائیں گے ایک اسی کی ذات باقی رہ جاوے گی۔ اسی کے ہاتھ میں حکم ہے اور وہی تمہارا مرجع ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1، صفحہ 518 تا 521 بقیہ حاشیہ)

آپؑ مزید توحید خالص کی حقیقت، شرک کی تردید اور خدا تعالیٰ کے ساتھ ٹھہرائے جانے والے باطل شریکوں کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سو خدا کو انہیں ناموں سے پکارو جو بلاشرکت غیرے ہیں یعنی نہ مخلوقات ارضی و سماوی کے نام خدا کے لئے وضع کرو۔ اور نہ خدا کے نام مخلوق چیزوں پر اطلاق کرو۔ اور ان لوگوں سے جدا رہو جو کہ خدا کے

ناموں میں شرکت غیر جائز رکھتے ہیں عنقریب وہ اپنے کاموں کا بدلہ پائیں گے۔ تم اے مشرکو بجز خدا کے صرف بے جان بتوں کی پرستش کرتے ہو اور سراسر جھوٹ پر جم رہے ہو۔ سو اس پلیدی سے جو بُت ہیں پرہیز کرو اور دروغ گوئی سے باز آؤ۔ کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں کیا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں کیا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں اور تم سورج اور چاند کو بھی مت سجدہ کرو اور اس خدا کو سجدہ کرو جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ اگر حقیقی طور پر خدا کے پرستار ہو تو اسی خالق کی پرستش کرو نہ مخلوق کی۔ سورج کو یہ طاقت نہیں کہ چاند کی جگہ پہنچ جائے اور نہ رات دن پر سبقت کر سکتی ہے کوئی ستارہ اپنے فلک مقرری سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ زمین آسمان میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو مخلوق اور بندۂ خدا ہونے سے باہر ہو اور اگر کوئی کہے کہ میں بھی بمقابلہ خدائے تعالیٰ ایک خدا ہوں تو ایسے شخص کو ہم واصل جہنم کریں اور ظالموں کو ہم یہی سزا دیا کرتے ہیں۔ سو تم خدا اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور یہ مت کہو کہ تین ہیں باز آجاؤ یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اے لوگو ایک مثال ہے تم غور کرکے سنو جن چیزوں سے تم مرادیں مانگتے ہو وہ چیزیں تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے تو اس سے چھوڑا نہیں سکتیں۔ طالب بھی ضعیف ہیں اور مطلوب بھی ضعیف یعنی مخلوق چیزوں سے مرادیں مانگنے والے ضعیف العقل ہیں اور مخلوق چیزیں جو معبود ٹھہرائی گئیں وہ ضعیف القدرت ہیں۔ مشرک لوگوں نے جیسا چاہیے تھا خدا کو شناخت نہیں کیا وہ ایسا سمجھتے ہیں کہ گویا خدا کا کارخانہ بغیر دوسرے شرکاء کے چل نہیں سکتا حالانکہ خدا اپنی ذات میں صاحب قوّتِ تامہ اور غلبہ کاملہ ہے تمام قوتیں اسی کے لئے خاص ہیں اور مشرک لوگ ایسے نادان ہیں کہ جِنّات کو خدا کا شریک ٹھہرا رکھا ہے اور اس کے لئے بغیر کسی علم اور اطلاع حقیقت حال کے بیٹے اور بیٹیاں تراش رکھی ہیں اور یہود کہتے ہیں کہ عُزیر خدا کا بیٹا ہے اور نصاریٰ مسیح کو خدا کا بیٹا بناتے ہیں یہ سب ان کے مونہہ کی باتیں ہیں جن کی صداقت پر کوئی حُجّت قائم نہیں کر سکتے بلکہ صرف پہلے زمانہ کے مشرکوں کی رِیس کر رہے ہیں ملعونوں نے سچائی کا راستہ کیسا چھوڑ دیا اپنے فقیہوں اور درویشوں اور مریم کے بیٹے کو خدا ٹھہرا لیا ہے حالانکہ حکم یہ تھا کہ فقط خدائے واحد کی پرستش کرو خدا اپنی ذات میں کامل ہے اس کو کچھ حاجت نہیں کہ بیٹا بناوے کون سی کسر اس کی ذات میں رہ گئی تھی جو بیٹے کے وجود سے پوری ہوگئی اور اگر کوئی کسر نہیں تھی تو پھر کیا بیٹا بنانے میں خدا ایک فضول حرکت کرتا جس کی اس کو کچھ ضرورت نہ تھی وہ تو ہر یک عبث کام اور ہر یک حالتِ ناتمام سے پاک ہے جب کسی بات کو کہتا ہے ہو تو ہو جاتی ہے۔ اہل اسلام جو ایمان لائے ہیں جنہوں نے توحید خالص اختیار کی اور یہود جنہوں نے اولیاء اور انبیاء کو اپنا قاضی الحاجات ٹھہرا دیا اور مخلوق چیزوں کو کارخانۂ

خدائی میں شریک مقرر کیا اور صابئین جو ستاروں کی پرستش کرتے ہیں اور نصاریٰ جنہوں نے مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیا ہے اور مجوس جو آگ اور سورج کے پرستار ہیں اور باقی تمام مشرک جو طرح طرح کے شرک میں گرفتار ہیں خدا ان سب میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا خدا ہر یک چیز پر شاہد ہے اور خود مخلوق پرستوں کا باطل پر ہونا کچھ پوشیدہ بات نہیں یہ بات نہایت بدیہی ہے اور ہر یک شخص ذاتی توجہ سے دیکھ سکتا ہے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں اجرام فلکی اور اجسام ارضی و نباتات اور جمادات اور حیوانات اور عناصر اور چاند اور سورج اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور طرح طرح کے جاندار اور انسان ہیں جن کی مشرک لوگ پوجا کرتے ہیں یہ سب چیزیں خدا کو سجدہ کرتی ہیں یعنی اپنی ہستی اور بقا اور وجود میں اس کی محتاج پڑی ہوئی ہیں اور بہ تذلّل تمام اس کی طرف جھکی ہوئی ہیں اور ایک دم اس سے بے نیاز نہیں پس انہیں چیزوں سے جو آپ ہی حاجتمند ہیں حاجتیں مانگنا صریح گمراہی ہے اور بعض انسان جو سرکش ہو جاتے ہیں وہ بھی تذلّل سے خالی نہیں کیونکہ اسی دنیا میں طرح طرح کے آلام اور اسقام اور افکار اور ہموم کا عذاب ان پر نازل ہوتا رہتا ہے اور آخرت کا عذاب بھی ان کے لئے طیار ہے پھر بجز خدا کے کون سی چیز ہے جس کے وجود پر نظر کرنے سے صفت غنی اور بے نیاز ہونے کی اس میں پائی جاتی ہے تا کوئی اس کو اپنا معبود ٹھہراوے اور جبکہ کوئی چیز بجز خدا کے غنی اور بے نیاز نہیں تو تمام مخلوق پرستوں کا باطل پر ہونا ثابت ہے‘‘ (براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1، صفحہ 522 تا 525 بقیہ حاشیہ)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سنتا ہے اور بولتا بھی ہے، اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔ وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اور جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں اور جس کا کوئی ہمتا نہیں جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جس کی کوئی طاقت کم نہیں وہ قریب ہے باوجود دور ہونے کے۔ اور دُور ہے باوجود نزدیک ہونے کے۔‘‘

(رسالہ الوصیت، جلد 20، صفحہ 309،310)

حضرت مسیح موعودؑ لفظ اللہ کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ہمیں اِس بات کی پابندی کرنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اول سے آخر تک اللہ کے لفظ کو انہیں معنوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ وہ رسولوں اور نبیوں اور کتابوں کا بھیجنے والا اور زمین اور آسمان کا

پیدا کرنے والا اور فلاں فلاں صفت سے متصف اور واحد لاشریک ہے۔"
(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22، صفحہ 176)

خالص توحید کیا ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی کوئی صفت معطل نہیں ہوتی وہ قدیم سے مُحْیِی بھی ہے اور مُمِیت بھی ہے اور کوئی صفت اُس کی ایسی نہیں ہے کہ پہلے تھی اور اب نہیں ہے یا اب ہے اور پہلے نہیں تھی۔ غرض ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ کوئی چیز خدا تعالیٰ کی وحدت کے ساتھ مزاحمت نہیں رکھتی محض اُسی کی ذات قائم بنفسہ اور ازلی اور ابدی ہے اور باقی سب چیزیں ھالکۃ الذّات اور باطلۃ الحقیقت ہیں۔ اور یہی خالص توحید ہے جس کے مخالف عقیدہ رکھنا سراسر شرک ہے۔" (چشمہ معرفت جلد23، صفحہ186)

توحیدِ الٰہی کی جامعیت اور دیگر مذاہب کی کتب میں اس کی غیر واضح تصویر پر روشنی ڈالتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

"سچ تو یہ ہے کہ جس قدر سورہ اخلاص کی ایک سطر میں مضمون توحید بھرا ہوا ہے۔ وہ تمام توریت بلکہ ساری بائبل میں نہیں پایا جاتا۔ اور اگر ہے تو کوئی عیسائی ہمارے سامنے پیش کرے۔ پھر جس حالت میں توریت میں بلکہ تمام بائبل میں صحت اور صفائی اور کمالیت سے توحید حضرت باری کا ذکر ہی نہیں۔ اور اسی وجہ سے توریت اور انجیل میں ایک گڑبڑ پڑ گیا اور قطعی طور پر کچھ سمجھ نہ آیا۔"
(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 303،304 حاشیہ)

صفتِ واحد لاشریک کے بیان میں اللہ تعالیٰ کی کامل یکتائی، بے نیازی اور تمام صفاتِ کاملہ کا جامع ہونا نہایت خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"خدا اپنی تمام خوبیوں کے لحاظ سے واحد لاشریک ہے کوئی بھی اس میں نقص نہیں وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام پاک قدرتوں کا اور مبداء ہے تمام مخلوق کا اور سرچشمہ ہے تمام فیضوں کا اور مالک ہے تمام جزا سزا کا اور مرجع ہے تمام امور کا اور نزدیک ہے باوجود دوری کے اور دور ہے باوجود نزدیکی کے وہ سب سے اوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اور بھی ہے اور وہ سب چیزوں سے زیادہ پوشیدہ ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس سے کوئی زیادہ ظاہر ہے وہ زندہ ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اس کے ساتھ زندہ ہے وہ قائم ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اس کے ساتھ قائم ہے اس نے ہر یک چیز کو اٹھا رکھا ہے اور کوئی چیز نہیں جس نے اس کو اٹھا رکھا ہو کوئی چیز نہیں جو اس کے بغیر خود بخود پیدا ہوئی ہے یا اس کے بغیر خود بخود جی سکتی ہے

وہ ہر یک چیز پر محیط ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ کیسا احاطہ ہے وہ آسمان اور زمین کی ہر یک چیز کا نور ہے اور ہر یک نور اسی کے ہاتھ سے چمکا اور اسی کی ذات کا پرتوہ ہے وہ تمام عالموں کا پروردگار ہے کوئی روح نہیں جو اس سے پرورش نہ پاتی ہو اور خود بخود ہو۔ کسی روح کی کوئی قوت نہیں جو اس سے نہ ملی ہو اور خود بخود ہو۔"

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 152، 153)

آپؑ مزید فرماتے ہیں:

"یہ بھی چاہئے کہ ہر ایک قسم کے شرک سے پرہیز ہو۔ نہ سورج نہ چاند نہ آسمان کے ستارے نہ ہوا نہ آگ نہ پانی نہ کوئی اور زمین کی چیز معبود ٹھہرائی جائے اور نہ دنیا کے اسباب کو ایسی عزت دی جائے اور ایسا اُن پر بھروسہ کیا جائے کہ گویا وہ خدا کے شریک ہیں اور نہ اپنی ہمت اور کوشش کو کچھ چیز سمجھا جائے کہ یہ بھی شرک کے قسموں میں سے ایک قسم ہے بلکہ سب کچھ کر کے یہ سمجھا جائے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ اور نہ اپنے علم پر کوئی غرور کیا جائے اور نہ اپنے عمل پر کوئی ناز۔ بلکہ اپنے تئیں فی الحقیقت جاہل سمجھیں اور کاہل سمجھیں اور خدا تعالیٰ کے آستانہ پر ہر ایک وقت رُوح گری رہے۔"(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 154)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری زندگی خدا تعالیٰ کی توحید کا نہ صرف پرچار کرتے گزری بلکہ عملی طور پر بھی آپ کا ہر کام صرف خدا کے لئے اور صرف اسی کے بھروسے پر ہوتا تھا۔ "اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ" کا الہام آپ کی زندگی کے ہر لمحہ پر پورا اترتا نظر آتا ہے۔ قادیان کی گمنام بستی سے لے کر دنیا کے کناروں تک شہرت پانے کا ذکر ہو، دستر خوان کے بچے ہوئے ٹکڑوں کے کھانے سے لے کر لاکھوں خاندانوں کے لئے لنگر جاری کرنے کا سفر ہو، یا ایک قطرے سے دریا بن جانے کا سفر ہو ہر جگہ صرف اور صرف خدا تعالیٰ کا جلوہ ہی نظر آتا ہے۔ آپ کا ہر بھروسہ صرف خدا تعالیٰ پر ہوتا تھا جیسے "مقدمہ ڈاکخانہ بھی" خدا تعالیٰ کی صفت واحد ولاشریک پر عملی ایمان کا نہایت روشن نمونہ ہے۔ اس واقعہ میں جب آپؑ کو مشورہ دیا گیا کہ قانونی فائدہ حاصل کرنے کے لیے حقیقت کو چھپا لیا جائے لیکن آپؑ نے ایسا نہ کیا آپؑ فرماتے ہیں:

"اس وقت حاکم عدالت نے اپنے ہاتھ سے میرا اظہار لکھا اور سب سے پہلے مجھ سے یہی سوال کیا کہ کیا یہ خط تم نے اپنے پیکٹ میں رکھ دیا تھا اور یہ خط اور یہ پیکٹ تمہارا ہے۔ تب میں نے بلا توقّف جواب دیا کہ یہ میرا ہی خط اور میرا ہی پیکٹ ہے اور میں نے اس خط کو پیکٹ کے اندر رکھ کر روانہ کیا تھا۔"

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 299، 298)

یہ طرزِ عمل اس یقین سے پیدا ہوا کہ حقیقی نفع و نقصان کا مالک کوئی انسان، وکیل یا جج نہیں بلکہ

صرف خدا تعالیٰ ہے جو واحد ولا شریک ہے اور اسی کے ہاتھ میں تمام اختیارات ہیں۔ چنانچہ آپؑ نے کسی دنیاوی سہارے کو شریک نہیں ٹھہرایا بلکہ کامل توکل کے ساتھ سچائی کو اختیار کیا، اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی نصرت سے آپؑ کو سرخرو فرمایا۔ اس طرح یہ واقعہ واضح کرتا ہے کہ جو شخص خدا کو واحد ولا شریک مان کر اسی پر بھروسہ کرتا ہے، وہ نہ جھوٹ کا سہارا لیتا ہے اور نہ ہی مخلوق کو خدا کے مقابل پر کوئی حیثیت دیتا ہے، بلکہ اس کی ساری امیدیں اور فیصلے صرف ایک خدا کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں۔

مندرجہ بالا اقتباسات کے مطالعہ سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی صفتِ واحد ولا شریک کو نہایت جامع، مدلل اور مؤثر انداز میں پیش فرمایا ہے۔ آپؑ کی تعلیمات میں توحید محض ایک عقیدہ نہیں بلکہ ایک زندہ حقیقت کے طور پر سامنے آتی ہے جو انسان کے فکر، عمل اور روحانیت—تینوں کو اپنے احاطہ میں لے لیتی ہے۔ آپؑ نے نہ صرف شرکِ جلی بلکہ شرکِ خفی کی باریک ترین صورتوں کی بھی نشاندہی فرمائی اور انسان کو ہر قسم کی غیر اللہ وابستگی سے نجات دلانے کی کوشش کی۔

جبکہ عصرِ حاضر میں الحاد، دہریت اور مختلف قسم کے فکری انتشار نے انسان کو خدا سے دور کرنے کی کوشش کی ہے، حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمات ایک مضبوط فکری و روحانی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ یہ تعلیمات نہ صرف توحید کے عقیدہ کو از سرِ نو زندہ کرتی ہیں بلکہ انسان کو اس کے حقیقی مقصدِ حیات سے بھی روشناس کراتی ہیں۔

آپؑ لا الہ الا اللہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”یاد رکھو کہ جب تک لا الہ الا اللہ دل و جگر میں سرایت نہ کرے اور وجود کے ذرے ذرے پر اسلام کی روشنی اور حکومت نہ ہو کبھی ترقی نہ ہوگی۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 159،158)

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مومنوں کو مختلف طریقوں سے اس کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دلاتا ہے اور اس کے طریقے بھی بتاتا ہے۔ کہیں فرماتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ کہیں فرمارہا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ روک کر کہیں اپنے اوپر ہلاکت وارد نہ کرلینا۔ کبھی فرماتا ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے تم ذاتی طور پر بھی تباہی سے محفوظ رہو گے اور اگر قوم میں قربانی کا جذبہ ہے اور قوم قربانی کررہی ہے تو قوم بحیثیت مجموعی بھی مجھ سے تباہی سے بچنے کی ضمانت لے۔ پھر فرمایا ہے کہ اپنی پاک کمائی میں سے خرچ کرو تاکہ اس میں اور برکت پڑے۔ چھپا کر بھی خرچ کرو اور اعلانیہ بھی خرچ کرو۔ غریبوں کا بھی خیال رکھو، ان کی ضرورتیں بھی پوری کرو اور زکوٰۃ کی طرف بھی توجہ دو تاکہ قومی ضرورتیں بھی پوری ہوں اور غریبوں کی ضرورتیں بھی پوری ہوں۔ **اور جب تم خرچ کررہے ہو تو یاد رکھو کہ تم اپنے فائدے کا سودا کررہے ہو** اس لئے کبھی دل میں احسان جتانے کا خیال بھی نہ لاؤ۔ اور جب فائدے کا سودا کررہے ہو تو پھر عقل تو یہی کہتی ہے کہ بہترین حصہ جو ہے وہ سودے میں استعمال کیا جاتا ہے تاکہ فائدہ بھی بہترین شکل میں ہو۔ تو اس سے مال میں جو اضافہ ہونا ہے وہ تو ہونا ہی ہے تمہیں اس نیکی کا ثواب بھی ملنا ہے۔ اور اس لئے محبوب چیزوں میں سے خرچ کرو، جو تمہاری پسندیدہ چیزیں ہیں ان میں سے خرچ کرو، جو بہترین مال ہے اس میں سے خرچ کرو۔ اور جتنی کمزوری کی حالت میں یعنی وسعت کی کمی کی حالت میں خرچ کرو گے اتنا ہی ثواب بھی زیادہ ہوگا۔ تو فرمایا کہ بہرحال اللہ تعالیٰ تو ہر اس شخص کو اپنی رحمتوں اور فضلوں سے نوازتا ہے اور نوازتا رہے گا جو اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اس کی راہ میں قربانی دیتے ہیں۔ اور ہر شخص اپنی ایمانی حالت کے مطابق خرچ کرتا ہے۔ ہر کوئی اپنے مرتبے اور توکل کے مطابق خرچ کرتا ہے اور اس لحاظ سے انبیاء کا ہاتھ سب سے کھلا ہوتا ہے اور انبیاء میں بھی سب سے زیادہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کا ہاتھ سب سے زیاہ کھلا تھا۔ تبھی تو آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ احد پہاڑ جتنا سونا میرے پاس ہو تو وہ بھی مَیں تقسیم کردوں۔ انبیاء کے بعد درجہ بدرجہ ہر کوئی اس نیک کام میں حصہ لیتا ہے، اس کا اس کو ثواب بھی ملتا ہے اور اس کے مطابق وہ خرچ بھی کرتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7/ نومبر 2003ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 2/ جنوری 2004ء)

Monthly

MUWĀZNA-E-MADHĀHIB

ISSN: 20491131
Editor: Mahfooz ur Rehman

JULY 2026 | WAFA 1405(HS)| MUHARRAM 1448(HQ)| VOL.15 NO.07

Publishers: Additional Wakalat Tasneef
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, GU9 9PS, UK
Email: office@tasneef.co.uk
https://www.alislam.org/periodical/muwazna-e-madhahib